تحریک تنظیم اہل سنت

(حصہ اول)

اہل حق کی تنظیم و تعمیر

مرتبہ
سید نور الحسن

مکتبہ اہل سنت
شاہ منزل۔ نور محلہ۔ لاہور

قیمت ساڑھے تین روپے 3/8

انتساب!

بانیانِ تحریک :-

۱- محترم المقام سردار احمد خاں صاحب پتافی کے نام :-
جن کا دردمند دل اہلِ سنت کی لامرکزیت اور اہلِ باطل کے مقابلے میں ان کی بیکسی و بے چارگی اور خاموشی و لاجوابی پر ہمیشہ سیماب وار بے قرار رہا۔
جن کا بیدار مغز دماغ اہلِ سنت کے مرکز تنظیم اور اسلام کے نظام تبلیغ کے قیام پر غور و فکر کرنے سے کبھی غافل نہ رہا اور جو آخر اس مبارک تصور کو بروئے کار لانے میں کامیاب ہوئے۔

۲- عالیجناب نوابزادہ محمود خانصاحب، اور
۳- محترم سردار محمد علی خانصاحب لغاری کے نام :-
جن کی صدارت و قیادت میں مرکز تنظیم کا قیام عمل میں آیا اور تحریک تنظیم ضلع ڈیرہ غازی خاں کی حدود سے باہر نکل کر دنیا کے سامنے آئی۔

قیامت تک رہے گا محشر ان کا تذکرہ باقی
یہ ہیں وہ زندۂ جاوید جو ہرگز نہیں مرتے

تحریک تنظیم کا ادنیٰ خادم - سید نور الحسن بخاری، مرکز تنظیم اہلسنت لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

مقدمہ

از مخدوم العلما حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ :- - - - مرکز تنظیم اہلسنت جس مبارک مقصد کو لیکر اٹھا ہے وہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ تنظیم جیسے مقصد کی بابرکت اور ضروری ہونے میں کیسے کلام ہو سکتا ہے ؟ اور اس میں ایک کے سوا دوسری رائے کب ممکن ہے۔ ؟

کتاب و سنتہ نے جہاں محبوب کی تعیین کی کہ وہ اللہ اور اس کا رسول اور مومنین ہیں۔ وہیں اسے مبغوض اور دشمن کی بھی تعیین کرنی پڑی کہ وہ اصولاً چار ہیں۔ نفس و شیطان اور کفار و منافقین ۔ تاکہ یہ دونوں جذبے اپنی اپنی حدود میں کام کرتے رہیں اور جذبۂ منافرت و عداوت مسلمانوں کی طرف نہ منتقل ہو۔ بہرحال تنظیم و اتحاد جس پروگرام کا ثمرہ ہیں اس میں یہ دو پہلو کھلے ہوئے ہیں ایک مثبت اور ایک منفی مثبت پہلو رحمت باہمی ہے جس سے اخلاقی موعظت۔ نصیحت باہمی اور صلاحیت مند انسانوں کے حق میں پیار و محبت اور صلح و آشتی کے جذبات ابھرتے ہیں جس سے اسلام کا حلقۂ اثر وسیع ہوتا ہے۔ اور منفی پہلو شدۃ و غلظتہ ہے جس سے بعض فی اللہ سرفروشی ۔ مدافعت دینی جاحدوں کی سرکوبی ۔ جذبۂ جہاد و مجادلات شمشیر و قلم کی خونچکانی اور لسان و سنان کی آتش انگیزی وغیرہ کے دواعی پیدا ہوتے ہیں جن سے فتنوں کا استقبال ہوتا ہے اور دینی فضا فتنہ پروروں سے صاف ہوتی ہے اس لئے اسوۂ حسنہ یا طریق سنتہ کا خلاصہ جو تنظیم و اتحاد کا حقیقی سرچشمہ ہے ان دو لفظوں میں آسکتا ہے اسلام کی حفاظت و اشاعت اور اسلام سے دفاع و مدافعت

حفاظت اسلام حفاظت اسلام کے معنی کتب اسلامیہ یا مساجد و مقابر یا مدارس

وخوانق کی تعمیر کے نہیں یہ سب تفرلیات ہیں بلکہ حفاظت کے معنی اپنی نفوس سے
اسلام کو زندہ رکھنے کے ہیں۔ یعنی اسلام کی جو چیزیں کتابوں میں نقوش اور رسوم کی صورت
میں ہیں وہ ہمارے نفوس میں احوال و کیفیات کی صورت میں جلوہ گر ہو جائیں۔ اسکے
اقوال کی حفاظت ہماری زبان سے اس کے اعمال کی حفاظت ہمارے اعضاء و
جوارح سے اور اس کے عقائد و تصورات کی حفاظت ہمارے قلب و دماغ سے
ہونے لگے۔ گویا ہم اسلام کی شیرینی کے لئے پانی ہوں جس میں وہ گھل مل جائے۔
اور ہم اسلام کے سانچہ میں اس طرح ڈھل جائیں کہ اسلام اور ہم ایک ذات ہو کر اسلام
کی زندہ تصویر بن جائیں۔ صورت یہ ہو جائے کہ اگر دنیا میں کوئی اسلام کو دیکھنا اور
پرکھنا چاہے تو وہ ہمیں دیکھے اور پرکھ لے۔ ہم ختم ہوں تو اسلام ختم ہو اور ہم ہوں
تو اسلام ہو یعنی اسلام کو ہمارے دعاوی اور اعلانات میں تلاش نہ کیا جائے بلکہ خود
ہم میں اور ہماری زندگی میں تلاش کیا جائے یہی وہ حفاظت ہے جس سے اسلامی
مقاصد کے ضائع ہونے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ سفینے ضائع ہو سکتے
ہیں لیکن سینے ضائع نہیں ہو سکتے۔
بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم بلکہ یہ کتاب بہت سی واضح دلیلیں ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جنکو علم
عنکبوت ۴۹
صحابہ نے اسلام کی حفاظت اپنے سے باہر کسی وسیلہ سے نہیں کی بلکہ خود اپنے
سے کی۔ خود اسلام کی روشن دلیل بنے اور عالم کو باوجود قلت تعداد کے جگمگا دیا۔
کیونکہ شمع ایک ہی ہوتی ہے اور روشن ہزاروں گوشے ہو جاتے ہیں مگر ہم اسکی حفاظت
کے لئے اس شان سے کھڑے ہوتے ہیں کہ ہم ایک جانب ہیں اور اسلام ہم سے باہر ایک
جانب اور ہم اس کی حفاظت کے وسائل پر غور بھی کر رہے ہیں اور ان کی تلاش میں
مصروف بھی ہیں۔ حالانکہ اس کی حفاظت کا وسیلہ ہم خود ہی تھے اگر اسلام ہم میں رچ
گیا ہوتا۔ اب ہمارے اسلام سے الگ کھڑے ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ اغیار کو تو اسلام

نظر نہیں آتا۔ اور ہمیں اس کا طریق حفاظت ہاتھ نہیں لگتا۔ کافر تو اندھیرے میں تھا ہی مسلم بھی اندھیرے میں آ گیا۔ اگر مسلم خود شمع اسلام ہوتا تو خود بھی روشن ہوتا اور دوسروں کو بھی روشن کر دیتا۔ اور حفاظت اسلام کے وسائل پر اسے غور کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

اس صورت حال کے پیش نظر میں اب یہ عنوان ہی بدلتا ہوں کہ آپ اسلام کی حفاظت کریں اس کی ضرورت نہیں کیونکہ اسلام حق ہے اور حق نہ کسی کی حفاظت کا محتاج ہے نہ غیر محفوظ ہے۔ اسلام فطرت ہے اور فطرت کو کوئی ضائع نہیں کر سکتا۔ اب صحیح عنوان یہ ہے کہ آپ اپنی حفاظت کریں جو صرف اسلام کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ اللہ نے قرآن میں قرآن اور قرآنی دین یعنی اسلام کی حفاظت کی تو ذمہ داری لی ہے مگر آپ کی حفاظت کی کوئی گارنٹی نہیں لی۔ انا لہ لحافظون فرمایا ہے کہ ہم قرآن کے محافظ ہیں انا لھم لحافظون نہیں فرمایا کہ ہم مسلمانوں کے بھی محافظ ہیں۔ اندریں صورت ہماری حفاظت کی واحد شکل صرف یہی ہو سکتی ہے کہ ہم اس محفوظ قطعی کا دامن سنبھال لیں اور نہ صرف دامن سنبھالیں بلکہ اس ردائے عظمت کو اٹھا کر سر سے پیر تک تان لیں تو بلا شبہ ہم سر کھلے اور چھپے دشمن کی دست برد سے محفوظ ہو جائیں گے اور پھر حفاظت کے وسائل جداگانہ تلاش نہ کرنے پڑیں گے۔ نہ کفار و منافقین ہی کو دست برد کی مجال ہو گی اور نہ نفس و شیطان ہی کو اغوا اور رہزنی کا موقعہ ملے گا۔ کیونکہ یہ اعداء ہم پر غالب آ سکتے ہیں لیکن اسلام پر غلبہ نہیں پا سکتے تو صورت حفاظت یہی ایک ہو سکتی ہے کہ ہم اور اسلام ایک ہو جائیں۔

اس صورت میں ہماری مثال بجلی کے روشن تار جیسی ہو جائے گی کہ روشنی اور تار میں کوئی دوئی نہیں ہوتی۔ بلکہ تار کا جرم ہی خود روشنی بن جاتا ہے۔ پھر اگر اس روشن تار کے قریب آ کر کوئی ذرا بھی دست درازی کرتا ہے تو اسی سے چمٹ کر رہ جاتا ہے روشنی تو نہیں بجھتی مگر اس گستاخ کی روح نکل جاتی ہے (کسے کو تف زند لشینش لسوزد

پس حقیقی حفاظت یہ ہے کہ ہمیں حفاظت کا تصور بھی نہ آئے اور حفاظت ہوتی رہے کیونکہ ہم حفاظت کا تو اسی چیز کی تصور باندھیں گے جو ہم سے الگ ہو اور جب اسلام ہم میں راسخ ہوگیا اور ہم سے الگ ہی نہ رہا تو اس کی حفاظت کی نہ ضرورت ہی رہی نہ اس حفاظت کا تصور ہی رہا ہاں تصور ہے گا تو اب صرف اپنی نگرانی کا کہ اسلام سے ہم جدا نہ ہونے پائیں۔

اشاعت اسلام

اسی مثال سے یہ دقیقہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ بجلی کا روشن تار جس کے جگر میں نور سرایت کر چکا ہو نہ صرف خود ہی روشن ہوتا ہے بلکہ اپنی طاقت کی قدر اپنے سارے ماحول کو بھی جگمگاتا ہے۔ اور اس کے نورانی آثار سے اس کی پوری فضا روشن ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ حتیٰ کہ اگر وہ خود بھی نہ چاہے کہ اس کا ماحول روشن ہو تب بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کی روشنی ماحول میں نہ پھیلے ٹھیک اسی طرح ایک انسان جبکہ اس کے تار نفس پر اسلام کی برقی رو دوڑتی ہو اور جب پیغمبر کے اسوۂ حسنہ کی برق سے بھی زیادہ لطیف روشنی اس کے قلب و قالب میں سما جاتی ہے تو کیسے ممکن ہے کہ اس کے اسلامی آثار صرف اسی تک محدود رہ جائیں اور اس کا ماحول اس سے متاثر نہ ہو حتیٰ کہ اگر وہ نہ بھی چاہے کہ اس کے اثرات پھیلیں تو جب تک وہ صحیح معنی میں مسلمان ہے اس کے اسلامی اخلاق و اعمال اپنی ذات میں ہی جاذبیت و کشش اور محبوبیت رکھتے ہیں خود ہی دوسروں کو کھینچیں گے اور جو کام اس کی قوۃ ارادی کرتی اس سے کہیں زیادہ اس کی قوۃ عملی کرے گی۔ بہر حال اسلام سے متاثر مسلمان یا مسلم مسلمان کا قلبی داعیہ ایمانی جذبہ اسلامی عمل۔ نورانی اخلاق دینی ہیئت بلکہ اس کی ہر نقل و حرکت مبلغ اسلام ہوگی گویا تبلیغ دین اسطرح اس کا طبعی خاصہ ہوگی جیسے ضیا پاشی شمع اور برقی تار کا خاصہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ تبلیغ اس وراثت میں اپنے روحانی مورث اعلیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی ہو۔

رسول پر تو یہ ذمہ خدا نے عائد کیا اور ہر مسلم پر یہ ذمہ رسول نے عائد فرما دیا۔
گویا پوری اُمّت درحقیقت رسول کے قائم مقام بنا کر عالم کے لئے مبلّغ اور ناصح و منّاد
بنائی گئی ہے۔ پس تبلیغ اس کی موروثی چیز ٹھہرتی ہے۔ چنانچہ رسول کو تو خدا نے فرمایا کہ
یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک   اے رسول جو کچھ بھی تمہاری طرف تمہارے
من ربک ۔ ہ   پروردگار کی طرف سے اتارا گیا ہے تم اسے دوسروں تک پہونچا دو۔
اور اُمّت کو رسول نے فرمایا کہ
بلغوا عنی ولو آیۃ" (مشکوۃ)   (اے امت والو) میری طرف سے ہر چیز کی تبلیغ کر دو اگرچہ
وہ چھوٹی ہی سی بات ہو۔
اس سے پوری اُمّت پر تبلیغ کا وجوب عائد ہو رہا ہے۔ اور پوری اُمّت بحیثیت مجموعی
منصب تبلیغ میں اپنے پیغمبر کی وارث ہے خواہ افراد تبلیغ کریں یا جماعتیں۔ اور مل کر
کریں یا انفرادی۔ بہرصورت ادا فرض ناگزیر ہے۔

نظامِ تبلیغ البتہ یہ ضرور ہے کہ انفرادی تبلیغ سے جماعتی تبلیغ زیادہ اثر انداز ہو
سکتی ہے کیونکہ ایک کی تکذیب کی نسبت چند کی تکذیب عادۃ"
مشکل ہوتی ہے۔ بالخصوص آج کے دور میں جبکہ انفرادی چیزیں بھی جماعتی روپ
اختیار کر کے ہی قابل قبول بنتی ہیں۔ حکومتیں ہیں تو جماعتی اور جمہوری تجارتیں ہیں۔
تو جمہوری اور بین الاقوامی۔ دوکانیں ہیں تو اپنا کو کی قید کیساتھ۔ قانون سازی ہے
تو جماعتی۔ صنعت و حرفت ہے تو جماعتی حتی کہ کھیل کود اور میچ ہیں تو جماعتوں اور ٹیموں کی
شکل میں۔ پروپیگنڈے ہیں تو جماعتی ادارے ہیں تو جماعتی تو ظاہر ہے کہ اس جماعتی
ذہنیت کے دور میں جسے میں اسلامی تعلیمات کے آثار میں سے سمجھا ہوں شخصی
تبلیغ کی نسبت جماعتی تبلیغ ہی جذبات کو زیادہ اپیل کر سکتی ہے۔
بہرحال تبلیغ اور جماعتی تبلیغ جو کسی جماعتی مرکز سے کھیل رہی ہو اسلامی فرائض میں

ہے ایک اساسی فریضہ ہے۔ اور مسلمانوں کو بطور ورثہ انبیاء دستیاب ہوا ہے اگر عیاذاً باللہ ہم اس وراثت سے کٹ جاتے ہیں تو گویا ہم محروم الارث قرار پاتے ہیں اور محروم الارث وہی ہو سکتا ہے جو مورث کی اولاد نہ ہو یا اپنے مورث ہی کا عمل لخ کنندہ اور قاتل ہو ظاہر ہے کہ اسے کون مسلمان برداشت کر سکتا ہے کہ نہ حضورؐ کا روحانی خلف ثابت نہ ہو یا اس مہلک عقوق کی مصیبت سر لے۔

مدافعت اسلام ہاں پھر اسی شمع کی مثال سے مدافعت اسلامی کا نکتہ بھی اسی طرح حل ہو جاتا ہے کہ شمع یا برق کے روشنی پھیلانے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ روشنی ظلمت سے ٹکرائے اور اسے دفع کر دے۔ گویا تنویر کے لئے نور و ظلمت کا تصادم بھی لازم ہے۔ اور پھر ظلمت کا دفعیہ بھی نور کی طاقت کی حد تک ضروری ہے۔ ٹھیک اس طرح ایک مسلمان جب نور اسلام کی شمع ہے جس کا نور بالطبع پھیلنے والا ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ نور اسلام ظلمت کفر سے ٹکرائے اور اس ظلمت کو شکست دے پس اشاعت اسلام کے لئے مدافعت بھی ضروری ہوئی۔ انبیاء علیہم السلام نے جہاں اشاعت اسلام کیلئے اخلاقی مواعظ اور شفقت و محبت آمیز پند و نصائح فرمائیں وہیں مدافعت دینی کی خاطر کفار و فساق اور بد دینوں سے مقابلے بھی کئے۔ مناظرے بھی ہوئے۔ مباہلے بھی ہوئے جنگیں بھی لڑیں اور اس مقابلہ میں کتاب و خطابت اور سنان و سنان سب ہی سے کام لیا تاکہ فتنوں سے فضا صاف ہو کر دین حق کی قبولیت کی استعداد قلوب میں پیدا ہو جائے چنانچہ قرآن کریم جہاد لسانی، جہاد سنانی اور جہاد جنانی کی آیتوں سے بھرا ہوا ہے۔ پس ایک مسلمان اگر شمع اسلام ہے، تو وہ خود بھی روشن ہوگا۔ دوسروں تک بھی روشنی پہنچائے گا۔ اور دست درازوں کی آگے بڑھتی ہوئی انگلیاں بھی جھونک بھی دیگا مسرت ہے کہ مرکز تنظیم کے حساس ذمہ داروں نے مسلمانوں کے موجودہ انتشار اور حفاظت و اشاعت اور

مدافعت اسلامی سے بے پرواہی کو محسوس کرکے انہیں پیغمبر کے ان پر اسوۂ بائے حسنہ پر لانے کی صدا بلند کی ہے۔ تبلیغ کا جذبہ بھی ہے تبلیغ کا عمل بھی ہے اور جماعتی تبلیغ کیلئے مرکز بھی ہے۔ شرائط تبلیغ بھی پائی جارہی ہیں تو امید ہے کہ نتائج تبلیغ بھی خاطر خواہ برآمد ہوں گے۔ ان سب کلمات کا خلاصہ ایک ہی ہے کہ دنیا تبلیغ حق کی پیاسی ہے اور مسلمان کو تبلیغ کرنی ہے۔ اس نازک دور میں جو خصوصیت سے اہل حق کیلئے ایک شدید آزمائشی دور ہے اور جس میں باطل کے پروردہ عناصر مختلف روپوں اور شکلوں میں حق کے مقابلہ میں ابھر رہے ہیں تاکہ اللہ کے نور کو بجھادیں اور اہل حق پر شبخون مار کر ان کے عقائد و اعمال اور علم و اخلاق کا ذخیرہ تاخت و تاراج کر ڈالیں اس مرکز اور اس کے پیش کردہ مقاصد کی شدید ترین ضرورت تھی۔ اور یہ کام جس طرح اٹھنا چاہیئے تھا بحمد للہ اسی طرح اٹھا اور خدا کرے کہ ابھار ہے۔

آج جبکہ اللہ کے یہ چند بندے ان تبلیغی مقاصد کو لیکر کھڑے ہو گئے ہیں تاکہ مسلم بھیڑوں کو آج کے تیز دندان بھیڑیوں سے بچا سکیں تو ہم سب مسلمانوں پر ذمہ عائد ہوتا ہے۔ کہ حسن ظن کیساتھ ان کا ہاتھ بٹائیں ان کے کاموں سے دلچسپی لیں اور مشکلات میں ان کی حوصلہ افزائی سے دریغ نہ کریں۔ جس درد اور دُکھ کے احساس سے بے چین ہو کر یہ حضرات تبلیغی مساعی کیلئے میدان میں نکل آئے ہیں وہ درد مشترک ہے اسلئے یہ سب ہم سب کے شکریہ اور قدر افزائی کے مستحق ہیں اور انکی عملی جد و جہد کے مقابلہ میں ہم ہر بُن مُو سے شکریہ ادا کرکے بھی عہدۂ تشکر سے باہر نہیں آسکتے۔ حق تعالیٰ شانہ ان مقاصد کو ان میں اور ہم میں اچھی طرح رچا دے۔

یہ چند سطور پیش نظر کتاب کا خلاصہ ہیں۔ یا یوں کہئے کہ یہ پوری کتاب اس اجمال کی تفصیل و تشریح ہے۔ مجھے امید ہے کہ اہل حق بہتیم مرکز تنظیم کی اس تالیف کو پوری توجہ سے پڑھ کر اس مبارک تحریک کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے اور انجام بخیر فرمائے آمین والحمد للہ اولاً و آخراً۔ محمد طیب مہتمم دارالعلوم

تحریکِ تنظیم کے متعلق

اکابرِ ملت کے ارشادات

اور

مسلم پریس کے ریمارکس

محرکاتِ معرکہ اور آغازِ تحریک

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

(۱) تحریک تنظیم اہلسنت کے متعلق

(۱)

حضرات اکابر ملت کے ارشادات و بیانات

ارشاد گرامی امام اہلسنت حضرت مولانا محمد عبد الشکور صاحب لکھنوی

"مولوی سید نور الحسن صاحب ڈیرہ غازی خاں سے یہاں تشریف لائے۔ اور اس حقیر کو .... مرکز تنظیم اہل سنت سے مطلع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے نیک ارادوں میں برکت دے۔ اس حقیر نے اپنی امکانی امداد ان کے سامنے عرض کر دی ہے میں مسلمانان ہند سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ ان کی حدیث در درس کر ان کی ہمت افزائی فرمائیں۔ اور اس تبلیغی تنظیمی مرکز کو اپنی خاص توجہ سے اس قدر مضبوط و مستحکم کر دیں۔ جو بعونہ تعالیٰ قیامت تک دین اسلام کی خدمت و حفاظت اور نشر و اشاعت کے لئے باقی و برقرار رہے۔ زمزم ۵/۲۴ ۱۹

ارشاد گرامی امام العلماء حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی۔

یہ بالکل غیر سیاسی اور خالص دینی تبلیغی سٹیج ہے تبلیغ دین ہم سب کا فرض ہے آج اسلام پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں۔ ان سب کا جواب دینا سنجیدہ طریقے سے۔ مخالف کے اعتراضات کا منظم طریقے سے جواب دینا مناظرے کا جواب مناظرے

سے۔ اخباروں کا جواب اخباروں سے۔ پمفلٹوں کا جواب پمفلٹوں سے تحریر کا جواب تحریر سے تقریر کا جواب تقریر سے دو۔ مگر جواب میٹھا اور شیریں ہونا چاہیئے۔ یہ تحریک ان مقاصد کو لے کر اُٹھی ہے۔ خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ اپنے فضل و کرم سے مرکز تنظیم کو اپنے مقاصد عالیہ میں کامیاب فرمائے۔ آمین! (روزنامہ شہباز لاہور ۲۹ ۳/۴۵)

ارشاد گرامی استاذ الفضلا حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی

آپ جو تبلیغی خدمات مسلمانوں کی انجام دے رہے ہیں نہایت مبارک ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو خدمت اسلام و مسلمین کی بیش از بیش توفیق مرحمت فرمائے۔

ارشاد گرامی مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی۔

زمزم مورخہ ۱۵ مئی ۴۵ء میں یہ خبر موجب مسرت ہوئی کہ تنظیم اہل سنت کی غرض سے ایک جماعت کا قیام عمل میں آیا ہے۔ اور اس کا مرکزی دفتر دہلی دروازہ لاہور میں کھلنے والا ہے۔ میں سردار احمد خاں صاحب پٹھانی بانی اور جناب نوابزادہ محمود خاں صاحب صدر کے فکر و دور اندیشی کی تحسین و تبریک کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ ان کو اس نیک مقصد میں کامیاب فرمائے۔ اور اہلسنت والجماعت کو ایک مرکز پر جمع ہونے اور دنیا کے سامنے حکمت و موعظۂ حسنہ کے ساتھ دعوت اسلامی پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے (زمزم [illegible])

ارشاد گرامی مورخ اسلام حضرت سید سلیمان صاحب ندوی

افسوس ہے کہ خاکسار کو اپنی علالت کے سبب سے سالانہ جلسہ میں حاضری اور شرکت سے معذوری ہے۔ اہل سنت کی تنظیم مفید طریقوں سے اس طرح کی جائے کہ وہ اغیار کے حملوں سے محفوظ ہو جائیں نہایت مبارک خیال ہے۔ اللہ تعالیٰ اخلاص کے ساتھ ہم سب کو خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے

(روزنامہ "زمیندار" ۲۹ ۳/۴۵)

ارشاد گرامی امام اہل حدیث حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری

آپ کے دفتر کو میں اس روز سے جانتا ہوں جس روز کہ آپ کے سفیر میرے ہاں تشریف لائے تھے۔ آپ کا خطبہ استقبالیہ بھی میں نے پڑھا۔ میں عرصہ سوا سال سے بیمار ہوں۔ اس لئے شرکت جلسہ کے لئے یقینی وعدہ نہیں کر سکتا۔ ہاں آپ کی دعا سے اس وقت تک شرکت کے قابل ہو گیا۔ تو شریک ہو جاؤں گا۔

ارشاد گرامی حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند۔

"السلام علیکم! احقر نے مقالات مطبوعہ پڑھے۔ آپ نے تبلیغ و تنظیم ملت کا کام چھیڑ کر ایک نہایت ہی مبارک قدم اٹھایا ہے۔ آج امت کو جس چیز کی پیاس ہے اس کی تشنگی اسی آب حیات سے مبدل بہ شادابی ہو سکتی ہے آپ نے اسی سرچشمہ سے امت کی آبیاری کا عزم باندھا ہے۔ حق تعالیٰ آپ کے کاموں میں خلوص و برکت اور نتیجہ کی خیر و فلاح ارزانی فرمائے۔" (زمزم ۶/۴۴ ۲۳)

ارشاد گرامی متکلم اسلام حضرت مولانا ابو الاعلیٰ صاحب مودودی

آپ نے غیر مذاہب کے حملوں اور خود ہماری اپنی آستین کے سانپوں کا جو ذکر کیا ہے اس سے میں ناواقف نہیں ہوں۔ نہ یہ کہتا ہوں کہ ان دشمنوں کا مقابلہ نہ کیا جائے۔ جو لوگ مذہبی فتنوں کے استیصال سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہی کام کریں۔ جو لوگ دوسری قومی و دینی ضروریات پوری کرنے میں لگے ہوئے ہیں وہ اپنے کام کریں۔ ہمیں ان سے کوئی اختلاف نہیں۔

ارشاد گرامی حضرت خواجہ نظام الدین صاحب سجادہ نشین تونسہ شریف

مکرم نوابزادہ سردار محمود خاں صاحب لغاری اور دوسرے حضرات نے مل کر مرکز تنظیم اہل سنت کی بنیاد ڈالی ہے۔ میں جملہ مسلمانوں سے عموماً اور حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً کے لواحقین اور مسترشدین سے خصوصاً

مستدعی ہوں۔ کہ وہ تنظیم اہل سنت کی طرف توجہ فرمائیں۔ اور مرکز تنظیم کو اتنا مضبوط کر دیں۔ کہ ہندوستان اور بیرون ہندمیں مرکز اچھے مبلغ بھیج سکے۔ نیز مرکز کے بیت المال کو صدقات و زکوٰۃ سے پر کر دیں۔ بلکہ ہر جگہ کے حضرات اپنے اپنے ہاں تنظیم اہلسنت کی شاخیں کھولیں۔ اور مرکز کے ساتھ ان کا الحاق کرا کے مرکز کے زیر ہدایت کام کریں۔ (زمزم ۱۱/۴۴ ۱۵)

حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوی مرحوم و مغفور کا مکتوب گرامی

آپ نے تنظیم اہلسنت کے نام سے ایک تبلیغی جماعت قائم کی ہے.... مجھے اپنی زندگی ختم ہوتی نظر آ رہی ہے۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ آپ جیسا ایثار پیشہ اور مخلص بزرگ مجھ سے حزب الانصار کا چارج لے لے۔ آپ اس جماعت کو اپنی جماعت سے ملحق کر لیں۔ میں جب تک زندہ ہوں۔ آپ کی تائید و خدمت کے لئے منہمک رہونگا۔ اگرچہ مجھے اپنی صحت پر زیادہ بھروسہ نہیں" (زمزم ۶/۴۴ ۲۲)

ارشاد گرامی رئیس الاحرار حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندہری۔

"آج جب کہ تمام قومیں اتحاد و اتفاق اور اپنی حفاظت کی تدبیریں کر رہی ہیں کیا سنی مسلمان اپنی حفاظت نہ کرے؟ وہ اپنی تنظیم سے کیوں باز رہے؟ وہ بھی مرکز تنظیم کے ذریعے اپنی حفاظت ترقی کی راہ ڈھونڈ رہا ہے۔ تنظیم اہل سنت کا مقصد اپنے افراد کو محفوظ کرنا ہے۔ اور بس.... مسلمانو! عمل کا وقت ہے آگے بڑھو اور اپنی تنظیم کرو۔"

ارشاد گرامی زعیم الاحرار حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی

"تحریک تنظیم اہل سنت، تمام انسانوں کے لئے رحمت ہے.... اس کا مقصد کسی کی دلآزاری نہیں بلکہ صرف خدا کے بندوں کو حقیقی دین اور حقیقی اسلام سے روشناس کرانا ہے اور بس آج ہر طرف اہل فتن سر اٹھا کے بیٹھے ہیں اس لئے اس کی اشد ضرورت ہے

اور اسی احساس کے ماتحت چند مخلص حضرات نے اسے قائم فرمایا۔ ہر مسلمان کو اس تحریک تنظیم کو کامیاب بنانے کی کوشش اور امداد کرنی چاہیئے۔ مجھے تحریک سے پورا اتفاق ہے اور میں خطبہ استقبالیہ پڑھ کر بہت خوش ہوا "

ارشاد گرامی حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب خطیب جامع اہل حدیث گوجرانوالہ ہماری جماعتیں طبقاتی اختلافات سے بلند رہنے کی کوشش تو کرتی ہیں۔ مگر عملاً اس کا اثر بہت کم ہوتا ہے، خدا تعالےٰ آپ کو توفیق دے کہ آپ اتنا بلند مقام حاصل کر سکیں۔

حدیث دیگراں

خان صاحب دوست محمد خاں حجانہ (قادیانی) کی رائے

؎ خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں　　گفتہ آید در حدیث دیگراں

سردار احمد خاں صاحب تپانی رئیس جام پور تبلیغ اسلام کا بڑا اور سچا جوش اپنے اندر رکھتے ہیں اور آغاز جوانی سے نہایت جوش، اخلاص اور قربانیوں کے ساتھ اس مقصد کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ وہ نمائشی باتوں سے بچ کر ٹھوس کام کرنے کے عادی ہیں ..... آپ نے ہندوستان کے تمام بڑے انسٹی ٹیوشنوں میں پہنچ کر اور قومی لیڈروں سے مل کر منظم اینٹی قادیان تبلیغی پالیسی اختیار کرنے کی کئی سال تک کوشش کی ... کچھ عرصے سے آپ نے براہ راست اپنے ہاتھ میں اس تحریک کو لے لیا ہے۔ الفضل ۵ ۲۳ ء

(۲)

مسلم پریس کے ریمارکس

روزنامہ "زمیندار" لاہور

شیعوں اور اہل حدیث کی فرقہ دار انجمنیں موجود ہیں۔ جو اپنے اپنے عقائد کی تبلیغ کرتی رہتی ہیں اس لئے اہل سنت کو بھی فرقہ دار تنظیم سے محروم نہیں کیا جا سکتا ہے ہیں

۳۴ مئی ۳۴

بھی اپنے معتقدات کی تبلیغ و اشاعت کا حق دوسرے فرقوں کی طرح حاصل ہے۔ لیکن طریق عمل اخوت اسلامی کے خلاف نہ ہونا چاہیئے۔ اتحاد مسلمین اور اسلامی مرکزیت و وحدت کو فروعی اختلافات سے محفوظ رکھا جائے۔ ہمیں مسرت ہے کہ مرکزی تنظیم اہل سنت میں یہ خوبیاں موجود ہیں۔ یہ ادارہ جب سے عالم وجود میں آیا ہے۔ کسی اسلامی فرقے سے نبرد آزمائی کی کوشش نہیں کی۔ اور نہ سیاسی امور کو اغراض و مقاصد میں شامل کیا ہے۔ سیاست باہمی آویزش سے دور رہ کر صرف مرزائیت کے خلاف جہاد کر رہا ہے۔ چنانچہ مولانا سید نور الحسن کے جو علمی و تنقیدی مقالے زمیندار کی زینت بنتے رہے۔ وہ مرزائیت کے خرمن کذب و باطل کے لئے حق و صداقت کی بجلی سے کم نہیں۔ یہ تبلیغی کارنامہ زندۂ جاوید رہے گا۔ (زمیندار ۳/۴۵ ۲)

ہفتہ وار "نیر اسلام" لاہور

سردار احمد خاں صاحب پتافی رئیس جام پور دین اسلام کے ایک نہایت مخلص کارکن ہیں۔ میں ان کو ذاتی طور سے جانتا ہوں ۱۹۳۸ء میں انہوں نے مجھ سے اپنے ان خیالات کا اظہار فرمایا تھا۔۔۔۔۔ چنانچہ آج ہم انہیں عملی میدان میں دیکھ رہے ہیں اور ہم مسلمانان ہند سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تحریک تنظیم میں شامل ہوکر سردار صاحب کا ہاتھ بٹائیں (نیر اسلام ایڈیٹوریل ۲/۴۵ ۲۲)

ہفتہ وار "الفلاح" پشاور

ہمیں یہ معلومات حاصل کر کے از حد خوشی ہوئی کہ بعض نیک سیرت نوجوانوں نے تنظیم اہل سنت کے نام سے ہندوستان میں ایک تحریک جاری کی ہے جس کا مقصد اغیار کی چوری سے اہلسنت کو بچا کر بیدار کرنا اور اس بڑی غیر منظم مذہبی جماعت کو یکجا کر کے اشاعت مذہب اسلام کی کوشش کرنا ہے چنانچہ ہم نے بھی اسی جماعت کی خدمیوں اور مذہبی فریضہ کے مدنظر سرحد میں کام شروع کر دیا ہے ہر حقیقی مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس تحریک میں شامل ہو کر دینی ترقی کا موجب بنے (مدیر ہفتہ وار الفلاح پشاور)

۲۔ محرکات مرکز اور آغاز تحریک

(از مہتمم مرکز)

جام پور، ضلع ڈیرہ غازی خان (پنجاب) میں بلوچ قوم کا ایک معزز خاندان "تیانی" آباد ہے۔ سردار احمد خاں صاحب اس تیانی برادری کے ایک محترم بزرگ ہیں۔ آپ کو اور آپ کے برادر بزرگ سردار نور محمد خاں مرحوم کو قدرت نے ایک حساس دل اور روشن دماغ دے کر مسلمانوں کی خدمت کیلئے پیدا کیا۔ اس زمانے میں جب کہ بڑے بڑے سرمایہ دار خدمت اسلام کیلئے ایک پیسہ تک دینے کے روادار نہیں، متوسط درجہ کے ان زمیندار فرزندان توحید نے بیس پچیس سال پیشتر ہزاروں روپیہ قربان کیا، اور صرف دامے، درمے نہیں قدمے سخنے، ہر ممکن طور پر اہل سنت کی تنظیم و ترقی میں وافر حصہ لیا۔ افسوس کہ سردار نور محمد خاں مرحوم اس حسرت اور اس سوز و گداز کو دل میں لئے ہم سے رخصت ہو گئے ...... ان کی آنکھیں اہل سنت کا مرکز دیکھنے کیلئے ترستی رہ گئیں۔ البتہ سردار صاحب کی قسمت میں یہ سعادت لکھی تھی۔ کہ وہ اس حسین تصور کو عالم وجود میں جلوہ گر دیکھیں۔

کوئی بیس سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ آپ ایک وفد لیکر چلے۔ لاہور میں مولانا احمد علی صاحب دارالعلوم دیوبند میں مولانا شبیر احمد صاحب، سید مرتضی حسن صاحب وغیرہم اکابر اور دہلی میں علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب سے ملے تنظیم اہل سنت اور نظام تبلیغ کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ ہر صاحب نے ضرورت محسوس کی مگر اس سلسلہ میں عملی اقدام کیلئے کسی بزرگ نے اپنے آپ کو فارغ نہ پایا۔

کاش! اس کام کی اہمیت کے پیش نظر اکابر میں سے کوئی صاحب اپنے آپ کو دوسری تمام مصروفیات سے فارغ کر لیتے۔ کاش! ہمارے سیدی مولانا مدنی علامہ سید سلیمان ندوی مولانا ابوالکلام آزاد جیسے بزرگ ہاتھ میں لیتے۔

اب دو صورتیں تھیں، یا تو سردار صاحب بھی اپنے برادر بزرگ کی طرح یہ داغ قبر میں لے جاتے یا یہ کہ اپنے ناتواں اور کمزور بازوؤں پر اعتماد کرتے ہوئے توکلاً علی اللہ کام کا آغاز کر دیتے

سردار صاحب نے دوسرے پہلو کو ترجیح دی اور نہ ہونے سے کچھ ہونے کو بہتر سمجھا۔

ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۲ دسمبر سنہ ۱۹۴۳ء کو ضلع گجر کے علماء و امراء کے اجتماع میں مرکز اہل سنت کا قیام عمل میں آیا جس کے صدر بالاتفاق جناب نوابزادہ محمود خاں صاحب خلف الرشید جناب سردار محمد جمال خاں صاحب لغاری تجویز ہوئے

احمد اور محمود کا یہ قدرتی انتخاب، ایک عجیب انتخاب اور مبارک فال ہے، خدا کرے محمود، محمود ہو اور بت شکن محمود! اور احمد، احمد ہو، غلام احمد جس کا غلام یعنی تحریک غلام احمد تحریک احمد کے قدموں میں دم توڑتی نظر آ سکے آمین!

مختصر روئداد اجلاس ۱۲/۲۲/۱۲

بصدارت سردار حاجی محمد علی خاں صاحب لغاری خلف الرشید جناب سردار حاجی دین محمد خاں صاحب مرحوم ۱۲

خطبۂ صدارت: اسلام عالمگیر مذہب ہے۔ بین الاقوامی چیز ہے۔ یہ کسی خاص قوم اور ملک کے ساتھ مخصوص و محدود نہیں۔ اسی طرح یہ چند اعمال و رسوم کا نام نہیں بلکہ یہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں راہنمائی کرتا ہے۔ اس کا محدود تصور غلط ہے۔ اور اس غلط تصور کی تبلیغ بھی غلط مقصد حیات: انسانی خلقت و پیدائش کا مقصد صحیح عبادت ہے کیا عبادت سے صرف فرائض و عبادات مراد ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں!! عبادت کا صحیح مفہوم قرآن اور حدیث کے واضح قانون کی سچی اطاعت، پابندی اور خدا اور رسول کے احکام و فرامین کے مطابق زندگی بسر کرنا ہے یہ آئین اور ضابطہ مکمل دستور زندگی اور مفصل ضابطۂ حیات ہے ایسا مکمل اور مفصل کہ اس میں کسی ترمیم و تبدیلی کی ضرورت ہے نہ تنسیخ تا قیامت کی گنجائش۔ افسوس! کہ ہم نے اسلام کا صحیح مفہوم نہیں سمجھا ہم زندگی کے ہر مرحلے پر اسلام سے راہنمائی کی درخواست نہیں کرتے ہم اپنا ہر قدم اسلام کی روشنی میں نہیں اٹھاتے۔ ورنہ آج ہماری یہ حالت نہ ہوتی۔

مسلمان خدائی فوج کا وفادار سپاہی ہے۔ امت مسلمہ کا فرض ہے کہ وہ ایک فوج بن کر دنیا پر چھا جائے۔ مگر عہد حاضر کے درندوں کی طرح نہیں! جو اپنے عمل سے خدائی کے دعویدار ہیں مسلمان خدا کا بندہ بن کر اٹھتا ہے وہ اس غرض کے لئے دنیا پر چھا جانا چاہتا ہے کہ آئین خدا کا نفاذ ہو۔ اور وحدہ واللہ کا اجرا، وہ حق وصداقت کیلئے لڑتا ہے اور امن و آزادی کے لیے جان عزیز تک قربان کر دیتا ہے۔

آج ہندوستان کی ہر چھوٹی بڑی جماعت یہ کہتی ہے کہ ہندوستان آزاد ہو مسٹر چرچل چاہتے ہیں کہ یورپ ہٹلر کے ظلم و تشدد اور قہر و استبداد سے نجات پائے۔ مگر غور فرمائیے اسلام کیا چاہتا ہے؟ اسلام چاہتا ہے ساری دنیا جبر و تشدد اور فتنہ و فساد سے پاک ہو ایک مومن کہتا ہے کہ جب تک خدا کی سرزمین فتنہ و فساد سے پاک صاف نہ ہوگی میں چین سے نہیں بیٹھ سکتا جب تک میں دنیا میں موجود رہونگا ظالم کا ہاتھ پکڑ لوں گا اسے مشق ستم اور ہوس رانی کی اجازت نہ ہوگی۔

مگر یہ اسوقت ہے کہ مومن پکا اور سچا مومن بنے۔ اگر ہمارا ایمان کامل نہیں ہے ہمارے قلب کا کوئی گوشہ نور ایمان سے منور نہیں ہے تو دوسروں کی آزادی و خدمت تو بجائے خود ہم تو چین سے سپین تک ہر جگہ مجبور اور غلام ہیں۔

ضرورت یہ ہے کہ اول تم اپنا ایمان کامل اور زندہ کریں پھر ایک مخلص جماعت کا قیام کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام جماعت پر انتہائی زور دیا ہے مگر اسلامی جماعت جو خالصۃً لوجہ اللہ کام کرے علماء و مبلغین کی یہ جماعت عوام تک خدا اور رسول خدا کا پیغام پہنچائے اور عامۃ الناس کے سامنے اسلامی تہذیب اور اسلامی روایات پیش کرے دنیا کو بتلائے کہ اسلامی تمدن کیا ہے۔ اسلامی کلچر کسے کہتے ہیں بے خبروں کو سمجھائے کہ اسلام صرف نماز روزہ اور حج و زکوٰۃ تک محدود نہیں بلکہ معاملات یعنی دین اخلاق و سیاست حتیٰ کہ خورد و نوش نشست و برخاست رفتار و گفتار۔ الغرض انسانی زندگی کے تمام فروعات پر نگرانی رکھتا ہے۔ کنٹرول کرتا ہے۔ بہرحال ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو قرآن و حدیث کی صحیح تعلیم دی جائے

تبھی تو ایک مسلمان سچا مسلمان بن سکتا ہے۔

مروجہ تعلیمی نصاب اور مروجہ نظام تعلیم نقائص و معائب سے پرہے کالج کی تعلیم ہمیں اسلام سے بغاوت پر آمادہ کرتی ہے ہمارے دماغ میں اشتراکیت سوفسطائیت وغیرہ خلاف اسلام تحریکات کی تخم ریزی کی جاتی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ مارکس نے یہ کہا لینن نے وہ کہا ہٹلر کیا چاہتا ہے۔ اس فضا میں یہ جذبہ باقی رکھنا کہ خدا کیا چاہتا ہے اس کا رسول کیا فرماتا ہے بساشکل بلکہ ناممکن ہے۔

اگر کوئی سعادت مند نوجوان کالج سے یہ ذہن بھی باقی لیکر نکلتا ہے کہ اسلام کیا چیز ہے، قرآن کیا کہتا ہے تو چونکہ وہ عربی تعلیم سے بے بہرہ ہوتا ہے اور انگریزی مطالعہ کا خوگر تو اسے اس موضوع پر جو انگریزی کتابیں پڑھنے کو ملتی ہیں وہ یا تو انگریز کے زور قلم کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ یا مرزائی کے فہم و فکر کا۔ انگریز مصنف ہمارے تو ہو ان کو۔ اسلام سے بدظن اور اسلامی تمدن سے متنفر کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے باقی رہا مرزائی لٹریچر، تو وہ از اں بدتر۔

ان حالات میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اسلام کی صحیح تبلیغ کی جائے۔ اور اسلامی زندگی کی صحیح تشہیر پبلسٹی کی جائے۔ دنیا کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لایا جائے۔ اس میں اسلامی دنیا کا نہیں تمام دنیا کی مشکلات کا حل ہے اور اس سے ہر قسم کے اضطراب کا ازالہ اور مصائب کا خاتمہ ہوگا ——————— صدر جلسہ کے ان ارشادات کے بعد محترم سردار احمد خاں صاحب تبانی نے فرمایا۔ صدر محترم کے ارشادات کی روشنی میں اب ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ کیا اس قسم کی کوئی تبلیغی جماعت کہیں موجود ہے؟ اگر نہیں اور افسوس ہے کہ نہیں۔ تو ہمیں وہ جماعت پیدا کرنی ہوگی۔

قرآن و حدیث پر عامل اور اسلامی تعلیمات و روایات کی حامل صرف جماعت اہلسنت ہے۔ ساری دنیا میں اس کی زبردست اکثریت ہے۔ مگر ہمارا کوئی مرکز نہیں تنظیم نہیں۔ نظام تبلیغ نہیں۔

کاش! یہ تحریک کسی اسلامی ملک سے اُٹھتی۔ کاش شاہ فاروق یا سلطان ابن سعود اسے ہاتھ میں لیتا۔

تعلیمی محاذ پر یونیورسٹی کے مقابل یونیورسٹی اور کالج کے مقابلہ میں کالج قائم ہے۔ سیاسیات میں بھی مسلمانوں نے کانگریس کے مقابلہ میں مسلم لیگ کی بنیاد ڈالی جمعیتہ اور احرار بھی بنے۔ بہر حال اس پلیٹ فارم پر بھی کچھ نہ کچھ ہو رہا ہے۔ مگر تبلیغ کا میدان اس وقت تک خالی ہے آج ہندوستان بھر میں چراغ لے کر ڈھونڈیں گے تو آپ کو کہیں اہل سنت کا تبلیغی مرکز نظر نہیں آئے گا۔ حالانکہ اسی سرزمین پر عیسائیوں، آریوں، مرزائیوں اور شیعوں کے سینکڑوں ادارے اور مراکز برسرکار ہیں۔

اہل سنت کی حدود

شیعہ کی سرگرمیاں بدگوئی صحابہؓ تک محدود ہیں۔ شیعہ زندگی کا پروگرام ماتم و سینہ کوبی اور سب و شتم پر مشتمل ہے مرزائیوں نے انسانی سعادت کے بلند ترین مذہبی مقام "نبوت" کو بازیچہ اطفال بنا کر وحدت امت کا شیرازہ تار تار کر دیا ہے۔ ان فرق باطلہ سے ملت حقہ کا اتفاق و اتحاد ناممکن ہے۔ باقی تمام مسلمان اہل سنت والجماعت کے دائرہ میں داخل ہیں۔ اور ہمارا حلقہ عمل یہی دائرہ ہو گا۔

محترم مولوی مشتاق احمد صاحب برادرم صوفی کرم بخش صاحب، محترم مولوی غلام محمد صاحب حاجی پوری، حافظ نبی بخش صاحب (دھنگانہ) اور

راقم الحروف کی مختصر تقاریر کے بعد باتفاق رائے اہل سنت والجماعت کی تنظیم اور مرکز تبلیغ کے قیام کی شدید ضرورت محسوس کی گئی۔

مجلس شوریٰ۔ سولہ معزز اراکین پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ مرتب کی گئی۔ جس کی صدارت جناب نوابزادہ محمود خاں صاحب کو پیش کی گئی اور نائب صدر سردار حاجی محمد علی خاں صاحب قرار پائے۔

فراہمی سرمایہ

اس مبارک تحریک کو چلانے کے لئے فراہمی سرمایہ کی ابتداء اسی مجلس سے کر دی گئی۔ مکرم صاحب صدر اور محترم نائب صدر نے تین تین ہزار سردار احمد خاں صاحب پٹھانی نے دو ہزار، انجمن اسلامیہ ناجن پور اور انجمن اسلامیہ کوٹلہ مغلاں نے ایک ایک ہزار روپیہ سالانہ دینا منظور فرمایا۔

قرار پایا کہ عملی اقدام کے متعلق تفصیلات پر غور و خوض کرنے کے لئے ۹ جنوری کو مجلس شوریٰ کا اجلاس ہو۔

کارروائی اجلاس مجلس شوریٰ

۱۲ محرم ۱۳۶۲ھ (۹ جنوری ۱۹۴۳ء) کو بصدارت صدر مرکز جناب نوابزادہ صاحب مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا۔ جس میں تحریک کے اغراض و مقاصد کی تعیین اور دستور العمل کی ترتیب عمل میں آئی۔ مجلس شوریٰ، مجلس عاملہ اور عہدہ داران کے فرائض و اختیارات متعین ہوئے۔ اور مجلس عاملہ تجویز کی گئی۔

اراکین مجلس عاملہ

۱ جناب نوابزادہ محمود خاں صاحب۔ (صدر)

۲ - جناب سردار حاجی محمد علی خاں صاحب (نائب صدر)
۳ - جناب سردار احمد خاں صاحب تپانی (ناظم)
۴ - جناب مولوی مشتاق احمد صاحب فاضل دیوبند۔
۵ جناب مولوی شیخ محمد عبداللہ صاحب فاضل دیوبند۔
۶ جناب مرزا حاجی یار محمد صاحب رئیس کوٹلہ مغلاں۔
۷ - سید نور الحسن بخاری - (مہتمم)

ضلع ڈیرہ غازی خاں سے باہر

آغازِ تحریک

اس اہم تحریک کی خدمت اہتمام کا شرف راقم الحروف کو نصیب ہوا جہاں یہ میری انتہائی خوش قسمتی ہے وہاں ملت اسلامیہ کی بدنصیبی ہے کہ اس عظیم الشان مرکز کی زمام اہتمام ——— جو ابوالکلام آزاد حضرت مولانا مدنی۔ علامہ عثمانی مفتی اعظم دہلوی یا سید سلیمان ندوی جیسے گرامی قدر حضرات کے مبارک ہاتھوں میں ہونی چاہیے تھی ——— مجھ ایسے نااہل کے ہاتھ میں دے دی گئی۔

بہر حال میں شروع فروری ۴۲ء میں ملازمت سے سبکدوش ہو کر لاہور پہنچا۔ دعوت تنظیم" اور جہد للبقا" دو ٹریکٹ شائع کئے اور وسط اپریل تک لاہور امرتسر سہارنپور۔ دیوبند۔ میرٹھ، دہلی، علیگڑھ اور لکھنؤ کا سفر کر کے اکابر ملت سے ملاقات کی لاہور اور دہلی میں مکان نہ ملنے پر ۲۴ اپریل کو امرتسر میں دفتر کرائے پر لیکر کام شروع کر دیا۔ (مولف)

۳- فریضۂ تبلیغ

نئی مشکلات اور نئی ضروریات

(از حضرت مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط۔ ایڈیٹر اخبار "زمزم"

مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط نے تحریک کے متعلق "زمزم مورخہ ۱۲ر جمادی الاول ۱۳۶۲ھ میں ایک بسیط افتتاحیہ بعنوان فریضۂ تبلیغ حوالہ قلم فرمایا۔ جو نقد اً بلفظہٖ بدیہ قارئین کرام ہے۔ مولف۔

اسلام ایک عالمگیر اور تبلیغی مذہب ہے۔ اس کا دائرہ ساری کائنات پر محیط ہے۔ اس کا رقبہ اس قدر وسیع ہے کہ اس میں ہر رنگ و نسل اور قوم کا انسان داخل ہو کر اطمینان قلب اور فراغ خاطر کی دولت سے مالا مال ہو سکتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ دعوت عامہ کے ذریعے تزکیۂ نفس مکارم اخلاق، قیام عدل اور اعمال خیر کی تکمیل۔ اور بندہ و معبود کے رشتے میں نوع بشری کو منسلک کر سکے اس پر سعادت کی راہیں کھل سکیں اور مادیت و روحانیت کے صحیح امتزاج سے دنیا کو مدنیت صالحہ اور پاکیزہ معاشی نظام کے ثمرات بہم پہنچائے اس کے ظہور کی غائیت یہ نہیں ہے کہ چند ماہرین ارضیات کو دریائے نیل کے مخرج کا نشان بتائے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ نجات کے مخرج اور اعمال خیر کے سرچشمے کی طرف عوام کی رہنمائی کرے اور انہیں دنیا کا صحیح استعمال بتا کر یہ یقین دلائے کہ کوئی نفس قانون مجازات کی گرفت سے باہر نہیں ہے اور نیکی اور بدی دو حقیقتیں ہیں جن کے فطری نتائج کا ظہور اپنے وقت پر ضرور ہوگا۔

اسلام کی زندگی بخش کتاب ــــــ قرآن حکیم ــــــ نے علمار حق کو اس بات کا ذمہ دار قرار دیا ہے کہ وہ دین حق کی آواز ہر انسان کے کان میں پہنچائیں اس پر اسلام کی جوہری تعلیم کو پیش کریں۔ اس پر واضح کریں کہ اسلام کی امتیازی خصوصیات کیا ہیں اور وہ کس معنی میں انسانی زندگی کا دستور العمل ہے دنیا کو یقین دلائیں کہ اسلام ہی دین اور دنیا کی سعادتوں کا ضامن ہے وہ کوشش کر کے ہر ایک انسان کے شکوک و شبہات کا ازالہ کریں ان کی ضروریات کا حل بتائیں۔ اور ان کی مشکلات کو دور کر کے اسلام کی بے خطا رہبری کی مشعل ہر قوم اور ہر ملک میں روشن کر دیں۔

علمار کا انتشار

عہد نبوی اور زمانہ خلفائے راشدین میں حاملین قرآن حکیم کی پوزیشن یہ تھی کہ وہی مفتی مذہب اور وہی قاضی عدالت تھے۔ وہی سپاہی اور وہی قائد تھے۔ وہی داعی اور وہی مبلغ اور مشنری تھے۔ انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا تھا۔ کہ اسلام دین اور دنیا کا جامع ہے۔ اور زندگی کا کوئی شعبہ اس کے دائرے سے باہر نہیں ہے۔ لیکن جب اسلامی سیاست اور شرعی نظام میں ابتری پیدا ہوئی۔ اور یورپ کی بدولت مذہب اور سیاست کی جدائی کا تصور پیدا ہوا۔ تو اس کا نتیجہ صرف یہی نہیں تھا کہ سیاست نااہلوں کے ہاتھ چلی گئی۔ بلکہ یہ بھی تھا۔ کہ علمائے کرام فکری انتشار میں مبتلا ہو گئے ان کی قیادت کا مرکز ثقل متزلزل ہو گیا ان کی فکری صلاحتیں تقلید و جمود کی نذر ہو گئیں۔ اور ان کی ہئیت اجتماعیہ پر ایسی ضرب لگی۔ کہ وہ آج تک نہ سنبھل سکے۔ اب حال یہ ہے کہ علمار کے لئے اجتہاد حرام ہو گیا ہے سیاست شجر ممنوعہ بن گئی ہے۔ اجتماعی اور عمرانی مسائل بدعت قرار پا گئے

ہیں۔ وہ نہ تو عصری افکار اور ذہنی رجحانات سے واقف ہیں۔ اور نہ مغربی سیلاب کی نوعیت سے باخبر ہیں۔ سیاسی نظریات نے جو نئے مسائل پیدا کر دیے ہیں اور جن کا حل خدا، مذہب اور اخلاق کو برطرف کر کے سوچا جا رہا ہے۔ علماء کرام کو ان کی ہوا تک نہیں لگی۔ مسلمانوں کا نوجوان طبقہ جن سیاسی اور اقتصادی مشکلات میں پھنسا ہوا ہے۔ انہیں دور کرنے اور اسلامی افکار و نظریات کو پیش کرنے کی ان میں صلاحیت نہیں۔ یہ روشن خیال طبقہ یورپ کے ائمہ ضلالت کے چنگل میں گرفتار ہے۔ اور مجبور ہے کہ وہ مارکس اور انجلز لینن اور سٹالن، ہٹلر اور مسولینی کے نظریات کو قبول کرے۔ اس طبقہ کو ان مشکلات سے نجات دلانے اور اسلام کی روشنی سے بہرہ مند کرنے کی کوئی سعی عمل میں نہیں لائی جاتی۔ اور اسی بے خبری اور غفلت سے اس خیال کو تقویت دی جا رہی ہے۔ کہ اسلام میں موجودہ مشکلات کا کوئی حل نہیں ہے۔ اور قرآن کا نظام حیات جدید اور سائنٹیفک تحقیقات کے مقابلے پر نہیں ٹھہر سکتا۔ جب علماء کی تہی دامنی کا یہ عالم ہو۔ تو ظاہر ہے کہ تعلیم یافتہ طبقے کی پیاس کون بجھائے۔ اور ان کے سفر کی سمت کون متعین کرے؟ چند شخصیتیں اور ادارے۔ اس وقت تعلیم یافتہ مسلمانوں کی رہنمائی کا فرض چند شخصیتیں اور چند ادارے انجام دے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ... دار المصنفین اعظم گڑھ اور علامہ سید سلیمان ندوی کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ محترم علامہ کی تحقیقات اور تصنیفات نے بہت بڑی حد تک اس مقصد کو پورا کیا ہے۔ اور اسی ادارے کی برکت ہے۔ کہ متوازن ذہنیت کا اسلامی طبقہ مغربی سیلاب میں بہنے سے رک گیا ہے۔ ندوۃ المصنفین دہلی

نے بھی موجودہ مشکلات کو دور کرنے اور مذہب کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔
اور اس نے وقتی رجحانات کا احساس کر کے ایک ایسا قدم اٹھایا ہے۔ جو اگر متحرک رہا۔ تو اس کے لئے کامیاب ہونا مشکل نہیں۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی عظیم و جلیل شخصیت اور علامہ اقبال کی اسلامی تحریک کو ہندوستان کی اسلامی دنیا فراموش نہیں کر سکتی۔ تعلیم یافتہ طبقہ مولانا آزاد سے بے حد مانوس ہے۔ اس طبقہ پر آپ کے افکار غیر شعوری طور پر چھائے ہوئے ہیں۔ اور اسے اطمینان ہے۔ کہ عہد جدید کا یہ مفکر اعظم بہت سی مشکلات کو حل کرنے کی غیر معمولی قابلیت رکھتا ہے۔ اگر مولانا موصوف کا دامن سیاسیات میں نہ الجھا ہوا ہوتا۔ تو آپ عصری ضروریات کے لئے اپنی خداداد قابلیت سے ضرور کام لیتے اور تعلیم یافتہ طبقہ کو آپ کے تجدیدی کارناموں سے بہرہ مند ہونے کا موقع ملتا۔ علامہ اقبال مرحوم نے جس اسلامی فلسفے کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس کا نتیجہ ہوا۔ کہ ایک خاص طبقے میں قرآنی روح جلوہ گر ہو گئی۔ اور وہ بڑی حد تک فکری انتشار سے بچ گیا۔

اس سلسلے کی آخری کڑی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی بلند پایہ شخصیت بھی اسلامی نظام کی تعمیر میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی بصیرت نے زمانہ حاضرہ کی ذہنی تحریکات اور دماغی محرکات کو بہت اچھی طرح سمجھا ہے آپ ایک ایسے علم کلام کی طرح ڈال رہے ہیں۔ جو اسلامی مزاج اور عصری تحریکات کے عین مطابق ہے۔ اور جو تعلیم یافتہ نوجوانوں کو مغرب کی ذہنی غلامی سے بچانے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔

غرض ان مفید تحریکات اور بلند پایہ شخصیتوں کی مساعی کے باوجود ضرورت

محسوس کی جا رہی ہے۔ کہ دنیا کی سطح پر ایسے خبیر و بصیر علماء نمودار ہوں۔ جو نہ صرف اسلامی مزاج کے شناسا ہوں۔ بلکہ جدید تحریکات و رجحانات کے رمز شناس بھی ہوں۔ اور تعلیم یافتہ طبقے کو ذہنی انتشار سے بچانے اور ان کے مسائل کو حل کرنے کی اپنے اندر پوری قابلیت رکھتے ہوں۔

"مرکز تنظیم اہل سنت"۔ سب سے آخر میں۔ اور آخر زمانہ کے آخر دور میں "مرکز تنظیم اہل سنت" کے نام سے ایک آواز جام پور (ڈیرہ غازی خاں) سے اٹھی ہے۔ اس کے بانی جناب سردار احمد خاں صاحب پتافی ایک حساس اور درد مند مسلمان ہیں۔ آپ آج سے نہیں، بیس سال سے اس فکر میں مبتلا ہیں۔ کہ مسلمانوں کی مرکزی تنظیم ہو۔ امت اسلامیہ کی اصلاح کتاب و سنت کی بنیادوں پر ہو۔ فرق باطلہ کو راہ راست پر لانے کے لیے حکمت قرآنی کو ذریعہ بنایا جائے۔ مخالفین اسلام کو حکمت و موعظہ حسنہ کی راہ سے دعوت اسلام دی جائے۔ اور ان پر اسلام کی عقلی حکمتوں کو اس طور پر واضح کیا جائے۔ کہ وہ پوری بصیرت کے ساتھ اسلام کو قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ سردار صاحب کی یہ تحریک بیس سال کے طویل تجربے کا نتیجہ ہے۔ اور آپ نے مخلصین کی ایک ایسی جماعت زیر صدارت نوابزادہ محمود خاں صاحب پیدا کر لی ہے۔ جو اس کام کا بیڑا اٹھائے گی۔ اور اس آواز کو ہندوستان کے گوشے گوشے میں پہنچائے گی۔ اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے ہر مسلم جماعت اور اکابر ملت سے تعاون کرے گی۔ اس تحریک کے اغراض و مقاصد شائع ہو چکے ہیں۔ اور اس کا دفتر دہلی یا لاہور میں کھلنے والا ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس تحریک کا اپنا ایک مستقل ذریعہ

ہو گا۔ جو ترجمان ہونے کی حیثیت سے مرکز تنظیم اہل سنت کی آواز کو ہر مسلمان تک پہنچائے گا۔ اور جب کام شروع ہو گا۔ تو معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس تحریک کا بنیادی مقصد دور جدید میں کس حد تک ضروری ہے۔ اور اس کے ذریعے مسائل حاضرہ کی گرہ کشائی کہاں تک ہوتی ہے۔

ہمیں اس تحریک کے بانیوں اور منتظموں سے توقع رکھنی چاہیئے۔ کہ وہ تبلیغ اور اشاعت اسلام کے اہم ترین مقصد کے لئے ایسے علمار کی خدمات حاصل کریں گے۔ جو صاحب بصیرت ہوں۔ جدید تحریکات سے آگاہ ہوں مسلمانوں کے عام ذہنی انتشار اور مغرب کے تباہ کن رجحانات سے باخبر ہوں۔ اور ادیان عالم کے اصول و مبادی پر خاصی دسترس رکھتے ہوں۔ اور ساتھ ہی مقرر اور خطیب بھی ہوں۔ کہ اس کے بغیر دعوت حق اور ازالۂ شکوک کا فریضہ کماحقہٗ ادا نہیں ہو سکتا۔ موجودہ زمانے میں تبلیغ کی ذمہ داریاں ان علمار پر نہیں ڈالی جا سکتیں جنہوں نے فکر و اجتہاد کا دروازہ اپنے اوپر بند کر رکھا ہو۔ اور جو تعلیم یافتہ طبقے کی مشکلات سے ناواقف اور اسلامی نظام کے نظری اور عملی گوشوں سے بے خبر ہوں۔ اگر اس معیار کے علمار میسر نہ ہوں۔ تو مرکز تنظیم اہل سنت کا فرض ہو گا۔ کہ وہ اس قسم کے مبلغ پیدا کرے۔ اور کوئی ایسا عاجلانہ قدم نہ اٹھائے۔ جس کا انجام ناکامی، ندامت اور اغیار کی انگشت نمائی ہو۔"

"زمزم" ۱۵ ؍ ۴۴ ء

جہد للبقا

(۱)

از محترم سردار احمد خاں صاحب پتافی بانیٔ تحریک

تمہید و تعارف

خدا اپنے دین کی خدمت جس سے چاہے لے۔ یہ اس کا لطف وکرم اور فضل واحسان ہے۔ اس میں انسان کے فضل وکمال کو دخل ہے نہ مال و اقتدار کو۔ ہندوستان میں بڑے بڑے صاحب علم وحکمت، ارباب حکم ودولت گزرے ہیں۔ اور ہیں۔ مگر خدمت اسلام کے ایک اہم شعبہ —— تنظیم ملت اور نظام تبلیغ —— کی طرف آج تک کسی کو عمل واقدام کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ اس لئے نہیں۔ کہ اس شعبہ کی ضرورت نہیں یا کسی کو تامل و تردد ہو۔ سب اس کی اہمیت کے قائل اور معترف ہیں۔ پھر یہ فروگذاشت کیوں؟ خدا جانے! ہم اس فروگذاشت کو امت مسلمہ کے لئے ایک حادثہ سے تعبیر کریں گے۔ بالآخر قدرت نے اس عظیم الشان خدمت کے لئے اپنے جس بندے کا انتخاب کیا۔ وہ نہ مستند عالم وفاضل ہے۔ نہ بہت بڑا سرمایہ دار۔ جام پور ضلع ڈیرہ غازی خاں کا ایک اوسط درجہ کا خوشحال زمیندار ہے جسے مبدأ فیض سے ایک حساس ترین دل اور روشن وبیدار دماغ عنایت ہوا ہے۔ تحریک تنظیم کا تصور وتخیل آپ کے دل ودماغ کی پیداوار ہے۔ میں ہوں یا نوابزادہ محمود خاں، حاجی محمد علی خاں ہوں یا حاجی

یار محمد خاں، مولوی مشتاق احمد صاحب ہوں یا مولانا لال حسین اختر، برادرم عبدالرحیم خاں ہوں یا صوفی کریم بخش، سب آپ کے "خود کاشتہ" پودے اور آپ کے لگائے ہوئے بیل بوٹے اور پھل پھول ہیں۔ اس باغ کے مالی، تحریک کے بانی اور جماعت کے موسس صرف آپ ہیں۔ اور اس نظام کا کریڈٹ صرف آپ کو حاصل ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

ع۔ تحریک را محرک نیکو کند بیاں۔ آپ نے اپنے قلم سے تحریک کے متعلق چند رسالے مرتب فرمائے ہیں۔ جو مرکز کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک رسالہ جدید للنفاء ہے۔ جس کا ایک حصہ بعنوان "اہلسنت کو دعوت تنظیم" اس وقت ہدیہ قارئین کرام ہے۔ (مہتمم مرکز)

اہل سنت کو دعوت تنظیم

ضرورت تنظیم۔ آنکھیں کھولو تو دیکھو گے۔ کہ یہ زمانہ محض جماعتی زندگی کا زمانہ ہے۔ اکیلی اور انفرادی زندگی بسر کرنے والوں کو کوئی حق نہیں۔ کہ وہ زندہ رہیں۔ ان کا کوئی حق نہیں کہ ان پر رحم کیا جائے۔ بلکہ ان کا حق ہے کہ ہر مٹیں۔ اسلام نے تو اپنی بنیاد ہی جماعتی زندگی پر رکھی ہے۔ ہم اکیلے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ اکیلے حج نہیں کر سکتے۔ اکیلے زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ اور مشاورت کے بغیر اکیلے خلافت نہیں کر سکتے۔ بلکہ مسلمان اگر ہم سفر ہوں۔ تو جب تک آپس میں منظم نہ ہوں اور امیر سفر منتخب نہ کریں ان کا طریق سفر غیر مسنون اور منحوس ہوگا۔

اہل سنت کا انتشار۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ افراد اہل سنت ایسے زمانہ میں بھی اسی اکیلے پن اور انفرادیت کی نحوست میں بری طرح مبتلا ہیں۔ نہ انہیں احکام خدا و رسول کا پاس ہے۔ نہ انہیں توفیق ملتی ہے۔ کہ اپنے ہمسایہ فرقہ جات، آریہ مرزائی، سکھ، عیسائی کو دیکھ سکیں۔ وہ اس قدر جہالت و جمود میں مبتلا ہیں کہ انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔

اہل سنت کا بلند مقام۔ جماعت اہل سنت ماشاءاللہ سیاسی اور مذہبی اعتبار کے اعتبار سے بہت وسیع اور جامع واقع ہوئی ہے۔ اسلامی تعلیم، عمل شارع علیہ السلام، اعمال صحابہ کرامؓ اور سنت تابعینؒ کی رو سے تقسیم دولت، سرمایہ شکنی اور جمہوریت کے تازہ ترین اور مفید ترین اقتصادی و سیاسی نظریوں کی اساس و بنیاد کا سراغ اسی جماعت اہلسنت میں ملے گا۔ اور بالآخر ان نظریوں کو اسی جماعت میں پناہ ملے گی۔ اور مذہبی لحاظ سے بھی قرآن و حدیث اور اعمال صحابہ کرامؓ کی سند کے بعد جہاں تک فقہ اور اجتہاد کا تعلق ہے۔ فروعات ہیں یہ جماعت ائمہ اربعہؒ میں حق دائر اور سائر سمجھتی ہے۔ گویا ان کے جس قدر اختلافات ہیں۔ ان سب کو فروعات کے درجہ میں ڈالا گیا ہے۔ اس کے علاوہ وقتی حالات اور ضرورت کے متعلق کوئی بزرگ استخراج مسائل میں اپنی تحقیقات سے بھی کام لیں۔ اور یہ تحقیق قرآن، حدیث اور اعمال صحابہ کرام کی رو کے خلاف نہ ہو۔ تو اس پر بھی جماعت کو کوئی اعتراض نہیں۔ اس جماعت کو تکفیر میں اس قدر عظیم تامل ہے کہ کسی کے قول میں ایک فیصدی بھی احتمال ایمان پایا جائے۔ تو تفتیش تکفیر میں عجلت نہ چاہیئے۔ اس کا یہ مسلک اتنا معروف ہے۔ کہ اس بارہ میں نہ حوالہ جات کی ضرورت ہے نہ گنجائش۔

لیکن آج بدنظمی اور بے مرکزی کی وجہ سے جب جماعت کا تبلیغی شیرازہ نہ رہا تو اس کی وسیع الخیالی اور رواداری باعث صد رحمت ہونے کی بجائے وبال جان اور زحمت بن گئی۔ وقتی حالات سے پیدا شدہ صورت حالات کے گوشے کو نہ سنبھالے جا سکے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ فرقہ جات باطلہ کو گنجائش اور سمائی مل گئی۔ اب جبکہ ربط و تنظیم قوموں کے لئے بقاء حیات کا درجہ رکھتی ہے۔ اور بے ربطی، انتشار و انفرادیت بلا مبالغہ موت و فنا کے مترادف ہے۔ تو ایسے وقت میں بھی یہ جماعت اہل سنت اپنا شیرازہ اس قدر بکھیر چکی ہے۔ کہ اس پر لفظ جماعت کا اطلاق ہی ناجائز ہے۔ یہ برائے نام جماعت ایک آوارہ بھیڑ کی حیثیت میں زندگی بسر کر رہی ہے نہ یہ کسی سے سمجھے۔ اور نہ کوئی اسے سمجھا لے۔ درحقیقت یہ عجیب طرح کی افراتفری میں مبتلا ہے۔ ایسے حالات میں اسے جو بھی لوٹنا چاہے لوٹے۔ اور جو بھی بہکانا چاہے بہکائے ہر پولیٹیکل کھلاڑی کے لئے یہ ایک عمدہ فیلڈ ہے۔ اس کے مفاد کو قربان کر کے مراتب اور مناصب حاصل کئے جاتے ہیں۔ ہر مذہبی موجد کے واسطے یہ ایک عمدہ شکار گاہ ہے۔ اور بنا بنایا ذخیرہ ہے۔ جو بھی دعویدار اٹھے اس کا ایک حصہ بے تکلفی کے ساتھ اپنی پیروی اور اقتدار کے لئے چھانٹ لے۔ اس کا نہ کوئی نظام اور نہ کوئی پروگرام اس کے افراد تبلیغی بے مرکزی کے سبب لاوارث، آوارہ اور مخالفین کے اعتراضات سے ذلیل و عاجز۔ بلکہ ہر نئے فتنے کو قبول کرنے کے واسطے آمادہ اور تیار ملتے ہیں۔

جماعت اہل سنت کے ذمہ دارو! خدارا اب بھی سنبھلو اور سنبھالو جماعتی زندگی کی طرف رہبری کر کے اپنی جماعت کی خودی بیدار کرو۔ اسلامی اصول اور اسلامی عقائد اور اسلامی مسائل پیدا کر دیا ان میں کچھ اپنا نیبو نچوڑ کر لوگ اپنا لیبل لگا لیتے ہیں۔ پھر ان کو اپنی طرف سے پیش کر کے اپنی خود نمائی کرتے

پھرتے ہیں۔ تم دوسروں کی تعریف و مدح سرائی اور ان کی خوبیوں کو سراہنا چھوڑ کر خود اسلام پر عمل کرو۔ اور اسلام پیش کرو۔

مشترک مفاد۔ پہلے اسلامی انجمنیں منظم ہو جائیں۔ پھر بین الاقوامی مسائل کی باری آئے گی۔ بفضلہ تعالیٰ اس موقع پر بھی جماعت اہل سنت اپنی روایتی رواداری اور فراخ دلی کا ثبوت دے گی۔ شیعہ اور مرزائی فرقہ کو ہم جس قدر گمراہ اور اضل سمجھیں پھر بھی دیکھنا ہوگا۔ کہ کس مشترک مطالبہ کس مشترک پلیٹ فارم اور کن شرائط کے تحت ان کے ساتھ تعاون اور اشتراک عمل ہو سکتا ہے۔ اور ملکی حقوق اور ملکی مطالبات کے مشترک پلیٹ فارم پر غیر مسلم اقوام کے متعلق ہمارے فرائض کیا ہیں۔ اس وقت حالت یہ ہے۔ کہ ہمارے کئی افراد مشترک پلیٹ فارموں پر پیش پیش ہونے میں تو ان کو اپنا جماعتی پروگرام کلیتہً فراموش ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے جن افراد کو اپنی جماعت کا قدرے احساس ہے۔ انہوں نے مشترک پلیٹ فارم کو قطعاً نظر انداز کر رکھا ہے۔ الغرض نہ تنگ نظری میں کوئی حد ہے اور نہ وسعت نگاہ میں امتیاز۔

ع

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہ بنے

تعمیری پروگرام۔ جب بھی اصلاح و تنظیم اہل سنت کا ذکر ہو۔ تو مسلمانوں کے اس طبقہ کا ذہن جو سیاست سے کسی قدر دلچسپی رکھتا ہے۔ فوراً محض عقائد کی ایسی مجادلہ آرائی اور غیر ضروری بلکہ فضول مصروفیت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ جس کی متحمل سیاسی فضا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس تحریک کا نام سن کر وہ طبقہ بے ذوق ہو جاتا ہے۔

ٹھیک اسی طرح جب کسی سیاسی تحریک کا تذکرہ ایسے افراد اہل سنت

کے سامنے کیا جائے۔ جو مذہبی شغف رکھتے ہیں۔ تو یہ لوگ اپنے جماعتی انتشار اور انحطاط کو دیکھ کر اور یہ سمجھ کر بددل ہو جاتے ہیں کہ جب ہمارا کوئی جماعتی نظام ہی نہیں تو سیاسی حقوق اگر مل بھی گئے تو ہمارے کس کام کے؟

ان حالات میں ہماری پوزیشن یہ ہے۔ کہ ہم اپنی تحریری و تقریری مساعی کو عقائد کی بحث تک محدود نہ رکھیں گے بلکہ مخالفین کے بالمقابل دعوت و مدافعت کے علاوہ جماعت اہل سنت کے تنظیمی اور تعمیری پروگرام کے نفاذ و ترویج پر پوری قوت صرف کردیں گے۔ ٹھیک اسی طرح، جس طرح سکھ پنتھ اور آریہ سماج نے بیک وقت کھنڈن اور منڈن کا کام ہاتھ میں لے رکھا ہے۔

راہ نجات بس یہی ہے۔ کہ ایک مضبوط مرکز کے ذریعہ افراد اہل سنت کو شہری اور مضافاتی جماعتوں میں منظم کیا جائے۔ زندگی کے دنیوی شعبوں میں ان کی رہنمائی کرنے کے ساتھ مخالفین کے حملوں سے ان کی حفاظت اور سرپرستی کی جائے۔ آج یہ چیز فرض عین ہے۔ یہ تمام اغراض سے بالاتر غرض ہے۔ آپ یتیم کی پرورش کرتے ہیں۔ جو بلاشبہ ایک مستحسن امر ہے۔ مگر ان کے ایمان کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں کرتے۔ یتیم ہماری امداد اور ہمارے روپیہ سے پڑھ کر ایم۔اے کر اغیار کے ہاتھ چڑھ جاتا ہے۔ اور تنخواہ کا بڑا حصہ اپنے مرکز میں دیتا جو ہمارے خلاف استعمال ہوتا ہے۔ فرمائیے! یہ مار آستین آپ نے پالا یا نہیں؟

یتیم کا سوال نہیں۔ میں تو کہوں گا۔ جب تک دینی تربیت اور تحفظ عقائد کا اہتمام نہیں اپنی اولاد کی تولید اور پیدائش کا سلسلہ بھی ملتوی کردیا جائے۔ کیا مسلم خون سے ایک کافر وجود کی موجودگی کی نسبت اس کی غیر موجودگی بہتر نہیں؟

۵۔ جہد للبقاء

(۲)

اغیار پر دلچسپ تنقید

(از محترم سردار احمد خان صاحب بتیانی)

محترم سردار صاحب کے رسالہ جہد للبقاء کا دوسرا حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ (مؤلف)

جماعت اہل سنت کے علمبردارو! تمہیں کوئی پرواہ نہیں۔ کہ تمہارے کنبے اور تمہاری برادری میں سے کتنے شیعہ بنے، کتنے مرزائی بنے۔ اور کتنے دہریہ۔ باقی کتنے اس حالت میں ہیں کہ ذرا کہیں سے کوئی تحریک ہو۔ کوئی دعوت کرے۔ تو وہ تمہاری بے مرکزی، بدنظمی، اور جماعتی انتشار کا شکوہ کرتے ہوئے گمراہ فرقہ جات کے محض نظام اور انتظام کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ورنہ کسی صحیح الفطرت انسان تو بجائے خود، ایک صحیح العقل انسان کے لئے بھی ان قدیم و جدید مذاہب میں کیا کشش ہو سکتی ہے۔

شیعیت۔ مثلاً شیعہ فرقہ کا پروگرام دیکھئے۔ ساری عمر خلافت اور باغ فدک کے جھگڑے کی بنا پر حضرات خلفائے راشدین کے حق میں بدگوئی کرنا۔ اور حضرت امام حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کو شکست کا رنگ دے کر معرکہ کربلا سے پامردی اور استقامت کا سبق لینے، اور ان کو [illegible] کرنے کی بجائے ساری عمر رونا دھونا ان کا مشغلہ ہے۔

غور کیجئے! جس خلافت کے متعلق ٹھیک موقع و محل پر حضرت علیؓ جیسا جری

اور بہادر اور بقول شیعہ وعویدار خلافت خود تو خاموش اور روادار رہے۔ لیکن تیرہ سو سال گزر جانے کے بعد ایسے اشخاص جو عام طور پر طہارت عامہ سے بھی عاری ہوں۔ بڑی جسارت کے ساتھ خلافت کا جھگڑا چکانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ ان سے کوئی نہیں پوچھتا۔ کہ تیرہ صدیوں کے بعد تم نے یہ کیا مذاق بنا رکھا ہے۔ اور اب تم چاہتے کیا ہو۔ اگر یہ کوئی جھگڑا تھا۔ تو اس کے نپٹانے کا وقت وہی تھا۔ کہ خود جناب حضرت علی تلوار اٹھا کر بطور دعویدار کھڑے ہو جاتے۔ ان کے سامنے، ان کی موجودگی میں ایک کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری پے در پے تین خلافتیں قائم ہوتی رہیں۔ مگر وہ خاموش رہے۔ ان کو کیوں اتنا بزدل بناتے ہو۔ کہ وہ اتنے عرصہ میں اپنا دعویٰ لے کر کھڑے نہ ہو سکے۔ اور اگر انہوں نے اس وقت اختلاف و مخالفت مناسب نہ سمجھی۔ تو تیرہ سو سال کے بعد تم نے یہ کیا بے وقت کا شور مچا رکھا ہے۔ بقول آپ کے انہوں نے عین وقت اور ٹھیک موقع پر تو تقیہ اختیار فرمایا۔ لیکن ان کے عمل کے خلاف اس وقت تم کو تقیہ چھوڑنے کا کون سا حسن موقعہ ہاتھ لگ گیا ہے۔ جب کہ نہ خلافت ہے نہ خلیفہ۔

صلح کے لیے اور با آلاخر نزاع دفع کرنے کی خاطر اگر ہم آپ کی حمایت کرنا چاہیں۔ تو اب کون سی خلافت خالی ہے۔ اور آپ کس صاحب کو مسند خلافت پر بٹھانا چاہتے ہیں؟ یا صرف بدگوئی کے لیے یہ شغل ہی آپ کو مرغوب ہے؟

درحقیقت حضرت علی حضرات خلفاء کی خلافت کے روادار تھے۔ اور یہ ... خلافتیں ان کو منظور تھیں۔ ورنہ تقیہ اگر اتنا محبوب عمل تھا۔ تو حضرت امیر معاویہؓ کے وقت کیوں اختیار نہ کیا گیا۔ اور ان کے خلاف کیوں کھلم کھلا لڑائی منظور

کر لی گئی۔

امیر معاویہؓ کے حق میں بھی خدا معلوم ہم لوگوں کے کیا کیا خیالات ہوتے۔ لیکن خود حضرت امام حسنؓ نے ان کی بیعت کر کے معاملے کی اہمیت بالکل مٹادی اب آپ امام حسنؓ کو کیا کہیں گے۔ شاید آپ ان پر بھی تقیہ کا الزام دیں۔ لیکن امام حسینؓ نے اپنی تھوڑی جمعیت کے باوجود تقیہ کی آبائی سنت کیوں چھوڑدی حالانکہ وقت کی نزاکت اور مصلحت کے لحاظ سے ان کو تقیہ کی سخت ضرورت تھی۔

باغ فدک کو جناب علیؓ نے اپنے دور خلافت میں بھی واپس نہ فرمایا۔ گویا خلفائے ثلاثہؓ کی طرح بقول آپ کے وہ بھی اس جرم کے مرتکب ہی بنے۔

دیکھئے! اور غور کیجئے! جناب علیؓ اور حضرت امام حسنؓ و حسینؓ نے خود اپنے عمل سے شیعہ لوگوں کے ایک ایک عنوان کو کس خوبی اور کس صفائی سے توڑ دیا ہے۔ رہی حضرت امام حسینؓ کی شہادت۔ اللہ تعالیٰ ان کو مبارک کرے انہوں نے تقیہ کو منافقت سمجھا۔ حق پر اڑے اور مردانہ وار لڑے "شہادت" اسلام میں ایک بلندترین مقام ہے۔ اس واقعہ کو بھی اپنا اصلی درجہ ملنا چاہیے نہ یہ کہ اپنی غلیں کی خاطر ان کو ذلیل، عاجز اور درماندہ دکھا کر ان کی شکست اور عاجزی کا مظاہرہ ضروری سمجھا جائے۔ اور ایک ہی بات کو بار بار دہرا کر مذہب کو محض رونے دھونے تک محدود کر دیا جائے کسی نے سچ کہا ہے "کہ یہ مذہب صرف ماضی کو رونے کا مذہب ہے۔ اس کا کوئی مستقبل نہیں"۔ اسلام اپنی اشاعت اور اللہ کا نام بلند کرنے کرانے کا طالب ہے۔ مگر اس مذہب کے پیروؤں کو حضرات خلفائے عظام کے حق میں بدگوئی کرنے اور امام حسینؓ کو عاجز و بے بس جان کر ان کے حق میں رونے دھونے سے

فرصت نہیں۔ سالوں پہ سالیں، اور صدیوں پہ صدیاں گذرچکی ہیں۔ لیکن ان کی مصروفیت رونے سے آگے نہیں بڑھتی۔ اور نہ آئندہ بڑھے گی۔ حضرات اہل بیت کی جتنی زیادہ توہین و ذلت بیان کی جائے اتنی زیادہ ان کی مجلس گرم اور بارونق ہوتی ہے۔ ذاکر وہی کامیاب رہتا ہے۔ جو خاندان نبوی کو زیادہ ذلیل زیادہ بے بس اور زیادہ عاجز بیان کرے۔ الغرض اس تمام گورکھ دہندے میں کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کوئی کام ہو۔ تو شرکت کی جائے۔ کوئی تجویز ہو تو حمایت کی جائے۔ اس فرقہ میں ہے کیا؟ صرف دائمی گریہ، دائمی بدگوئی۔ کیا یہ مشاغل مذہب کہلانے کے لائق ہیں؟ استغفراللہ ثم استغفراللہ! ؂

دشنام کہ دلاً مذہب طاعت باشد
مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم!

مرزائیت۔ مختصراً اور محض مختصراً مرزائیت کو لیجئے۔ جس میں سب سے بڑا انوکھا دعویٰ یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب (خدانخواستہ) نبی تھے۔ اور ان کی سب سے انوکھی تعلیم یہ ہے کہ جہاد منسوخ ہے۔ ورنہ باقی عقائد اور مسائل اسلامیہ کے متعلق اس جماعت کا مسلک یہ ہے کہ ان مسائل اور عقائد کی سابقہ اختلافی صورتوں میں سے کسی ایک کو قبول کرلیتی ہے۔

اپنے ممتاز مسلک تنسیخ جہاد کی تاویلیں تو حالات حاضرہ سے مجبور ہو کر ان کے پیرووں نے ابھی سے شروع کردی ہیں۔ البتہ ایک بڑی خدمت یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کی خبر دے کر انہوں نے الوہیت مسیح کی جڑ کاٹ دی ہے"۔ حالانکہ اس قسم کی جڑیں ۱۳۰۰ سو سال سے قرآن کریم نے مکمل طور پر کاٹ کر رکھ دی ہیں۔ حیات و ممات کے مسئلہ کو خواہ مخواہ الوہیت

کی جگہ قرار دے دیا گیا . . . اپنی نبوت کا رستہ صاف کرنے کے لئے تو بے شک یہ ایک بہت ہی عمدہ اور مفید عنوان ہے لیکن فی الحقیقت الوہیت کی جڑ کاٹنی تھی تو عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ثابت کرنے کے لئے چند الہامات حاصل کر لئے جاتے۔ پھر تو قصہ ہی پاک تھا۔ "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری"۔ الوہیت کا تخیل تو پیدا ہی اسی عقیدہ سے ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ کوئی انسان نہ تھا۔ اسی وجہ سے حضرت بی بی مریم علیہا السلام کے حمل میں عیسائی لوگ خدا تعالیٰ "جزو نور" اور نعوذ باللہ "نطفہ" وغیرہ کی مراد اور قرینہ لیتے ہیں۔ اور اسی لئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا حقیقی بیٹا یقین کرتے ہیں۔ اور پھر اسی حقیقی بیٹے کی قربانی سے "کفارہ" کی اہمیت بڑھائی جاتی ہے۔ تثلیث میں ایک اور ایک تین کا ناقابل فہم اور مضحکہ خیز فلسفہ محض اسی عقیدہ کی پیداوار ہے۔ حیرت ہے اتنی موٹی بات تک تو مرزا صاحب کی نگاہ نہ پہنچی۔ اور وہ صرف اپنا پاؤں ٹکانے کے لئے حیات و ممات جیسے غیر اہم عنوان سے بہل گئے۔ اپنی ساری عمر اور اپنی نبوت کا سارا زور اسی مسئلہ پر صرف کر دیا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ اور ہیں ظلی، بروزی، تشریعی اور غیر تشریعی، مستقل اور غیر مستقل وغیرہ وغیرہ نظریات بھی بدلتے رہے۔ ان دعاوی کا متعلقہ لٹریچر بہت دلچسپ ہے۔ اس میں نبوت کی تائید و تردید کا بہت بڑا رسالہ اور میگزین جمع ہے۔ ظلی اور حقیقی دعاوی کا جونسا پہلو بھی لو۔ اس میں اس کی حمایت و تردید دونوں موجود ہیں۔ دونوں مرزائی پارٹیوں کے سامنے مرزا صاحب کے گول مول الہامات اور اقوال پڑے دلالت کرتے ہیں۔

بہر حال حیات و ممات عیسیٰ علیہ السلام پر مرزا صاحب نے سرسید جیسے اولین

وسابقین کی کاسہ لیسی ضروری سمجھی۔ اس کے ساتھ دعویٰ نبوت بھی جڑ دیا۔ لیکن ولادت مسیح کا معاملہ مرزا صاحب کے زیر غور آ ہی نہ سکا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اتنے شور دغوغا کے باوجود اپنے تجویز کردہ جدید رنگ میں اور نیچری معیار پر مسیح علیہ السلام کی الوہیت شکنی کا کام سرانجام نہ دے سکے۔ اس لحاظ سے تو لاہوری جماعت کے امیر زیادہ دانشمند اور زیادہ ہوشیار نکلے۔ "پدر نتواند پسر تمام کند" جوں توں کر کے اسرائیلیات وغیرہ سے عیسیٰ علیہ السلام کا باپ یوسف نجار ڈھونڈ ہی نکالا۔ اسے کہتے ہیں الوہیت کی جڑ کاٹنا۔ گو اس طرح سے قرآن شریف کا صریح انکار ہوتا ہے۔ لیکن الوہیت مسیح کی جڑ ضرور کٹ جاتی ہے۔ مگر ان کی اس ساری عرق ریزی کو صرف تحقیق کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ جسے ایک دوسرا محقق فوراً ملیامیٹ کر سکتا ہے۔

دراصل یہ ولادت مسیح کا مسئلہ مرزا صاحب کی وحی اور چند ایک الہامات کا بہت محتاج اور پیاسا تھا۔ مگر وہ اپنی نبوت کی جدوجہد میں اتنے مصروف ہوئے۔ کہ مقصد نبوت پر چنداں توجہ نہ دے سکے۔ اور یہ نہ سوچ۔ کہ کس عنوان پر وحی و الہام "انزدانی" کی سب سے مقدم اور سب سے زیادہ ضرورت ہے یہی وجہ ہے۔ کہ یہ مسئلہ الہامی امداد سے قطعاً محروم رہا۔ اور اگر مرزا صاحب کے تجویز کردہ رنگ کی الوہیت شکنی فی زمانہ ضروری ہے تو ایک صاحب الہام کی ضرورت بدستور باقی ہے (سو وہ بھی اب پوری ہو گئی) حقیقت یہ ہے۔ کہ الوہیت شکنی تو جب ہو۔ لیکن امت محمدیہ کی وحدت شکنی ضرور ہوئی۔ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت سے مخالفین کی وہ دیرینہ آرزوئیں اور مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ جو ان کی مسلسل اور متواتر متحدہ کوششوں سے پوری نہ ہو سکی تھیں۔ جس بدعظم ہ جس

ملک اور جس علاقہ کے مسلمانوں سے مخالفین کو واسطہ پڑا وہ ایک خدا اور ایک نبی اور ایک قرآن پر متحد پائے گئے۔ اسی وحدت نے مخالفین کو بہت ہی پریشان کر رکھا تھا۔ اب مرزاجی کے دعاوی، ان کے وحی اور الہامات وغیرہ مہملات کو قرآن کے برابر کا درجہ حاصل ہے۔ اور مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ نبوت کے ساتھ ساتھ اجرائے نبوت کا پھاٹک کھول کر ملک ملک اور موقع موقع کے لئے نبوت کا امکان پیدا کر دیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ خود کوئی فائدہ نہ اٹھائے۔ اس طرح انہوں نے بخیال خود اسلام کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔

"تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو!"

آریہ سماج۔ اسی طرح آریہ سماج کو دیکھو! بیشک اس نے توہمات بھی توڑے کروڑوں دیوتاؤں اور بتوں سے پیچھا چھڑا دیا ہے بڑی بڑی منزلیں بھی طے کیں مگر بالآخر روح و مادہ کو خدا تعالیٰ کا ہم عمر اور غیر مخلوق مان کر اڑ بیٹھی۔ ہمارا خیال ہے۔ کہ یہ جماعت اس مقام پر کچھ عرصہ کے واسطے ٹھہری ہے۔ اور دم لے رہی ہے۔ یہ پھر اٹھے گی۔ یا کوئی اور سوامی ایک اور ریلا دے کر اسے اسلامی حدود میں پہنچا دیگا۔ اور یہ امر محال نہیں۔ دیکھئے! سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں کسی کے دماغ میں یہ بات کب آ سکتی تھی۔ کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے۔ جب کہ ایک ایک آریہ نوجوان برسر اجلاس کھلم کھلا محمود غزنوی کے فرائض سر انجام دینے لگ جائے گا۔

خود سوامی دیانند کو یہ خواب و خیال میں بھی نہ آیا ہوگا۔ کہ ان کی وفات کے فوراً بعد بیوہ عورتوں کے باقاعدہ نکاح ہونے لگ جائیں گے۔ اور دھڑلے سے ان کی شادیاں شروع ہو جائیں گی۔ عورتوں کو وراثت ملے گی اور طلاق کا

پاس ہونگے۔

درحقیقت انسانیت نے فطرتی مذہب کو تلاش کرنا ہے۔ اور آریہ سماج کے لیئے تو یہ منزل بہت تھوڑی رہ گئی ہے۔

آج ہماری بات محمود غزنوی کے عمل کی طرح شاید اچھی نہ لگے۔ لیکن سوامی دیانند کی مانند ان کا کوئی اپار لیفارمر ضرور مزید رہبری کریگا۔ پھر بھی بات یہ ہے کہ اندر اندر توحید کے واسطے کون بے تاب نہیں۔ صرف حالات اور حدود نے پھندہ ڈال رکھا ہے۔ لیکن ظلم یہ ہے۔ کہ یہ جماعت ابھی سے موحد کہلانا چاہتی ہے۔ روح و مادہ کو خدا تعالیٰ کا ہم عمر و ہم عصر اور غیر مخلوق مان کر بھی اپنے آپ کو موحد اور اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک لہ سمجھنے کی دعویدار ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ یہ جماعت اس بات پر بھی مصر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اس کا تخیل اور تصور اسلام کے تخیل سے بڑھیا اور بالاتر ہے۔ حالانکہ ایسے مشرکانہ عقائد رکھتے ہوئے توحید باری تعالیٰ کا دعویدار ہونا درحقیقت عقیدۂ توحید کا منہ چڑانا ہے

بت کریں آرزو خدائی کی   شان ہے تیری کبریائی کی

عیسائیت۔ پھر عیسائیوں کو دیکھو۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کو صاحب عیال و اطفال خیال کرتے ہیں۔ اور پھر بھی چاہتے ہیں کہ موحد کہلائیں۔

یہ ہے ہمارے نواحی مذاہب کی کیفیت و کائنات یاں ہمہ یہ فرقے اپنے اپنے مذہب کی اشاعت کے لیئے لاکھوں بلکہ کروڑں روپے صرف کرتے ہیں۔ عیسائیوں کے سکول ہسپتالیں او شفاخانے ایسے مشنریوں سے بھرے پڑے ہیں جنہوں نے ان میں اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں۔ بلا امتیاز مذہب و ملت مریضوں کا پیشاب و پاخانہ تک اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر اور اپنی انتہائی خدمات پیش کر کے یہ لوگ

ہیں خدا منوانے کے آرزومند ہیں ۔

مسلمان کس طرح گمراہ ہوتا ہے ۔ آوارہ اور غیر منظم مسلمان اپنے مرتبہ اور اپنے مقام سے ناواقف مسلمان جب ان گمراہ بظاہر منظم جماعتوں کے ذوق و شوق، ہاؤ ہو، چرچے، پراپیگنڈے، تبلیغیں، تنظیمیں، خیرات، انتظام اور فنڈ و سرمائے دیکھتا ہے ۔ تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں ۔ جب شیعہ کو زار زار روتا دیکھتا ہے، آریہ مرزائی کی طراری پر نگاہ کرتا ہے ۔ عیسائی مشنریوں کی مخلصانہ خدمات سے اس کا واسطہ پڑتا ہے ۔ اور اپنی بے جماعتی، اپنی بے جمعیتی، بے مرکزی، آوارگی، جمود، بے حسی، رسم و رسوم اور قبر پرستی کے مشغلے دیکھتا ہے ۔ تو یہ خالی الذہن بندہ خدا مذکورہ جماعتوں کے تئیں تحسین و آفرین اور واہ واہ پکارنے لگ جاتا ہے ۔ اس وقت اس کے حال پر یہ مصرعہ صادق آتا ہے

بس ایک ہی جلوے میں ہو گیا سودائی

وہ اس امر سے ناواقف اور بے خبر ہوتا ہے ۔ کہ میں خود کیا ہوں ۔ اور کس منصب و مرتبہ کا مالک ہوں ۔

۲- دعوتِ تنظیم

(از مہتمم مرکز)

یہ مضمون مستقل ٹریکٹ کی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ (مؤلف)

میں بلاتا تو ہوں اُن کو مگر اے جذبۂ دل!
اُن پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

نصب العین۔ مقصد ہماری مساعی کی بنیاد، ہماری جدوجہد کی روح، ہمارے اعمال و اشغال کی جان ہے۔ ہر صاحبِ عقل و خرد اور ہر ہوشمند انسان کی ہر حرکت کسی مقصد کے لیئے ہوتی ہے۔ دانشور کا ہر ایک کام ایک ملتہا رکھتا ہے اور عقل مند کا ہر ایک کام کسی منزل کے لیئے اٹھتا ہے۔ ایک ذی شعور آدمی گر تعاون کرتا ہے۔ تو عزائم و مقاصد سے ہم آہنگ ہو کر۔ اور عدمِ تعاون کی راہ چلتا ہے تو غرض و غایت سے اختلاف رکھ کر جنگ و لڑائی لڑتا ہے۔ تو کسی مطلب کے لیئے اور صلح و صفائی کرتا ہے۔ تو کسی مقصد کے پیشِ نظر۔ بہر حال "مقصد" ہمارے افعال و اطوار، ہماری سعی و کوشش کے وسیع دائرے کا مرکز ہے۔ اور ہماری تمام تر عملی قوتیں اور جمیع سرگرمیاں اس مرکز کے گرد چکر کاٹتی رہتی ہیں۔

آج ہم ایسے میدان میں ہیں جہاں قدم قدم پر مشکلات اور صبر آزما کیفیات ہیں۔ جہاں ذرہ ذرہ دشمنِ جان، اور قطرہ قطرہ سمِ قاتل ہے ——— ہاں اُس میدان میں جہاں دنیا بھر [illegible] کی سرکشی کی بادِ سموم چلتی ہے۔ جہاں ہر شب غیروں کے

قہر و عتاب کی بجلی گرتی ہے ——— قدم رکھتے ہیں۔ آخر ہمارے سامنے کوئی مقصد ہے۔ ہمارا نصب العین ہے۔ ہم اپنے نصب العین کو چھپا چھپا کر رکھنا اور اپنے آپ کو مشکوک و مشتبہ بنانا نہیں چاہتے۔ ہم ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ کہ اول قدم پر اپنے مقصد و مدعا کو کھول کر بیان کر دیں۔

مذہب ۔ آخرت اور آخرت کے ساتھ دنیا کی فوز و فلاح کے لئے آسمانی آئین و قوانین اور ربانی قواعد و ضوابط کا نام مذہب ہے۔ مذہب دونوں جہان کی کامیابی و کامرانی کا ضامن، دارین کی نجات و فائز المرامی کا ذمہ دار ہے۔

آج مادہ پرست مغرب عموماً مذہب سے بغاوت پذیر ہے۔ مشرق میں بھی مغرب زدہ طبقہ مذہب کو راہ ترقی میں مانع اور شاہراہ ترقی کا سب سے گراں سنگ راہ سمجھتا ہے۔ یہ مذہب کا دعویٰ کرنے والوں کی بد اخلاقی و بد اعمالی، مذہب سمجھنے اور سمجھانے والوں کی کج فہمی و کوتاہ نظری کا خطرناک نتیجہ اور مہلک ثمرہ ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ مذہب تو زندگی کے حقیقی معراج و ارتقا کی تمام منازل کا سنگ بنیاد ہے۔

اسلام ۔ خدا کی وسیع سرزمین پر کئی مذاہب موجود ہیں۔ مگر جو دین عند اللہ مقبول و منظور ہے صرف اسلام ہے۔ اسلام دین فطرت ہے خدا کا اولین و آخرین مذہب ہے۔ عالمگیر سلک ہے۔ منزل من اللہ شریعت ہے۔ ہمارا یقین ہے۔ اسلام کا دامن سچائیوں اور حقیقتوں کا گہوارہ ہے۔ دنیا کی سربلندی و رفعت اور عاقبت کی نجات و عافیت دامن اسلام ہی سے وابستہ ہے۔

اشاعت اسلام ۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا اسلام ہماری کسی بھی امداد و توجہ کا مستحق ہے؟ ہماری گردن پر اسلام کا بھی کوئی حق ہے؟ ہمارے اوقات و اموال میں اسلام کا بھی کوئی حصہ ہے؟ ظاہر ہے۔ کہ اگر ہمیں دنیا کی عزت و عظمت

اور آخرت کی سرخروئی و سرفرازی مطلوب ہے۔ تو ہمیں جان و مال سے اسلام کی ہر ممکن خدمت کرنی چاہئے۔ اس کی حفاظت، اس کی تبلیغ و اشاعت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرنا چاہئے۔ بس یہ ہے اپنا مقصد! ——— ہم خدمت اسلام کا پاکیزہ مقصد لے کر اٹھے ہیں۔ ہم اشاعت اسلام کا جذبہ لے کر نکلے ہیں۔ اعلائے کلمۃ الحق اور تبلیغ دین ہمارا نصب العین مقصود ہے۔

دو طرفہ حملہ:- آج اسلام جن مشکلات و مصائب سے دوچار ہے۔ اس کی تفصیل اس وقت مد نظر نہیں۔ مختصراً عرض ہے۔ کہ آج اسلام دوہری مشکلات اور دو گونہ مصائب میں مبتلا ہے۔ مغرب سے الحاد کا ایک طوفان اٹھا ہے۔ دہریت کی ایک آندھی چلی ہے۔ جس نے "پیٹ اور روٹی" اور "دولت و حکومت" کے نام سے اسلام پر غیر مرئی، غیر محسوس، مگر زبردست اور خطرناک حملہ کیا ہے۔ تعلیم یافتہ نوجوان غیر شعوری طور پر اس سیلاب کی رو میں خس و خاشاک کی طرح بہا جا رہا ہے۔ وہ جوں جوں کارل مارکس اور لینن کے اقتصادی نظریات کے قریب تر ہوتا ہے۔ قدرتاً اسلامی نظریہ سے بعید تر ہوتا جاتا ہے۔ ہمارا روشن خیال طبقہ کمیونزم، سوشلزم وغیرہ سیاسی اور اقتصادی نقطۂ نظر کی طرف جس قدر جھکتا ہے۔ لازمی طور پر اسی قدر قرآنی نظام حیات سے کٹتا اور دولت دنیا کی ہوس میں دولت ایمان سے ہاتھ دھوئے جاتا ہے۔

آپ کہیں گے۔ کہ اس حمام میں تو سب ننگے ہیں۔ اس سیلاب میں صرف مسلمان تو نہیں بہ رہا۔ اس حملہ کا شکار تو ہر قوم و مذہب کا نوجوان ہو رہا ہے۔ ہر دل اس سے گھائل اور ہر دماغ اس سے متاثر ہے۔ یہ سچ ہے۔ مگر یہ بھی تو غلط نہیں۔ کہ اسلام کے سوا کوئی مذہب اپنا مستقل دستور حیات، پورا آئین زندگی، اور مکمل

دستور العمل نہیں رکھتا۔ اسلام کے سوا کسی مذہب میں موجودہ عمرانی مسائل و اقتصادی
مشکلات کا حل اور عصری تحریکات کا نعم البدل نہیں ہے۔

اسلام ہی ایک ایسا دین فطرت ہے۔ جس کا مستقل اقتصادی نظام ہے۔
بے بدل سیاسی نظریہ ہے۔ بے نظیر اخلاقی تہذیب و درس عدل برادرانہ مساوات
ہے۔ سرمایہ داری، ملوکیت، اور اقتدار طبقہ پرستی کے ملعون بت کو اسلام کا آہنی
گرز جس بری طرح پاش پاش کرتا ہے۔ سوشلزم کو اس کی ہوا تک نہیں لگی۔ تقسیم
دولت کے جو اصول قرآن نے وضع کئے ہیں۔ تخت مکہ پر جلوہ فرما سرور کائنات
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے حجرہ میں کھجور کا بوریا بچھا کر اور مسجد نبوی میں نماز مغرب
سے پہلے پہلے سونے چاندی کے ذخیرے کو پوری شان استغناء کے ساتھ
اپنی جماعت میں لٹا کر جو اسوہ حسنہ پیش فرمایا ہے۔ لینن اور اسٹالن اس کی
گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اور خلفائے راشدین نے اپنی پیٹھ پر بوجھ اٹھا کر
قوم کے بھوکے بچوں کی شکم پری کر کے جو عمدہ نمونہ ہمارے سامنے رکھا ہے
کیا روس اور جرمنی کے ائمہ ضلالت اس کا تصور بھی کر سکتے ہیں؟

غیر مسلم نوجوان اگر بے تابانہ روسی ہوا کو قبول کر لیتا ہے۔ تو وہ معذور ہے
وہ تہی دست و تہی دامن ہے۔ اس کا اپنا گھر اس سرمایہ سے خالی ہے اس
کی تہذیب اس فضا میں اس کا ساتھ نہیں دیتی۔ اکیلا چھوڑ دیتی ہے۔ اس کی
سوسائٹی کے پاس موجودہ مشکلات کا کوئی حل نہیں ہے۔ ایسا نادار و قلاش
مفلوک گدا اگر کسی کے آگے دست سوال دراز کرتا ہے۔ تو کیا برا کرتا ہے؟ لیکن
اگر مسلمان اپنے کامل دین کو چھوڑ کر آنحضرت کے اسوہ حسنہ کو پس پشت .... ڈال
کر سوشلزم قبول کرتا ہے۔ لینن و اسٹالن کا حلقہ بگوش ہوتا ہے۔ تو کیوں! اس لئے

اس لئے۔ کہ اسلامی تہذیب اور قرآنی تعلیم سے یہ طبقہ بے خبر ہے۔ ہٹلر اور مسولینی لینن و سٹالن کی تصنیفات کے مطالعہ سے اسے کبھی فرصت نہیں ملی۔ کہ قرآن حکیم اور سیرت نبی کریمؐ پر ایک نظر تحقیق ڈالے۔ اور علماء کرام کی طرف سے اس طبقہ کو ان مشکلات سے نجات دلانے۔ اور اسلام کے نظری نقطۂ نظر کو پیش کرنے کی عمومی کوشش نہیں کی گئی۔ کالج کے چکر میں پلنے والے اور صاحب کے دفتر میں مرنے والے "روشن خیال" نوجوان پر اس قدر افسوس نہیں۔ جس قدر ان خبیر و بصیر علماء حق پر ہے۔ ایک اندھا اگر کنوئیں میں گر جائے۔ تو قابل ملامت نہیں۔ کیونکہ آخر اندھا ہے۔ لیکن وہ آنکھوں والا ضرور ساخوذ و مسئول ہے۔ جس نے اس اندھے کو کوئیں کی طرف جاتے دیکھا۔ مگر نہ روکا۔ گرتے دیکھا، مگر نہ سنبھالا

دوسرا طوفان ۔ دوسرا طوفان جو صرف اسلامی دنیا میں آیا ہے۔ اس نے روح مذہب اور نجات آخرت" کے عنوان سے اسلام پر حملہ کیا ہے۔ یہ مصیبت پہلی مصیبت سے بالیقین زیادہ ہے۔ اگر اس نے قلب و دماغ کو متاثر و ماؤف کیا ہے۔ تو اس نے رگِ جان کاٹ کر رکھ دی ہے۔ وجود ہی ختم کر دیا ہے۔ اور اس اعتبار سے بھی ملت اسلامیہ کے لئے زیادہ ضرر رساں اور نقصان دہ ہے۔ کہ اس حملہ کا شکار صرف مسلمان ہی ہوئے ہیں۔ اور اس فتنہ کے سدباب کی کبھی کوئی مستقل اور منظم جدوجہد نہیں کی گئی۔ منظم جدوجہد اور مسلسل سعی و کوشش تو پہلے حملہ کی روک تھام کے لئے بھی نہیں کی گئی۔ تاہم علامہ اقبال مرحوم علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور چند عظیم و جلیل ہستیوں نے اس سیلاب کے آگے بند باندھنے۔ اور نوجوانوں کے کاروان حیات کا رخ بدلنے کی کامیاب کوشش کی۔ جن کے بار احسان

سے ملت اسلامیہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ مگر حسرت وافسوس اور حیرت وتعجب کا مقام ہے۔ کہ دوسرے طوفان کے بند وبست کے لئے اس قدر افراد ہی کوششیں بھی بروئے کار نہ آ سکیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ناقابل دید اور ناگفتہ بہ صورت حالات پیش نظر ہے۔

صورت حالات۔ ہم دیکھتے ہیں کہ صحیح اور سچا مسلمان جسے اصطلاح میں سنی کہا جاتا ہے۔ آریہ عیسائی، شیعہ، مرزائی سے پلیٹ فارم ہو یا پریس یا ہر جگہ مار کھا رہا ہے۔ ان غارت گران ایمان کے بالمقابل فرزندان توحید کی امت خیر اور حاملین سنت کی جماعت حقہ آج ایک ذخیرہ کی حیثیت میں رہ گئی ہے۔ اس ذخیرہ سے کچھ مرزائی اور شیعہ لے جاتے ہیں۔ تو کچھ آریوں اور عیسائیوں کا شکار ہوتے ہیں۔ کچھ مشرق کی بھینٹ چڑھتے ہیں تو کچھ مغرب کی نذر ہوتے ہیں۔ اگر یہی لیل ونہار رہے تو (خاکم بدہن) مسلمانوں کے وجود سے دنیا جلد تر خالی نظر آیا چاہتی ہے۔ آپ اپنے قلب کی گہرائیوں میں اس خوابیدہ حقیقت کو بیدار پائیں گے۔ کہ روئے زمین پر بالخصوص ہندوستان کے طول وعرض میں صرف اہل سنت ہیں۔ جو صرف اپنی جماعتی تنظیم سے مستغنی، مسلکی ربط وضبط سے بے پرواہ اور مذہبی انجمن آرائی سے بے نیاز ہیں۔ بلکہ انہیں اپنی جان عزیز کے ایثار، حیات ملی کے تحفظ، اور متاع ایمان کی حفاظت کا احساس بھی نہیں اس جمود، بے حسی اور انتشار وبے ربطی کا لازمی نتیجہ ہے۔ کہ یہی ایک طبقہ جو جو اپنی ذاتی خوبیوں کی بنا پر تمام فرقوں کو اپنے اندر جذب کر لینے کی فطری صلاحیت رکھتا تھا۔ آج اپنا وجود قائم اور برقرار رکھنے کی اہلیت سے بھی یکسر محروم نظر آتا ہے۔

آج ملت اسلامیہ منتشر افراد کی ایک بھیڑ کی حیثیت میں مخالفین کے رحم وکرم پر چھوڑ دی گئی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ آج مسلمان بے یار و مددگار، مرکزیت سے ناآشنا، انفرادیت میں مبتلا، ہر نئے فتنہ کو قبول کرنے کے لئے خالی الذہن مستعد اور تیار ملتے ہیں۔ آپ اس حقیقت سے یقیناً غافل نہ ہونگے۔ کہ اگر ہمارا جدید تعلیم یافتہ طبقہ نظم و مرکز کا طلبگار طبقہ مرزائیت کے دام تزویر و تلبیس میں پھنس رہا ہے۔ تو جاہل و بے خبر نوجوان شیعیت کی آوارگی کا شکار ہو رہا ہے۔ اور فقر و فاقہ میں مبتلا افراد عیسائیت اور آریہ سماج کے دامن میں پناہ لے رہے ہیں۔

تلخ حقیقت: آپ اس حقیقت کو اپنے سامنے جلوہ گر پا کر یقیناً حیران و پریشان ہونگے۔ کہ جہاں مرزائیت (قادیانی، لاہوری) شیعیت کے منظم تبلیغی ادارے ملت اسلام پر شبخون مار رہے ہیں۔ جہاں عیسائی مشن اور آریہ سماج متاع ایمان پر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔ جہاں شردھانند بیس لاکھ مسلمانوں کو مرتد کرتا ہے (انگلش مین ۱۵/ دسمبر ۱۹۲۶ء) جہاں مہاسبھا صرف بنگال میں پچاس ہزار مسلمانوں کو مرتد کرتی ہے۔ (ہمدم ۲۸/ مئی ۱۹۲۷ء) جہاں صرف دیانند سالویشن مشن سبھا کی کوشش سے ۱۱ مئی میں ۲۰۷ غیر ہندوؤں کی شدھی کی جاتی ہے۔ (پیغام صلح ۱۸/ جولائی ۱۹۲۳ء) اور دسمبر میں ۴۸ غیر ہندو شدھ کئے جاتے ہیں۔ (پرتاپ ۱۲/ جنوری ۱۹۲۴ء) جہاں حیدر آباد دکن میں جو ایک مسلم ریاست ہے۔ ایک سال میں ۲ ہزار آدمی عیسائی ہوتے ہیں (قاسم العلوم شوال ۱۳۵۵ھ) جہاں ہر ماہ ساٹھ ہزار انسان عیسائی ہوتے ہیں۔ جہاں عیسائی مشنری دسمبر ۱۹۲۲ء میں ۶ ہزار افراد کو عیسائی بنا لیتے ہیں (پرتاپ ۱۷/ دسمبر ۱۹۲۳ء) جہاں الجزائر میں پچاس ہزار مسلمانوں کو

عیسائی بنا لیا جاتا ہے، وہاں ایک جماعت اہل سنت ہے۔ جو نہ صرف کسی کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش نہیں کرتی۔ بلکہ ہزاروں نہیں لاکھوں نوجوانوں، بوڑھوں، مردوں، عورتوں کی ایک بھیڑ اس لئے ہر وقت تیار رکھتی ہے۔ کہ دشمن کے پہلے ہی حملہ میں غیر مشروط طور پر ایمان کے ہتھیار ڈال دے۔ یہ جماعت اہلسنت ہے۔ جو فراخ دلی اور بلند حوصلگی سے آریہ، مرزائی، شیعہ اور عیسائی وغیرہ ہر ادارہ کو اس کی ضرورت اور اس کی مانگ سے زیادہ افراد تازہ بتازہ سپلائی کرتی رہتی ہے۔ ان حالات میں علامہ شبلی نعمانی کس قدر بجا فرماتے ہیں۔

اب کوئی مرکز قومی ہے نہ توحید خیال — نہ کوئی جادۂ مقصد ہے نہ کچھ توشۂ زاد
خوف ہے کہ بکھر جائے نہ شیرازۂ قوم — خوف ہے کہ یہ ویرانہ ہو پھر آباد
ذرے جس طرح سے ہوتے ہیں اڑ کر کے فنا — یونہی ہو جائیگی یہ قوم بھی برباد

اغیار کے مستقل تبلیغی ادارے اندرون و بیرون ہند میں سرگرم کار ہیں۔ ان کے پروپیگنڈسٹ، ان کے اخبارات اور رسائل کا یہی مشن ہے۔ پریس اور پلیٹ فارم سے اہل سنت کو دعوت پر دعوت اور تبلیغ پر چیلنج دیا جا رہا ہے۔ سر بازار دامن پکڑا جاتا ہے۔ سر راہ حملہ کیا جاتا ہے۔ گھر گھر پہنچ کر دستک دی جاتی ہے۔ ادھر ہمارا یہ حال ہے۔ کہ سرمایہ داروں سے قطع نظر، یہ تو ہمیشہ نشۂ دولت میں مخمور و سرشار وقت اور ملت کی پکار سے غافل رہتے ہیں۔ آپ ذرا متوسط طبقہ کو دیکھئے جس کے دم سے ملت بیضا کی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ ہمارا سجادہ نشین درویش، ہمارا اعتکاف نشین لیڈر، ہمارا مسند یافتہ مولوی، ہمارا مسند نشین مفتی، ہمارا قادر الکلام واعظ، ہمارا آگرہ، ہمارا دیوبند، ہمارا علی گڑھ، ہمارا لکھنؤ، ہماری دہلی، ہماری جمعیت، ہماری احرار، ہماری لیگ، غرض

ہمارا پلیٹ فارم ہی نہیں، بلکہ طول وعرض ہند میں ہمارا پریس نہ صرف اس لگاتار دعوت اور پیاپے چیلنج پر خاموش ہے۔ بلکہ ہماری بدقسمتی کی انتہا یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس کا مخاطب بھی نہیں سمجھتا۔ مخالف بلند آہنگی سے بول رہا ہے پوری قوت سے لکھ رہا ہے۔ جیسے ہمارا وہ طبقہ سننے کی تکلیف ہی گوارا نہیں کرتا دیکھنے کی فرصت ہی نہیں پاتا۔ جسے سننا اور دیکھنا چاہیئے تھا۔ جو جواب دینے کے لئے منہ میں زبان اور ہاتھ میں قلم رکھتا ہے۔ اور اگر بدنصیبی سے سنتا ہے۔ تو وہ حلقہ جو صحیح علم اور وسیع نظر نہیں رکھتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ مخالف کی آواز بلا مقابلہ میدان مار لیتی ہے۔ ہمارا نوجوان طبقہ ہماری بے حسی یا بے عملی یا بے مرکزی اور جمود و تعطل کا رونا روتے ہوئے بڑی آسانی سے دوسروں کے عمل وحرکت اور مرکزی تبلیغ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اقبالؒ کیا خوب کہتا ہے ؎

کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے　　　　فقیہ و صوفی و شاعر کی ناخوش اندیشی

ہماری تمنا۔ اب غور سے سنیئے! ہماری تمنا صرف یہ ہے۔ کہ ہم اپنا ایک مرکز قائم کریں۔ منتشر افراد مرکز سے وابستہ ہو کر متاعِ ایمان کی حفاظت کر سکیں۔ مخالفین کے حلق کا تر لقمہ بنے رہنے کی بجائے اُن کی آنکھ کا کانٹا بنیں۔ اپنی حفاظت اور مدافعت کی قوت بہم پہنچائیں۔ اپنے عقائد حقہ سے غیر مسلم دنیا کو مستفیض کریں۔ اغیار کو اسلام کے فراخ دامن میں لائیں۔ ہمارے مقصد کی یہی ابتدا ہے۔ اور یہی انتہا۔ ہم اپنے حتی الامکانات اپنی حقیر سعی وکوشش اسی مصرف میں لگا دینے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ خدا ہمارے ساتھ ہو۔

ہندوستان کے طول و عرض میں

تحریک کا استقبال

(از مہتمم مرکز)

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی!

مرکز کی پہلی آواز "دعوت تنظیم" پبلک کے گوشہ گوشہ سے پرجوش جواب لا رہی ہے۔ کلکتہ، کراچی، پشاور اور بمبئی ہر چہار طرف سے جو مخلصانہ صدائے "لبیک لبیک" ہمارے کان میں آئی ہے۔ اس سے لازمی طور پر یہ ثابت ہو گیا ہے۔ کہ سخت جان ملت اسلامیہ کے جسم مضمحل میں ابھی رمقِ حیات باقی ہے۔ اس خاکستر میں ابھی چنگاریاں باقی ہیں۔ یہ درحقیقت واللہ متم نورہ اور لیظہرہ علی الدین کلہ کی زندہ... صداقتوں کا اظہار اور سچے وعدوں کا ایفا ہے۔ ورنہ دنیا نے ہمارا.... نام و نشان مٹانے میں کون سی کسر اٹھا رکھی؟ شیطان نے کون سی تدبیر ہے۔ جو عباد الرحمٰن کو مرتد کرنے میں نہیں کی۔ کفر نے کون سا ستم ہے جو اسلام پر نہیں توڑا! اور باطل نے کون سا حربہ ہے۔ جو حق کے خلاف استعمال نہیں لیا!

ہوا دشمن، فضا دشمن، گل و خار چمن دشمن
کلیسا اور سٹیٹ اور شیخ دشمن، برہمن دشمن

کفر کی ملت واحدہ نے گہری سازش، پوری خاموشی و رازداری اور یکرنگی و ہم آہنگی کے ساتھ کبھی تو "جمہوری حکومت" اور "مساویانہ تقسیم دولت" کے نظریاتی پردے اور "اخلاق و تمدن" "تہذیب و انسانیت" "تعلیم جدید" اور "روشن خیالی" کے حجاب حسن مآب میں خون آشام و خون آلود منہ چھپا کر، اور کبھی اپنے ملعون و مشئوم اور مکروہ و مردود چہرہ پر "اصلاح و تجدید" "تبلیغ و ہدایت" "مسیحیت و نبوت" اور "اجتہاد و امامت" کا دلفریب و حسن آفرین غازہ مل کر شرق و غرب اور اندر و باہر سے قصر اسلام پر جو بہیمانہ اور سفاکانہ شبخون مار رہے ہیں۔ ان کے بعد بے امام و بے مرکز بے اصول و بے مقصد، منتشر و منفرد، نحیف و نیم جاں اور مفلوج و مختل افراد امت کا کسی حد تک بچ جانا اگر کرشمۂ قدرت اور اعجاز مصطفائی نہیں تو اور کیا ہے؟

الحمدللہ کہ تبلیغی اغراض کے لئے مسلمانوں کو جو "دعوت تنظیم" دی گئی۔ ابھی وہ "دعوت" ہمارے لب پر تھی۔ کہ صدائے "لبیک لبیک" ہمارے کان میں گونج اٹھی۔ گو اس "لبیک لبیک" سے ہماری مشکلات راہ کے حل کی کوئی صورت جلوہ گر نہیں ہوئی۔ اس صبر آزما سفر، اس طویل مسافت میں ابھی ایک بھی ہمارا ساتھی نہیں ہوا۔ ابھی کسی نے ہمراہی و رفاقت کی نظر سے رخت سفر نہیں باندھا۔ کٹھن منازل اور جانگسل مراحل کو طے کرنے کے لئے ابھی ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا۔ تاہم یہ ثابت ہوا جاتا ہے۔ کہ مسلمان ابھی زندہ ہے۔ اور دنیا کو اسلام کی طرف بلانے کا عزم رکھتا ہے۔ فرزند توحید کی روح ابھی بیدار ہے اور خوابیدہ روحوں کو جگانے کا ارادہ و حوصلہ رکھتی ہے۔ خدا توفیق عمل عطا فرمائے۔ آمین۔

مرکز تنظیم اہلسنت کی
علماء حق اور مشائخ ملت سے
دردمندانہ اپیل

خطرناک صورت حالات

(از مہتمم مرکز)

ہجر کی رات کاٹنے والو!
کیا کرو گے، اگر سحر نہ ہوئی

تبلیغی مرکز کا فقدان۔ ہندوستان کیا، دنیا بھر میں مرکز تبلیغ کا فقدان اذیتناک افسوسناک اور رنجدہ ہے۔ حیرت انگیز اور عبرت انگیز ہے۔ ملت اسلامیہ کے لئے ایک حادثہ عظیم اور سانحہ جلیل ہے۔ مگر میں عرض کرونگا۔ اب تک خیر تھی۔ اب اس سے زیادہ خطرناک بلکہ مہلک سا [؟] حالات درپیش ہیں۔ اب ہماری پوزیشن نازک ہو چلی ہے۔ اب تک ہم مدقوق ضرور تھے۔ مگر پہلے دوسرے درجہ میں — قابل علاج — اب تیسرے درجہ — لاعلاج مرحلہ — کے کنارے کھڑے ہیں۔ اس مہلک مقام پر ہماری ذرہ بھر غفلت اور نیند تمہیں ہمیشہ کی نیند سلا سکتی ہے [؟]۔

اب تک تو یہی رونا تھا، کہ ہمارا تبلیغی نظام نہیں ہے۔ مرکز تنظیم کا فقدان ہے یعنی ایک چیز موجود نہیں تھی۔ مگر اس کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ عمل مفقود تھا۔ مگر زبان چل رہی تھی۔ متاعِ کارواں لٹ چکا تھا۔ مگر احساسِ زیاں موجود تھا۔ مگر اب حال یہ ہے۔ کہ اول تو خود ہمارے اندر روز بروز یہ احساس تنظیم مٹتا جاتا ہے۔ اور جذبۂ تبلیغ دبتا چلا جا رہا ہے۔ دوسرے اگر کوئی سعید الفطرت بھول کر یہ صدا بلند کرتا ہے۔ تو اس کی زبان پکڑلی جاتی ہے۔ اپنے پرائے سب ملامت کرتے ہیں جب آج یہ حالت ہے۔ تو کل ـــــ مرکز کا قیام تو بجائے خود ـــــ یہ کلمہ خیر منہ سے نکالنے کی جرأت کسے ہو سکتی ہے ؎

جو رونا ہی ہے، تو پھوٹیں گی آنکھیں
مجھے اب تو آنکھوں کا رونا پڑا ہے

دو طرفہ حملہ۔ صرف دشمن کا گلہ نہیں، اغیار کی شکایت نہیں۔ دوست دشمن سب مل کر گولہ باری کر رہے ہیں۔ دو طرفہ حملہ ہے۔ بعض دوست اس قسم کی سرگرمیوں کو فرقہ بندی و تنگ نظری، تفرقہ اندازی، و افتراق انگیزی سے تعبیر کر کے اپنے استہزاء و تمسخر کا نشانہ بناتے ہیں۔ مضحکہ اڑاتے ہیں۔ تمسخر کرتے ہیں اور بعض ـــــ سیاست میں گہری دلچسپی لینے والے ـــــ احباب کے نازک دماغ پر سیاسی بیداری اور آزادی و حریت کے اس زمانہ میں ـــــ اس دورِ ترقی میں ـــــ اس نوعیت کی تحریکوں کا تصور بھی بارِ گراں ہے۔ یہ احباب سیاسی تنظیم اور پولیٹکل اداروں کے علاوہ کسی مذہبی مرکز اور دینی تنظیم کے وجود کے روادار نہیں۔

آپ ان "اپنوں" کی منطق دیکھیں گے۔ تو بڑی حسین۔ مگر جس قدر حسین

اسی قدر بے بنیاد!

اس وقت ہم اپنے ان کرم فرماؤں سے صرف اشارہ کر کے رخصت ہوتے ہیں۔ وہ دیکھو! انارکلی میں آریہ سماج مندر اور برٹش اینڈ فارن سوسائٹی کی شاندار بلڈنگ۔ یہ دیکھو برانڈرتھ روڈ پر احمدیہ بلڈنگس۔ وہ دیکھو! سناتن دھرم پرتی ندہبی سبھا کا دفتر! ہاں! ہاں!! وہ دیکھو! قادیان کا قصر خلافت اور لکھنؤ کا مدرسۃ الواعظین! جب ہمارے سوا ہر اک فرقہ پولیٹکل پروگرام کے ساتھ ساتھ اپنی اپنی فرقہ دارانہ تعمیر و ترقی میں حیرت انگیز ذوق و شوق کا مالک ہے تو ہم نہیں سمجھ سکے۔ کہ مسلمان صرف سیاسی تنظیم تک کیوں محدود رہیں۔ اور ان میں مذہبی جدوجہد ملی تنظیم اور خصوصی تنظیم کا جذبہ قطعی مفقود و ناپید کیوں ہو۔؟ جہاں ملکی مفاد، دنیوی تحفظات اور انگریز کی سیاسی قوت سے استخلاص وطن کے لئے پولیٹکل جہاد ضروری متصور ہو رہا ہے۔ وہاں ملی اعزاز اور اخروی نجات کیلئے آریہ یا شیعہ یا مرزائی، اور اسی انگریز کے مذہبی حملوں کی مدافعت ان کی دستبرد سے اپنی حفاظت اور ان کی تردید کا اہتمام آخر کیا وجہ ہے! فضول اور غیر ضروری سمجھا جائے۔!

اب اغیار پر نظر کرو! کسی بندۂ خدا نے جو نہی منہ سے تنظیم و تبلیغ کا لفظ نکالا۔ انہوں نے زبان پکڑ لی۔ گردن دبوچ لی، ہمارا ملی وجود، ہمارا تنظیمی مرکز ہمارا تبلیغی نظام تو جیسے ان کی آنکھ کا کانٹا ہو۔ اس وقت تو اس کا تصور اور تذکرہ بھی ناقابل برداشت ہے۔ اپنی انفرادیت اور ذہنی انتشار کا یہ عالم ہے۔ کہ پریس یا پلیٹ فارم سے جو بھی اس نوعیت کی آواز بلند ہوتی ہے۔ وہ فضا میں دائیں بائیں [illegible] ایک آواز کو بھی اپنا داعی نہیں پاتی۔ مگر مخالفین کو دیکھو!

جو کبھی ایسی آواز بلند کرتا ہے پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔

ہم اس اجمال کے لئے چند مثالیں منظر عام پر لائے دیتے ہیں۔

تفضیل کی لن ترانیاں معزز معاصر "احسان" نے علمائے اسلام سے دردمندانہ درخواست کی۔ کہ انہیں اشاعت و تبلیغ اسلام کے لئے میدان میں آنا چاہیئے" اس پر مسلسل تین اشاعتوں میں سرورق پر جو کچھ لکھا گیا۔ اس کا اقتباس ملاحظہ ہو:۔

"علما اپنے اختلافات بھول جائیں۔ کہیں ممکن ہے۔ علماء موجودہ صورت میں تبلیغ کرنا بھی چاہیں۔ تو نہیں کر سکتے۔ اور اگر کچھ کریں بھی۔ تو اس کا کوئی فائدہ اور نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ ان کے اعتقادات اس قدر مضحکہ خیز معقولیت سے اس قدر بعید اور عقل و فہم سے اس قدر دور ہیں کہ وہ انہیں دوسروں کے سامنے پیش کر کے ان کو اسلام سے بدظن اور دور تو ضرور کر سکتے ہیں۔ لیکن قریب ہرگز نہیں لا سکتے" (۳ شعبان ۳۱ھ)

"علماء کے اپنے اعتقادات مضحکہ خیز ہیں۔ دوسرے مذاہب والوں کے لیئے ان میں کوئی جذب اور کشش نہیں۔ وہ غیروں کے لئے تو کیا اپنے نوجوانوں کے لئے بھی موجب اطمینان نہیں ہو سکتے۔ غرض علماء ان عقائد کی موجودگی میں غیر مذاہب کے لوگوں پر اسلام کی برتری اور فضیلت ثابت کر ہی نہیں سکتے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ تبلیغ کے میدان میں نکلنے کا حوصلہ نہیں رکھتے"۔ (۴ شعبان)

"علمائے اسلام کی تبلیغ کے میدان میں نا اہلیت...... کا اظہار ہو چکا ہے...... ایسے متضاد عقائد اور وسیع اختلافات رکھنے والوں سے کیسے توقع کی جاتی ہے۔ کہ وہ کسی متفقہ پروگرام کے ماتحت اسلام کی خدمت

کر سکتے ہیں۔ علمائے کرام تو خود سب سے زیادہ بیمار ہیں وہ دوسروں کا علاج کیونکر کر سکیں گے۔۔۔۔۔۔ مختصر یہ کہ یہ ایک ایسا مرض مسلمانوں میں پیدا ہو چکا ہے۔ جس کا علاج زمینی تدابیر سے ممکن نہیں۔ اس کا علاج صرف آسمان سے ہی نازل ہو سکتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی مامور و مرسل ہی مبعوث ہو کر اس مصیبت سے قوم کو نجات دے سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود آسمان سے اس کا علاج مہیا فرما دیا ہے۔ جو لوگ حقیقی جوش تبلیغ دل میں رکھتے ہیں۔ ان کے لئے صحیح راہ عمل یہی ہے۔ کہ وہ جماعت احمدیہ میں شریک ہو جائیں۔"
(۵ شعبان)

پھر ۲۰ محرم ۱۳۵۳ھ کی اشاعت میں ہے :-

"احسان کچھ عرصہ سے تبلیغی ادارہ کی تحریک کر رہا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ محض خیالی بات تھی۔ اس وجہ سے ہم نے ابتدا ہی میں کہہ دیا تھا۔ کہ معاصر "احسان" کو اپنے اس مشن میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔۔۔۔ مسلمان ایک دفعہ پھر کوشش اور سعی کر کے دیکھ لیں۔ کہ علماء ان کی التجاؤں اور گزارشوں کو کس حد تک شرف قبولیت بخشتے ہیں۔ علماء کے متعلق آج تک کا تجربہ اور مشاہدہ ہمارے نزدیک کافی ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر اس میں کچھ کسر رہ گئی ہے۔ تو وہ اب نکال لی جائے۔ ہم معاصر "احسان" کو قابل تعریف سمجھتے ہیں۔ لیکن اس وقت وہ بہت زیادہ تعریف کے قابل اور خدا تعالیٰ سے اجر پانے کے مستحق ہوں گے۔ جب خدا تعالیٰ کے قائم کردہ اس نظام میں شامل ہو جائیں گے۔ جس کے

سوا نہ کوئی اور نظام ہے اور نہ آئندہ علماء یا مسلم لیگ وغیرہ کے ذریعہ قائم کیا جا سکتا ہے۔"

"احسان" کے لعاصر معاصر "شہباز" کی ایک تحریر کو سامنے رکھ کر لکھا گیا ہے:۔

"مسلمان غفلت دکوتاہی ترک کر سکتے ہیں۔ مگر مصیبت یہ ہے۔ کہ جن لوگوں کو وہ اپنا رہنما سمجھتے ہیں۔ وہ ان کی صحیح رہنمائی نہیں کر سکتے ہیں وہ لوگ معمولی معمولی اغراض ومقاصد کو مسلمانوں کے اہم سے اہم قومی دملی مقاصد پر ترجیح دیتے ہیں۔ انہیں اس بات کا ذرہ بھر فکر نہیں۔ کہ مسلمانوں کو تنزل وادبار کے گڑھے سے نکالنے کی جدو جہد کرنی چاہیئے۔ بلکہ ان کی ساری توجہ کا مرکز ان کی اپنی ذات ہے۔ ... جو علماء خود غرضی اور بیدردی میں اس قدر بڑھ چکے ہیں۔ کس طرح امید کی جاتی ہے۔ کہ ان کے دل میں مسلمانوں کی ہمدردی کا جذبہ باقی ہے۔ یا وہ اس قابل ہیں کہ مسلمانوں کی صحیح طور پر رہنمائی کر سکیں دراصل یہ کام وہی ہستی کر سکتی ہے۔ جسے خدا تعالیٰ مسلمانوں کی اصلاح وترقی کے لئے مبعوث فرمائے۔ موجودہ زمانہ میں یہ فرض جماعت احمدیہ ادا کر رہی ہے۔ کاش! کہ مسلمان اپنے علماء کی حالت دیکھ کر جماعت احمدیہ کے متعلق غور کریں۔" (۲۹ محرم ۱۳۶۲ھ)

"اہلحدیث" امرتسر کی اسی قسم کی ایک تحریر کے سلسلہ میں لکھا ہے:۔

فرقہ اہل حدیث کون سا موحد فرقہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خالق طیور اور محی اموات ماننے والے کس منہ سے موحد ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ اہل حدیث یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ حضرت

عیسٰی علیہ السلام) کچھ کھانے پینے کے بغیر دو ہزار سال سے خدا تعالیٰ کے پاس بیٹھے ہیں۔ ہم معاصر موصوف سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ...... ان مسلمانوں کی اصلاح کی کون سی صورت ہو سکتی ہے جو سب "خفتہ را خفتہ کے کند بیدار" کے مصداق ہیں۔ کیا تا حال کسی مصلح ربانی اور مجدد یزدانی کی ضرورت نہیں!......... جس کی غلامی کا جوا اپنی گردن میں ڈالنے والے تمام اندرونی کثافتوں اور آلائشوں سے پاک صاف ہو جائیں۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو مبعوث فرمایا (۱۰ محرم ۶۲ھ)

معاصر "مدینہ" میں ایک دردمندانہ صدائے تنظیم کے جواب میں لکھا کہ:۔

مسلمانوں کو اتنا سوچ لینا چاہیئے۔ کہ جو تنظیم وہ آج ڈھونڈ رہے ہیں...... وہ اس صورت میں قائم ہو سکتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے جو انتظام کیا گیا ہے۔ اسے مسلمان قبول کریں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر مسلمانوں کی کامیابی کا راستہ کھول دیا ہے۔ جس پر چل کر وہ منزل مقصود پر پہنچ سکتے ہیں (۱۴ شوال)

معزز معاصر "مسلمان" (موجودہ کوثر) نے لکھا ہے:۔

ہم اپنی انفرادیت کو ختم کر کے اجتماعیت اختیار کریں۔ یعنی اسلامی نظام جماعت کو قائم کریں"

اس پر لکھا ہے:۔

جسے خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے اپنے خاص بندہ بنا کر مبعوث کیا۔ مسلمان اس کی طرف رخ نہیں کیا چاہتے۔ اس لئے

حیران و پریشان ہو کر رہ جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو حقیقت بینی عطا کرے۔ تاکہ وہ حضرت مسیح موعود کی جماعت میں شامل ہو سکیں کیونکہ ایک واجب الاطاعت امام و امیر کی بعثت اس زمانہ میں اسی جماعت کو خدا نے عطا کر رکھی ہے"۔ (۲۷ جنوری ۱۹۶۲ء)

پھر ۱۱ فروری ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں ہے:۔

"تنظیم کی کوئی تحریک کامیاب کیوں نہیں ہوتی۔ خدا کی قائم کردہ جماعت سے الگ ہو کر مسلمانوں نے جو تحریک بھی ایسی تنظیم کے لئے کی۔ وہ بربادی کا موجب بنی..... کسی تحریک کو بھی کامیابی نصیب نہ ہوئی..... یہ ایک سوال ہے۔ جو ہر اس عقلمند کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ جو اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مسلمانوں کی تنظیم کا حقیقی خواہشمند ہے"۔

"زمزم" ۱۵ مئی میں فریضۂ تبلیغ کی اہمیت بیان کر کے "مرکز تنظیم اہلسنت" کا تعارف کرایا گیا۔ اس پر لکھا گیا:۔

اسلام کی بے کسی اور مسلمانوں کی ابتر حالت پیش کر کے جب اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ موجودہ زمانہ کسی مامور اور مرسل کی بعثت کا محتاج ہے۔ تو کہا جاتا ہے۔ کہ علماء امت جو موجود ہیں۔ اور انہوں نے اپنی بغلوں میں قرآن کریم دبا رکھا ہے۔ لیکن اس کا عملی طور پر کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا۔ بلکہ علماء کہلانے والے تمام مسلمانوں کی گمراہی اور ذلت و ادبار میں اضافہ کر رہے ہیں..... حقیقی اور خدا تعالیٰ کے سچے خدمت گزار اور دنیا میں روحانیت (جس روحانیت کی کرشمہ کاریوں اور

ضو فشانیوں سے اخبار "مباہلہ" مئی و جون ۲۹ء کے پرچے جگمگا رہے ہیں) قائم کرنے والے علماء انبیاء کی بعثت کے بعد ان کے ماننے والوں میں سے ہی پیدا ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہی انسان ایسے علماء پیدا کر سکتے ہیں۔ جنہیں خدا تعالیٰ خود نبی قرار دے کر اور دنیا کی اصلاح کی تاکید اور طریق سکھا کر بھیجتا ہے۔ (نہ کہ حکومت کے "خود کاشتہ پودے") ــــ بالکل صاف اور واضح الفاظ میں کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس آخر زمانہ کی آواز (مرکز تنظیم اہلسنت) کا بھی وہی حشر ہو گا۔ جو آج تک دوسری تحریکوں کا ہو چکا ہے۔ (۲۱/ مئی ۱۹۳۷ء)

"پیغام صلح" کی تعلیاں ــ "الفضل" کے بعد "پیغام صلح" ملاحظہ ہو۔

مسلمانوں کے زوال کا حقیقی سبب فقدان ایمان و عمل ہے۔ ایمان کو زندہ کرنے کے لئے سوائے تحریک احمدیت کے کوئی تحریک نظر نہیں آتی یہی ایک تحریک ہے۔ جس نے ایک مضبوط تبلیغی نظام قائم کیا۔ یہ کام اسی شخص کا ہو سکتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ اس کام کے لئے مبعوث فرماتا ہے ...... معاصر "احسان" پر روشن ہونا چاہیئے کہ سیاست زدہ علماء اس تبلیغی نظام کو قائم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کے قلوب میں ایمان کی آگ سرد پڑ چکی ہے۔ وہ خود خواب گراں کا شکار ہیں۔ بھلا یہ لوگ دوسرے مسلمانوں کو کیسے جگا سکتے ہیں۔ وہ جگانے والا آیا اور ایک ایک مسلمان کے دروازے پر دستک دی ...... یہ چنگاری اس عظیم الشان مجدد کے دامن سے وابستہ ہو کر رہے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی مشیت کے خلاف

اپنی مرضی کو ترجیح دیتا ہے۔ وہ کاٹا جاتا ہے...... نہ مسلمانوں کے تبلیغی
ادارے امام عصر حاضر سے علیحدہ ہو کر آج تک کامیاب ہوئے ہیں۔ نہ
اب ہو سکتے ہیں۔ بار بار تجربہ کی ہوئی چیز کو تجربہ کرنا فضول ہے۔ مسلمانوں
کو چاہئے کہ اس واحد تبلیغی ادارے میں شامل ہوں۔ جو اس دور میں
خدا تعالیٰ نے اپنی مشیت سے قائم کیا ہے۔ ان تہی دامن علماء کے
سامنے دست سوال دراز کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔" (۱۰ رجب ۱۳۶۲ھ)
امیر جماعت نے بھی اس اشاعت میں لکھا کہ:۔

"بڑے بڑے نامور علماء نے اس کام کے لئے قدم اٹھایا۔ مگر دو چار
قدم اٹھا کر رہ گئے۔ کسی میدان میں مسلمانوں نے اپنی ناکامی نہیں دیکھی
جتنی تبلیغ اسلام کے معاملہ میں دیکھی ہے...... جہاں تبلیغ اسلام کی بیسیوں
تحریکیں ناکام ہوئی ہیں۔ وہاں ایک تحریک کامیاب بھی نظر آتی ہے۔
جس کی بنیاد اس صدی کے مجدد نے رکھی ہے۔ ان دونوں قسم کی
تحریکات میں ایک فرق ہے۔ مجدد کی تحریک کا بنیادی پتھر ایمان ہے
یہی چیز مجدد اور اس کی تحریک کو کامیاب کر رہی ہے۔ اور اس کا فقدان
علماء ظاہر اور ان کی بنائی ہوئی انجمنوں کو ناکام رکھتا ہے...... میں
اپنے مسلمان بھائیوں سے جن کے دلوں میں تبلیغ اسلام کا درد ہے
یہ اپیل کرتا ہوں۔ کہ اگر وہ اس کام میں کامیابی دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو
اس شخص کے دامن سے وابستہ ہو جائیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے
چودھویں صدی کا مجدد بنا کر بھیجا ہے...... اب بھی مسلمان
اگر مجدد کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر اسلام کا پیغام دنیا کے

کناروں تک نہیں لے جائیں گے۔ تو یہ خدا اور اس کے رسول سے انحراف ہے"۔
پھر ۱۷؍مئی ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں ہے:۔
"روزنامہ "احسان" سے ایک سوال - جن اصولوں پر معاصر موصوف ایک متحدہ تبلیغی نظام قائم کرنا چاہتا ہے۔ ان سے زیادہ بلند اصولوں پر جماعت احمدیہ لاہور کا تبلیغی نظام قائم ہے۔ جس کی بنیاد امام عصر حاضر نے رکھی۔ یہ تبلیغی نظام کامیاب ہے۔ اور اس کے مقابلے میں مسلمانوں کی تمام تبلیغی تحریکات ناکام ہو چکی ہیں۔ ان تلخ تجربات کے ہوتے ہوئے ایک نیا تجربہ کرنا عقلمندی نہیں معاصر مذکور کیوں اس تبلیغی نظام کی طرف توجہ نہیں کرتا"۔؟ (اسی صفحہ پر ہے)۔
کوئی وجہ نہیں۔ کہ مسلمان حضرت امام عصر کو قبول نہ کریں۔ اسی ضمن میں مسلمانوں کی جملہ تبلیغی تحریکات کی ناکامی اور جماعت احمدیہ لاہور کے کارہائے نمایاں کو بطور دلیل پیش کیا جا سکتا ہے"۔
معزز معاصر "ایمان" نے بھی دکھڑا پیش کیا کہ ہندوستان میں عیسائیوں اور قادیانیوں وغیرہ کے تبلیغی مرکز ہیں۔ مگر اہل سنت کا کوئی تبلیغی نظام نہیں۔ آپ نے مرکز تبلیغ کے لئے پرزور اپیل کی۔ اس پر لکھا گیا:۔
جب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی صورت میں ایک زبردست تبلیغی ادارہ ملک میں موجود ہے۔ تو پھر یہ ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد بنانے کا کیا فائدہ! اس سے بجائے امت میں وحدت عمل کے انتشار پیدا ہوگا۔
(سچ ہے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے) بجائے اس کے قریشی صاحب کو چاہیئے کہ مسلمانوں کو یہ تحریک کریں۔ کہ وہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام میں

شامل ہوں" (۲۰ اکتوبر ۱۹۴۳ء)

تبلیغی یونیورسٹی کے قیام کی تجویز پیش کی تو لکھا:-

"تبلیغی یونیورسٹیوں سے قومیں زندہ نہیں ہوتیں ..... احیاء اور تجدید دین کے لئے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ میں مجددین کا سلسلہ قائم کیا۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان مجدد مبعوث فرمایا ...... اسے خاص طور پر وحی و الہام سے مخصوص کیا ...... اس مجدد نے ایک تبلیغی نظام قائم کیا ...... اس کے مقابلہ میں گذشتہ پچاس سال میں مختلف تبلیغی تحریکات پیدا ہوئیں۔ وہ سب ناکام ہوئیں۔ صرف اس مجدد کا نظام کامیاب ہے۔" (۲۴ مئی)

آپ نے دیکھ لیا! جب اور جہاں صدائے تنظیم و تبلیغ بلند ہوئی۔ وہاں اسے دبا دیا گیا۔ وہ کون سا اخبار ہے؟ جس نے اس سلسلہ میں کچھ لکھا ہو۔ اور اس کے خلاف کچھ نہ لکھا گیا ہو۔ "احسان"، "شہباز"، "زمزم"، "کوثر"، "مدینہ"، "ایمان"، "اہلحدیث" جس نے بھی اپنے فرائض ملی کا احساس کرتے ہوئے، مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے ایک سطر لکھی۔ اس کی تردید میں کئی کئی صفحات کا منہ کالا کیا گیا ہے

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں \
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

آہ! اسلام تیری غریبی و بیکسی! اور آہ! اے امت مسلمہ! تیری مظلومی و مجبوری۔ کہ تیرے خلاف جس کے منہ میں جو آتا ہے۔ بک دیتا ہے۔ کوئی نہیں جو اس سے پوچھے۔ کہ تیرے منہ میں کے دانت ہیں۔؟

اس ناوک بیداد کے ہر نشانہ کو غور سے دوبارہ دیکھئے ملت ابراہیم کے قلب و جگر کو کس بے دردی سے چھلنی کیا گیا ہے۔ خدا کی شان! جس جماعت کے

متنبی کا کوئی قول اور کوئی دعویٰ ایسا نہیں جس کا خود آپ کے دوسرے قول اور دعویٰ سے تضاد و خلاف نہ ہو۔ جس کے لٹریچر کی ہر سطر دوسری سطر کی ضد ہے کوئی کتاب اٹھا کر دیکھو! آگا کچھ ہے تو پیچھا کچھ۔ کسی بھی دعویٰ کو لے لو۔ دعویٰ بھی موجود ہے اور انکار بھی۔ تائید و حمایت میں دلائل کا طومار ہے۔ تو تردید و مخالفت میں براہین کا انبار۔! المختصر! جن پارٹیوں کے وجود کی بنیاد، قصرِ خلافت و امارت کی اساس اپنے لیڈر کے اقوال و الہامات کے تضاد و تباین کی مضبوط چٹان پر قائم ہے۔ اور جن جماعتوں کا منشا ہی اپنے رہنما کے دعاوی کا اختلاف ہو۔ وہ علماءِ اسلام کو باہمی اختلاف کی پاداش میں گردن زدنی، کشتنی اور سوختنی قرار دیتی ہیں۔ اور جس جماعت کے بنیادی لٹریچر میں [انت منی بمنزلۃ ولدی۔ (اے مرزا) تو بمنزلہ میرے بیٹے کے ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص۸۶ مصنفہ مرزا غلام احمد) بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے۔ یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے۔ مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا۔ جو متواتر ہوں گے۔ تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ (حیض) بچہ ہو گیا۔ جو بمنزلہ اطفال اللہ کے ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۴۳) انا نبشرک بغلام مظہر الحق والعلی کان اللہ نزل من السماء۔ بیشک ہم تجھے خوشخبری دیتے ہیں۔ ایک لڑکے کی جو حق اور علا کا ظاہر کرنے والا ہو گا۔ گویا اللہ تعالیٰ خود آسمان سے اتر آئے گا۔ (نعوذ باللہ) آسمان سے اتر کر تیرا بیٹا بن جائے گا۔ عیاذاً باللہ) اور حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) نے ایک موقعہ پر اپنی یہ حالت ظاہر فرمائی۔ کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کا اظہار فرمایا۔ (العیاذ باللہ) (اسلامی قربانی مصنفہ یار محمد قادیانی)]۔۔۔ جیسے ہزاروں قسم کے مشرکانہ اور غیر شریفانہ اقوال ہوں۔

الہامات موجود ہوں۔ (۲) اسلام کے فطری عقائد اور معقول اعتقادات کو مضحکہ خیز اور بعید عن المعقولیت قرار دے کر ناقابل تبلیغ ٹھیرا رہی ہے۔ اللہ اللہ!! حیات مسیح تو اپنے نوجوان غیر مطمئن ہوں، مگر مسیح کے پیٹ میں استقرار حمل سے مسرور مطمئن اور معجزات مسیح پیش کرنے سے تو دوسرے مذاہب والے اسلام سے بدظن اور دور ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی قوت رجولیت کے اظہار وغیرہ جیسے ننگ انسانیت عقائد و اقوال ——— جن کو نقل کرتے ہوئے ایک شریف انسان کا قلم رک رک جاتا ہے، (۳) اسلام کی برتری و فضیلت ثابت کر کے انہیں اسلام کے قریب لانے کا موجب ہوں ؎

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں   جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

بات سے بات نکلتی جا رہی ہے۔ برسبیل تذکرہ بہت کچھ کہہ گئے۔ ورنہ ہمارا مقصود قارئین کرام کو یہ دکھلانا تھا کہ:-

(۱) تان کہاں جا کر ٹوٹتی ہے۔ فروعی و فقہی اختلاف کے کندھے پر بندوق رکھ کر علمائے اسلام پر طعن و تشنیع، تذلیل و توہین اور تکفیر کی جو گولیاں برسائی گئیں۔ اس کا ماحصل ؟ یہی نا کہ ملت اسلام، علمائے اسلام کے خون سے ہاتھ رنگ کر، آنحضرت، فخر رسالت، خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی سے آزاد اور مرتد ہو کر مرزا جی کی غلامی کا جوا اپنے گلے میں ڈال لے۔ اس آسمانی نظام کے بغیر نہ دنیا میں کوئی اور نظام ہے نہ آئندہ علماء کے ذریعے قائم کیا جا سکتا ہے۔ تبلیغ اسلام کا حقیقی جوش اور درد رکھنے والے بہر حال اس جماعت احمدیہ میں شریک ہو جائیں ؎

بنا کریں آرزو خدائی کی   شان ہے تیری کبریائی کی

اب فرمائیے! ایک سعید الفطرت، صالح، نیک دل، اور خالی الذہن انسان جب تقاضائے فطرت سے مجبور ہو کر، جمود و انتشار سے اکتا، اور تعطل و لامرکزیت سے گھبرا کر مرکز تنظیم اور نظام تبلیغ کی تلاش میں نکلتا ہے۔ اِدھر نظر کرتا ہے تو میدان خالی پاتا ہے۔ اپنے پاس کچھ بھی نہیں، اور نہ مستقبل میں ہونے کے کچھ آثار ہیں۔ اُدھر جاتا ہے۔ تو نہ صرف مضبوط مرکز اور مستقل ادارے دیکھتا ہے بلکہ یہ سنتا ہے۔ کہ "تبلیغ کے واحد آسمانی ٹھیکیدار ہم ہیں "تنظیم ہمارے سوا کہیں نہیں"۔ تحدی اور تیقن سے کہا جا رہا ہے "علماء یہ کام نہیں کر سکتے۔ اگر مل کر بھی کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے" پھر وہ ان دعاوی کی تصدیق میں دیکھتا ہے۔ کہ ملت اسلامیہ کے حضور میں پے بہ پے مخلصانہ درخواستوں اور دردمندانہ عرضداشتوں کے جواب میں صدائے بر نخاست۔ "الفضل" اور "پیام صلح" کے ان رعونت آمیز اور فرعونی بیانات کے جواب میں علماء اور مشائخ مساجد اور خانقاہوں سے باہر نہ آئیں۔ تو خدارا انصاف سے کہئے! ان حالات و حقائق کو سامنے رکھ کر، جذبات و عقائد سے خالی ہو کر جواب دیجئے! کہ وہ نوجوان کس طرف رخ کرے گا؟ اسے اپنے جذبات صادقہ کی تسکین، خیالات صالحہ کی تخمین، اور عزائم و تصورات عالیہ کی تکمیل و تشکیل کا سامان کہاں سے ملے گا؟

احساس ذمہ داری۔ اگر آپ کا منصفانہ فیصلہ یہی ہے۔ اور واقعات اس کی تائید کرتے ہیں۔ کہ عمل و حرکت از تنظیم و مرکزیت کی پیاسی روحیں —— اپنا کنواں خالی اور اپنا چشمہ خشک پا کر —— "اُدھر" کا رخ کریں گی۔ پانی کا جو ذخیرہ بھی نظر آئے گا۔ اس پر گر جائیں گی۔ گو وہ ذخیرہ اول تو سراب، ورنہ گندہ، نجاست آمیز، زہر آلود، اور ہلاکت آفریں ہو گا۔

اگر قیاس و اندازہ اور تجربہ و مشاہدہ یہی ہے۔ کہ سلیم الطبع، سادہ لوح انسان اپنے جامد ماحول سے باغی نوجوان "قصر خلافت" و "امارت" کی دہلیز پر سر بسجدہ ہو جایا کرے گا۔ اپنے دل و دماغ، ایمان و اعتقاد اور اعمال و حرکات کی ساری دولت "امیر" و "خلیفہ" کے قدموں میں ڈھیر کر دے گا۔ اگر آپ یہ سب کچھ تسلیم کرتے ہیں۔ تو اتنا عرض کرنے کی اجازت دیجئے۔ کہ کیا ان حالات میں آپ کی کوئی ذمہ داری ہے؟ کیا اس بہتر مگر صالح عنصر، اس سعید فطرت مگر لاعلم طبقہ کو کفر و ضلالت کی راہ سے ہٹا کر صراط مستقیم پر لگانے کی کوئی ذمہ داری خدا اور رسول کی طرف سے آپ پر عائد ہوتی ہے؟ غم دیگراں نہ سہی! اپنی اولاد، اپنی آنے والی نسلوں کا فکر کیجئے، جب ان کے سامنے یہ حالات آئیں گے۔ تو وہ کدھر کا رخ کریں گے؟ کیا آپ کو اپنے لخت ہائے جگر کے آگ میں پڑنے اور ابدالآباد تک جلنے کی کوئی فکر نہیں؟ ملت اسلامیہ کراہ کراہ کر کہہ رہی ہے ؎

اسد ہے نزع میں چل بے وفا برائے خدا
مقام ترک حجاب و وداع تمکیں ہے

آپ کے اہل و عیال، آپ کے گوشت پوست کے ٹکڑے، آپ کے خون کے قطرے ان حسرت بھرے الفاظ میں آپ کو بلا رہے ہیں ؎

بلبم رسید جانم تو بیا کہ زندہ مانم
پس ازاں کہ من نہ مانم بچہ کار خواہی آمد

اگر آپ کے اندر روح موجود ہے، بیدار روح! تو اس تصور سے آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ اگر آپ کے سینہ میں دل کی جگہ دل موجود ہے پتھر کا ٹکڑا نہیں۔ تو اس دردناک نظارہ سے آپ تڑپ اٹھیں گے۔ سیماب وار مضطرب ہو جائیں گے۔ اور اسی مضطربانہ کیفیت میں مسجد، مدرسہ اور خانقاہ کی مقدس فضا سے تڑپ تڑپ کر باہر نکل پڑیں گے۔ اگر یہ کیفیت آپ پر طاری ہو جاتی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں

ایں ہم غنیمت است - ابھی سنبھلنے کا وقت ہے - ابھی اٹھنے کا موقع ہے اور اگر اس الم انگیز صورت حالات کے تماشہ سے آپ کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی - اگر آپ مدرسہ و خانقاہ کی چار دیواری میں مریدوں اور شاگردوں کے جی حضوری مجمع میں خوش ہیں اور مسند ارشاد و افتا پر دشمن کے حملوں سے بےخبر حالات کی رفتار اور وقت کی پکار سے غافل اور ملت کی "گراہ" سے لا علم بیٹھے ہیں - تو آپ کو یا تو وراثت انبیاء اور ہدایت و ارشاد کا تاج سر سے اتار کر رہنمائی و امامت کا تخت دوسروں کے لئے خالی کر دینا ہوگا - یا اپنے ہاتھ سے اپنے فتوئ قتل پر "محمود" "محمد علی" سے پہلے دستخط دینے پڑیں گے !

ان حالات میں جب کہ باطل حق کے جمود و خمود اور مادیت و تعطل کو ہی اپنی برتری و فضیلت، صحت و صداقت اور سچائی و حقانیت کا معیار قرار دے کر منظر عام میں حق کو چیلنج کرے - جب کفر و ضلالت اپنے بدنما و بدصورت منہ اپنے کریہہ المنظر، کالے کلوٹے چہرہ پر اسلام و ہدایت کی غفلت و بےحسی کا غازہ مل کر بے بنیاد نمائشی حسن کے جلووں میں دنیا کے سامنے آ لے - جب ہمارا حریف اور رقیب ہمارے انتشار و لا مرکزیت کا سہارا لے کر منظم ہو - ہماری بے ربطی و اختلافات باہمی کے جال میں تنظیم کا دانہ پھینک کر ہزاروں مرکز جماعت کی تڑپ رکھنے والے طائران دل کو پھنسا لے - جب ہمارا مخالف ہماری طویل خاموشی اور گراں خوابی پیش کر کے ہمارے زندہ دل اور بیدار مغز نوجوانوں کو ہم سے چھین لے - جب دنیا ڈنکے کی چوٹ کہہ دے کہ مکہ اور مدینہ کی چھاتی کا دودھ خشک ہو گیا - اب تشنہ کامان صداقت اور بادہ نوشان روحانیت کی پیاس خمخانہ ناموس و مرسل اور امام عصر حاضر ہی سے بجھ سکتی ہے - تو میں سمجھتا ہوں ان حالات میں اہل حق کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں

مرکز تنظیم اہل سنت۔ محض اسی ذمہ داری کا احساس ہے۔ جس نے ہمیں بحر مواج میں ڈال دیا ہے۔ ہم نے متوکلاً علی اللہ لنگر اٹھا دیا ہے۔ ہم کشتی کی شکستگی، باد مخالف کے طوفان اور لہروں کے تسلسل کو جیتی جاگتی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں ہمیں مشکلات راہ کا علم و احساس ہے۔ ہم اپنوں کی غفلت و مدہوشی اور غیروں کی بیداری و ہشیاری سے بے خبر نہیں۔ ہم فریب نفس میں مبتلا نہیں۔ ہم اپنی بے سروسامانی و بے بضاعتی کو خوب جانتے ہیں۔ ہم سے زیادہ ہمارے بازوؤں کی کمزوری و ناتوانی سے کون آگاہ ہے! ہم سے زیادہ مخالفین کی قوت اور ٹھوس طاقت کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ اس تمام علم و خبر کے باوجود، جو ہم نے شب تاریک میں گرداب بلا اور بیم موج سے بخوف و بے پرواہ ہو کر ساحل عافیت چھوڑ دیا ہے۔ تو محض ادائے فرض کے جذبہ سے سرشار ہو کر!

بعونہ تعالیٰ ایک جماعت نواب زادہ محمود خاں صاحب خلف الرشید آنریبل نواب سر محمد جمال خاں صاحب لغاری کی صدارت، سردار احمد خاں صاحب بیتانی کی نظامت اور مفتی اعظم حضرت علامہ محمد کفایت اللہ صاحب و شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب کی سرپرستی و سیادت میں منظم ہو کر میدان میں آ گئی ہے۔ لوجہ اللہ سرگرم عمل ہو چکی ہے۔ اب اگر آپ حضرات کی سرد مہری، تغافل و بے پرواہی عدم شرکت و بے توجہی، کنارہ کشی و بے عملی اور عافیت کوشی سے یہ مشن کامیاب نہیں ہوتا۔ یہ بیڑا ڈوب جاتا ہے۔ تو بھی ہم کامیاب ہیں۔ عند اللہ سرخرو ہیں۔ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ البتہ ڈوبتے وقت ہمارا آخری سوال آپ سے یہ ہو گا کہ تم نے اپنا فرض کیوں نہ پہچانا؟

سودائے قمار عشق میں شیریں سے کوہکن | بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز | مولانا صاحب! آپ سے یہ بھی نہ ہو سکا

بجوش جنون ۳۰ سال ہوا! اگر ہماری عزلت نشینی اور گوشہ گیری سے میدان کارزار میں حق و باطل کی اس جنگ و پیکار میں ہماری شکست ہوتی ہے۔ اگر ہماری یہ آخری جد و جہد یہ سرگرمی یہ کوشش بھی شاہد مقصود اور عروس کامیابی سے ہم کنار نہیں ہوتی۔ اگر ہماری کوشش بہ بین اقبال علیہ الرحمۃ ہماری آخر زمانہ کی یہ آخری آواز کا بھی وہی حشر ہونا ہے۔ جو اب تک دوسری آوازوں کا ہو چکا ہے۔ تو پھر کون ہے جسے اس میدان میں آنے کی ہمت ہو۔ اس صورت میں آپ اپنی اولوالعزمی پر غور کریں۔

تجربہ کی رات کاٹنے والو! کیا کرو گے اگر سحر نہ ہوئی؟

اگر ہندوستان کے ایک فی صدی علماء بھی ہماری اس نوائے تلخ سے بیدار ہو کر سرگرم عمل ہو جاتے ہیں۔ تو میں سمجھوں گا۔ کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا

۹- تحریک تنظیم اہلسنت

جماعتی زندگی | جماعتی فنڈ

از محترم سردار احمد خاں صاحب ثانی بانی تحریک

مرکز تنظیم اہل سنت کا مقصد عظیم اور نصب العین یہ ہے:۔

ا- صحیح معنی میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت، فرق باطل کی تردید و مدافعت اور اہل حق کی نگرانی و حفاظت۔

ب- اہل سنت والجماعت میں جماعتی زندگی کی صلاحیت و مناسبت پیدا کرنا تاکہ ان میں شعور زندگی اور عام بیداری پیدا ہو۔

اسی مرکز تنظیم اہلسنت کی طرف سے بطور تذکرہ بار بار تقاضا کیا جا رہا ہے۔ اور کیا جاتا رہے گا۔ کہ جو صاحب اس پروگرام کو مفید سمجھیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ سب اپنے اپنے مقام پر جماعتیں قائم کریں۔ پھر ان ہی جماعتوں کے ذریعے مقامی اور مرکزی امداد ہو۔

ایک شخص اور ایک ہستی خواہ وہ کتنی ہی ممد و معاون کیوں نہ ہو۔ کسی تحریک کو اس قدر استقلال و استحکام نہیں دے سکتی۔ جس قدر کہ ایک منظم جماعت اسے تقویت پہنچا سکتی

ہے۔ انفرادی امداد کی صورت میں جب فرد کو کوئی حادثہ پیش آجاتا ہے، جو اس دارِ فانی میں ایک عام معمول ہے۔ تو اس کے ساتھ تحریک پر بھی قضا آجاتی ہے۔ برخلاف اس کے جماعت کے کسی فرد کو کوئی صدمہ پہنچے تو باقی ارکان اور ان کے ساتھی ارکان کی شمولیت سے جماعت علیٰ حالہٖ قائم رہتی ہے۔ اور کام بدستور جاری رہتا ہے اور یہ زمانہ تو خاص طور پر جماعتوں کا زمانہ ہے۔ ایک معمولی دوکان کھولی جائے۔ تو اس کو بھی "اینڈ کو" کی صورت دینی پڑتی ہے۔

ہمیں خوب معلوم ہے۔ کہ مسلمان جماعتی و اجتماعی زندگی کی روح اور اس کی صلاحیت و مناسبت کھو بیٹھے ہیں۔ اور ان کے دماغ میں انفرادیت کی ہوا اتنی بڑی مقدار میں بھر چکی ہے۔ کہ اکیلے اور جدا جدا رہنے میں ان کی بسر اوقات نسبتاً اچھی رہتی ہے۔ لیکن جونہی کسی انجمن کی بدولت کسی قدر مل بیٹھنا میسر آجائے۔ تو غرضِ مشترک کا احساس مفقود ہونے کی وجہ سے ان کی نفسانیت و انانیت اس قدر بے قابو ہو جاتی ہے۔ کہ گویا اجلاس ہی ان کی لاف و گزاف کے لیے بلایا گیا تھا۔

جن حضرات کو پہلے دنگا فساد کرنے کا کوئی موقع نہ ملتا تھا۔ انجمن کا یہ اجلاس ایک گونہ لڑائی جھگڑے کا زریں موقع اور ایک عمدہ دنگل مہیا کر دیتا ہے۔ غیر انجمن کے اغراض و مقاصد جن کی سرانجامی کے لئے جمع ہونا مقصود تھا۔ اپنے اپنے مقام پر پڑے سڑتے رہیں۔ لیکن ہمارے بھائی مسلمان برادری کے تنازعات لین دین کے جھگڑے۔ خاندانی عداوتوں کے انتقام، اور اپنی اپنی بڑائی، سخن پروری اور زور آزمائی کے لئے ایسے مواقع کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ تحریکیں اپنی کامیابی کے لئے پاک جذبات۔ بے نفسی، للہیت، اتحادِ عمل اور لہو پسینہ ایک کرنے کی متقاضی ہیں۔ مگر ہم اپنے خبثِ طبع کی وجہ سے اپنی تحریکوں کو اپنے ذاتی وقار۔ ذاتی فتح و شکست کا

اکھاڑہ بنا دیتے ہیں۔ اور عام طور پر ہماری تحریکوں کا خاتمہ بالشر ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف دوسری جماعتوں کا طرزِ عمل ہمارے سامنے ہے۔ ہندو.... صاحبان آریہ یوں اسناتنی انہوں نے اپنے اپنے مشترک و جماعتی و اجتماعی مفاد کے حصوں میں اپنے اندر اس قدر صلاحیت اور مشق و مہارت پیدا کر لی ہے۔ کہ شہر شہر بستی بستی اور گاؤں گاؤں میں ان کے سینکڑوں ہزاروں اور لاکھوں روپیہ کی مالیت کے جماعتی اور پنچاتی فنڈ چپ چاپ اور خاموشی کے ساتھ جمع ہو رہے ہیں۔ پھر ان کو کفایت شعاری اور خوش اسلوبی کے ساتھ نہایت برمحل اور بامو قع خرچ کیا جاتا ہے۔

ان کے باہمی جھگڑوں کی اتنی بھرمار نہ سہی۔ لیکن آخر کچھ نہ کچھ ضرور ہوتے ہیں باوجود اس کے ان لوگوں میں جماعتی مفاد کا جذبہ بیدار ہو کر ایسے اعلیٰ مرتبے پر پہنچ چکا ہے۔ کہ کیا مجال کہ ان کے ذاتی تنازعات کسی رنگ میں بھی ان کی جماعت یا جماعتی مفاد کو کوئی ٹھیس لگائیں۔ یا ان کی وجہ سے جماعتی فنڈ پر کچھ آنچ آئے۔

گو ہم اپنے افراد اہل سنت کی ناہمواری طبع سے خوب واقف ہیں.... ہمیں معلوم ہے۔ کہ جب ان کو کسی ایک مقام پر جمع کیا جائے تو جس طرح چقماق.... کی رگڑ سے چنگاریاں اٹھتی ہیں اسی طرح ہم مسلمانوں کے میل ملاپ سے کسی خیر و برکت کی بجائے باہمی عناد کی آگ شعلہ زن ہوتی ہے۔ اور کسی قسم کی مسرت و اطمینان حاصل ہونے کی جگہ اغراض و مقاصد ڈائنامیٹ کی طرح بھک سے اڑ جاتے ہیں۔ مگر مایوس نہ ہونا چاہیئے انشاء اللہ العزیز رفتہ رفتہ ہم میں ضرور صلاحیت پیدا

تشکیل جماعت اور قیام بیت المال :۔ در حقیقت افراد جماعت اہل سنت کی

تمام بیداری اور ان کی رفعت و ترقی کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ جا بجا جماعتیں قائم ہوں۔ اور افراد جماعت نہ صرف اپنی جماعتی برکات اور چندہ جات اور عطیات کو انفرادی لوٹ سے بچائیں۔ بلکہ پوری طرح ایثار و قربانی سے کام لے کر بڑی بڑی رقوم اور آمدنیوں کے حصے اپنی اپنی انجمن کے خزانے اور فنڈ میں داخل کریں۔ پھر مقامی انجمن کے فنڈ کے ایک حصے سے مرکز کی امداد ہو تا کہ مرکز ممتاز اور معیاری مبلغین کی ضروریات کا کفیل ہو کر اشاعت اسلام اور مقامی جماعتوں کی حفاظت و حمایت کے لئے ان کی خدمات حاصل کر سکے۔

ب۔ عربی اور انگریزی کے فارغ التحصیل سعید الفطرت اور قابل نوجوانوں کو تبلیغی تعلیم و تربیت دلا سکے۔

مقامی جماعتیں اپنے خزانے کی باقی رقم اپنے اصلاحی و تعمیری پروگرام پر صرف کریں۔

مقامی تعمیری پروگرام:-

۱۔ مقامی جماعت کے افراد میں باطل فرقوں کے بالمقابل دفاعی اور تبلیغی سپرٹ پیدا کی جائے۔

۲۔ مقامی جماعتوں میں لائبریریاں قائم کی جائیں۔ جن میں تردیدی اور تعمیری لٹریچر حتی الامکان اعلیٰ پیمانے پر مہیا کیا جائے۔

۳۔ مقامی لوگوں میں دینی، دنیاوی تعلیم کی توسیع کی جائے اور مسلمانوں کو صنعت و تجارت کا شوق دلایا جائے۔ تاکہ کوئی فرد جاہل اور بے کار نہ رہے۔

۴۔ غیر مستطیع بلندی طلبہ کے لئے کتابیں اور سامان تعلیم مفت مہیا کیا جائے اور اعلیٰ دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے ذہین اور غریب طلبہ کو وظائف

دئے جائیں۔

۵۔ وقتاً فوقتاً...... تبلیغی جلسے منعقد کرا کر مسائل دینی کی تعلیم و تفہیم کے ساتھ ساتھ
مسلمانوں میں ہر شعبہ زندگی کا عام شعور اور تمام بیداری پیدا کر کے ان کو
صاحب عزم بنایا جائے۔ اپنی جماعتی حفاظت کے واسطے اس قسم کے پروگرام
کو تمام اغیار، مثلاً آریہ، سناتن دھرم سبھا، شیعہ، مرزائی، سکھ اور سب
سے بڑھ کر عیسائی سرانجام دے رہے ہیں۔

الغرض جماعتی بیت المال یا جماعتی خزانہ ایک چشمہ فیض اور منبع رحمت
ہے۔ جس سے ہر غیر فرقہ بہرہ مند ہے۔ اور اگر کوئی اس کے برکات سے محروم
ہے۔ تو وہ فقط جماعت حقہ اہل سنت ہے۔

بیت المال کی اہمیت:۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے
بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جس پہلی داخلی لڑائی کے لئے میدان میں آنا
پڑا۔ اس کا مقصد براہ راست تقویت بیت المال ہی تھا۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا
کہ اسلامی بیت المال خراج اور محاصل سے معمور ہو سکے مگر افسوس صد افسوس
کہ ہم مسلمانوں نے نہ صرف اپنی مالی امداد اور عطیات سے اسلامی خزانے
کو محروم کر دیا۔ بلکہ سرے سے اسلامی خزانے کی بنیاد ہی اڑا دی۔ اور بیت المال
یا پنچایتی فنڈ کے تصور سے ہی ناآشنا ہو گئے۔ اب مرکز تنظیم کے پیش نظر جہاں
اشاعت اسلام اور حفاظت و پاسبانی اہل سنت کا کار عظیم ہے۔ وہاں افراد اہلسنت
کی انفرادیت کو توڑ کر ان میں جماعتی و اجتماعی زندگی کی صلاحیت پیدا کرنا
وہ اپنا فرض سمجھتا ہے۔ کیونکہ جماعتی زندگی کی بے حسی اور بے شعوری اور جماعتی فنڈ
کے فقدان ہی سے امت مرحومہ میں یہ سارا فساد اور بگاڑ پیدا ہو رہا ہے۔

آپ دیکھ لیں گے۔ کہ جماعتوں میں جوں جوں فنڈ ترقی کرے گا۔ اراکین انجمن میں بھی معقولیت پیدا ہوتی جائے گی۔ اور طبیعتیں بھی سلجھتی چلی جائیں گی۔

اگر آپ بہ نظر تعمق دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ غیروں نے جو نہی اپنے اپنے جماعتی فنڈ بند کئے۔ تو اس سے نہ صرف ان کی تمام قومی و مذہبی ضروریات بہ احسن وجوہ پوری ہونے لگیں۔ بلکہ اسی فنڈ نے ان کے اندر کئی طرح کی مزید صلاحیتیں اور ذمہ داریاں بھی پیدا کر دیں۔ ہماری قسمت تب ہی سے پھوٹی ہے جب سے ہمارا روپیہ، بلیہ خیرات اور عطیات کسی مرکزی بیت المال یا جماعتی فنڈ میں جمع ہونے کی بجائے نااہل افراد کے ہاتھوں میں پڑ کر برباد ہونے شروع ہوئے۔

دیکھیں اگر ہم اب بھی جماعتی فنڈ قائم کر کے اسے بخیر و خوبی چلانے اور جاری رکھنے کی قابلیت پیدا کر لیں تو ہمارے اندر بھی ماشاء اللہ وہ سب صلاحیتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ جن کے ذریعے سے ہم اپنی جماعتی زندگی کے تمام شعبے سنبھال سکیں۔

اس وقت تو ہم سراسر تخیلات اور خالی خولی آرزوؤں میں لپٹے ہیں۔ اسباب و ذرائع کو حوصلہ مندی کے ساتھ ہاتھ میں لینے کا ہمیں سلیقہ نہیں۔ یعنی کرنے کا جو کام ہے۔ یا تو سرے سے اسے کرنا ہی نہیں چاہتے۔ اور اگر کبھی اس کی طرف مائل بھی ہوتے ہیں۔ تو ہماری یہ خواہش رہتی ہے۔ کہ مداری کے آم کی طرح پردہ اٹھتے ہی سب کچھ تیار ملے۔

کیا آپ دنیا اور اس کی ترقیوں کو نہیں دیکھتے! کیا وہ ذرائع اور وسائل آپ کی نظروں سے بدستور اوجھل رہیں گے! جن پر عمل پیرا ہو کر وہ منتہائے

منظم اور مضبوط ہو رہے ہیں۔

الغرض آپ واقعات اور مشاہدات کی دنیا میں تشریف لائیں۔ تو آپ کے سامنے اور بالکل آپ کی ہمسائیگی میں یہ کام بڑی خوبی خوش اسلوبی اور انتہائی بے تکلفی کے ساتھ سر انجام ہوتا نظر آئے گا۔

ہم میں اور دوسروں میں فرق صرف اس قدر ہے کہ انہوں نے تمام قربانیاں بشمول جملہ وان بن خاص وعام افراد کو دے ڈالنے کی بجائے سبھائوں اور جماعتوں میں منتقل کر دیا ہے۔ اس کے برخلاف ہمارے مسلمانوں کی تمام داد و دہش تجہاں میں کنش انفرادی تحائف اور آوارہ تقسیم میں ضائع ہو رہی ہے اور جماعتی مفاد جوں کا توں تشنۂ تعمیر و تکمیل پڑا ہے۔

پس چاہیے۔ کہ جس قدر جلد ہو سکے ہم مذکورہ فرق نکال دیں۔ اس کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ قومی زندگی کی دوڑ میں اغیار ہم سے سبقت لے جائیں۔ آخر ان کے کوئی سرخاب کے پر تو لگے ہوئے نہیں ہیں۔ بس یہی ایک راز ہے۔ اور یہی ایک بھید ہے۔ کہ دوسرے فرقوں کے افراد نہ صرف یہ کہ مسلمانوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر خیراتیں کرتے اور عطیے دیتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے اپنی تمام فیاضیوں سخاوتوں اور جملہ قربانیوں کو منظم اور منضبط کر لیا ہے۔ اور اب ان کی ترقی کی حالت آپ کے سامنے ہے۔

ہم اگر خدائی احکام، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسوۂ عمل کو پس پشت ڈال چکے ہیں تو ہمسایوں کے طریق عمل کو دیکھ کر ہی کچھ عبرت حاصل کریں۔ کیونکہ اس وقت ہمارے سلف

صالحین کے طریق پر زیادہ تر وہی لوگ کاربند ہیں۔ اور اگر ہم ایسا کریں تو پھر نہ صرف وہی سابقہ عروج حاصل کر سکتے ہیں۔ بلکہ اہل حق ہونے کی وجہ سے تمام ہمسایہ اور ہم عصر قوموں سے بڑھ سکتے ہیں۔

عیسائیوں کے متعلق تو شاید آپ یہ کہیں کہ وہ حکمران قوم سے تعلق رکھتے ہیں لیکن لاہوری اور قادیانی مرزائیوں کے فنڈ دیکھو، سکھوں، آریہ سماج، سناتن دھرم بھائیوں کے اپنے اپنے اور مشترکہ پنچایتی خزانے اور سرمائے شہر شہر اور گاؤں گاؤں میں معلوم کرو۔ اور اس کے بعد اہل سنت کے سرمایے اور بیت المال کی حالت بھی بتلاؤ تو شرم کے مارے گردن جھک جائے گی۔ یہ نہیں کہ ہماری جماعت اہل سنت کا فنڈ تھوڑا ہے۔ بلکہ قابل شرم بات یہ ہے کہ سرے سے فنڈ کا کوئی نام نشان ہی نہیں۔ پھر شکایت یہ ہے۔ کہ صاحب وہاں مرزائیوں نے پورش کر دی تھی۔ اس جگہ آریوں نے فتنہ ارتداد اٹھایا ہوا ہے۔ اور فلاں مقام پر عیسائیوں نے آفت برپا کر رکھی ہے۔ مگر کبھی آپ نے ان کے ذرائع اور وسائل پر بھی غور فرمایا ہے؟

اب دیگر فرقوں کا سا عروج اور ترقی چاہتے ہیں۔ تو آپ کو لازماً ان ہی کی سی قربانیاں اور ان ہی کا سا نظم بھی اختیار کرنا ہوگا۔ ان کے طریق کار پر عمل نہ کر کے ان کی قربانیوں کو نظر انداز کر کے ان کی کامیابیوں پر حسرت اور رشک کرنا سراسر نادانی، بیہودگی اور خام خیالی ہے۔ اپنی بدنظمی اور بے ترتیبی سے بدبسا اوقات معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا ہم اتنے متحمل اور بخیل واقع ہوئے ہیں۔ کہ مذہبی اشاعت اور جماعتی دفاع کے لئے خیر خیرات کچھ دیتے ہی نہیں۔ یا پھر اس طرح اپنی خیرات اور عطیوں کو بے محل اور بے ٹھکانہ ضائع اور برباد کرتے ہیں۔ کہ یہاں تک مخلوق

جماعتی تعمیر اور دفاع کا سوال ہے ہم ان خیراتوں کی کوئی نشان دہی نہیں کر سکتے
اول تو میل ملاپ اور جماعتیں ہی میسر نہیں۔ جہاں کوئی جماعت ہے بھی وہاں
فنڈ اور بیت المال نہیں۔ صرف وقتی اور ہنگامی پروگرام ہے اس کی بسر اوقات
ہے۔ اور جہاں کوئی بیت المال کی صورت پیدا بھی ہے۔ تو وہ محض ضعیف یا
خفیف اور برائے نام ہے۔ جو ہمسایہ فرقوں کے فنڈ کے مقابلہ میں کچھ بھی نسبت نہیں رکھتا
ہمارے صاحب ثروت اصحاب میں سے جو حضرات کسی قدر سخاوت اور
مروت کا جذبہ رکھتے ہیں۔ وہ جماعتی تعمیر، جماعتی نظم و تنظیم اور جماعتی حفاظت و
مدافعت سے سراپا غافل اور بے خبر ہیں۔ اور جو باقی ہیں وہ مطلقاً نادہندہ واقع
ہوئے ہیں۔ گویا انہیں اس دنیا کو چھوڑنا ہی نہیں۔ اور نہ تحفظ مذہب کے متعلق
ان پر کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

الغرض ہمارے ہاں "مہربانی ہم غلط" اور "نامہربانی ہم غلط" والا معاملہ
ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت جیسی حق پرست جماعت ہر جگہ عاجز و درماندہ
اور لاچار ہو رہی ہے۔

اب تبلیغ ہو تو کیسے؟ جماعتی حفاظت و مدافعت ہو تو کس طرح؟ اور جماعت
میں عام بیداری اور شعور زندگی پیدا کیا جائے تو کیونکر؟ نتیجہ یہ ہے۔ کہ افراد
جماعت اہل سنت ملی، مذہبی اور جماعتی شعور سے خالی الذہن پھرتے ہیں۔ اور
ہر وقت، اور ہر جگہ آئے گئے کی دستبرد کا شکار ہیں۔

خدارا اب بھی سنبھل جائیے اور کام کی (الف۔ ب) بیت المال کے قیام
سے شروع کیجئے! ہمارا فرض ہے۔ کہ شادی غمی اور ایصال ثواب کی تمام چھوٹی بڑی
خیراتوں سے لے کر بڑے بڑے عطیات اور وصیتوں تک سب کی سب اپنے

اسلاف کی طرح نہ سہی اپنے ہمسایہ فرقوں کی طرح ہی اپنی اپنی مقامی انجمن کے خزانے میں داخل کریں۔

اب اس قدر ذلت و خواری سہنے کے بعد بھی ہم اپنی خیر و خیرات اپنے جماعتی خزانہ میں منتقل نہیں کر سکتے تو ہمارے جمل و جمود کی کوئی حد نہ رہی۔

آپ حضرات جس قدر چاہیں اس معاملہ پر غور کر لیں۔ آج نہ سہی کل سہی۔ لیکن بالآخر جماعتی استحکام اور جماعتی دفاع کے لئے یہی تدارک اور یہی چارہ کار لازمی طور پر اختیار کرنا ہو گا۔ لیکن یہ صحیح رہے۔ کہ پہلے ہی ہم سے بہت غفلت اور کوتاہی سرزد ہو چکی ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ اس پروگرام پر عمل کرنے کے لیے ہم اس وقت کمر بستہ ہوں جب "تلافی مافات" کا موقع ہی نہ رہے۔ اس وقت کا سنبھلنا اور سمجھنا عبث اور بے سود ہو گا۔

اے زر دست بے خبر در ہر چہ باشی زود باش

یاد رکھو اور خوب یاد رکھو اسب چھوٹی بڑی خیراتیں اور عطیے منظم ہوں گے تو جماعت بھی منظم ہو گی۔ یہ امر محال اور ناممکن ہے۔ کہ آپ کی داد و دہش اور آپ کی خیرات منظم نہ ہو اور جماعت منظم ہو جائے۔ جماعت کے بیت المال اور جماعت کے فنڈ کا وجود نہ ہو۔ اور تبلیغ و اشاعت اسلام اور حفاظت ملت کا کام شروع ہو جائے اور خود بخود جاری رہے۔

این خیال است و محال است و جنوں

پس خیال رہے۔ کہ اگر دین کی کچھ خدمت اور عاقبت کی کچھ بھلائی منظور و مطلوب ہے۔ تو ضروری ہے کہ آپ مقامی جماعتیں بنا کر ان کے بیت المال مضبوط کریں ان میں جیسا کہ عرض کیا گیا بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کریں۔ ان

کو ذاتی منافقتوں اور نزاعوں سے بچائیں۔ اور پوری حفاظت کے ساتھ ان کو ان مدات میں صرف کریں جن کا تفصیلی ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ تب انشاء اللہ ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل ہونگے۔ مقامی جماعتیں اٹھیں گی۔ مرکز مضبوط ہوگا۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ کیا سے کیا ہونے لگتا ہے۔

اور اگر آپ ان حالات میں بھی اپنے اندر اجتماعی زندگی کی صلاحیت پیدا نہیں کر سکتے۔ اپنا داد و دہش، اپنی خیراتوں، اپنی قربانیوں کو اپنی نگرانی میں رکھ کر ان کا صحیح اور برمحل استعمال کرنے سے قاصر ہیں۔ اور ان کو بیمی، رواجی اور دستوری لوٹ سے بچانے کی اہلیت اور جرأت نہیں رکھتے۔ تو آپ اس وقت کا انتظار کیجیے جب کہ خدانخواستہ منظم فرقے اور جماعتیں ہلہ بول کر آپ کو ہر طرف سے گھیر لیں۔ اور گوناگوں گمراہیوں کے جراثیم جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ نہ صرف آپ کے گرد و نواح میں بلکہ خدانخواستہ خود آپ کے خاندان میں داخل ہوتے نظر آئیں۔ آپ کے خویش و اقربا آپ کے عزیز نوجوان شیعہ اور مرزائیوں کے پنجۂ اغوا میں گرفتار ہوں۔ اور آپ کی یہ جائداد جس میں سے آپ اس برّوقت کے دفاع اور انسداد کے لئے کچھ دینا گوارا نہیں فرماتے۔ اس کو وہ گمراہ ہونے والے عزیز اپنے ساتھ لیتے جائیں۔ اور یہی جائداد لوگوں کو اسلام سے مرتد کرنے کی کوششوں میں صرف کریں۔ اس وقت یہ سب کچھ آپ دیکھیں اور کچھ نہ کر سکیں۔ علاوہ ازیں بارگاہ ایزدی میں بھی آپ جواب دہ ٹھہریں۔

پس اس وقت سے ڈریں۔ اور اس برّوقت کے دفاعی اور انسدادی پروگرام میں بلاتامل شامل ہو جائیں۔

اس وقت ہر قسم کی فیاضی اور خیر خیرات کو دفاع اور ارتفاع اہل سنت کی ضروریات پر خرچ کرنا انفاق فی سبیل اللہ کا بہترین مصرف ہے۔ آپ یاد رکھیں۔ کہ جماعت اہل سنت کے خلاف ہر جگہ نہایت خطرناک تیاریاں ہو رہی ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝

جن حضرات سے فی الحال مقامی جماعت مرتب نہ ہو سکے وہ اپنی امداد براہ راست مرکز تنظیم اہل سنت میں بھیج کر ثواب دارین حاصل کریں۔ کیونکہ جب تک اطراف واکناف ملک میں مرکز کی کثیر التعداد شاخیں قائم ہو کر اس کے اخراجات کی پوری پوری کفیل نہیں ہو جاتیں۔ اس وقت تک مرکز کے تمام مصارف مسلمانوں کی عام امدادوں ہی سے پورے ہو سکتے چنانچہ موجودہ وقت میں بھی قوم کے مخیر حضرات کا دست اعانت ہی مرکز کے اخراجات کا کفیل اور ذمہ دار ہے۔

تردید مرزائیت میں قابلِ مطالعہ لٹریچر

ہر معمولی خواندہ آدمی ان کتابوں کو پڑھ کر بڑے سے بڑے مرزائی کا ناطقہ بند کر سکتا ہے۔

فیصلہ مقدمہ بہاولپور ۔ جس میں اسلامی ریاست کے فاضل جج محترم محمد اکبر خاں صاحب بی ۔ اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی نے مرزائی کو مرتد قرار دیکر مسلمہ کا نکاح فسخ فرمادیا ۔ ۱۵۲ صفحے ۔ ٹائٹل رنگین اور دیدہ زیب قیمت ۸؍ ۔

بیانات علمائے ربانی ۔ حجۃ الاسلام علامہ انور شاہ صاحب کاشمیری وغیرہ اکابر علمائے امت کے بیانات اور مجتہدانہ نکات بدلائل قاطعہ ، جن کی بنا پر مذکورہ بالا فیصلہ ہوا ۔ ٹائٹل رنگین ۔ ۱۸۴ صفحے قیمت ۱۲؍ ۔

تحقیق لاثانی ۔ مرزا صاحب کی آسمانی پیشگوئی متعلقہ بہ نکاح محمدی بیگم کی بے نظیر تحقیق ہے ۔ صفحات ۲۰۰ ۔ قیمت ۱؍۱۲ ۔ (ایک روپیہ بارہ آنے)

حقیقت مرزائیت ۔ مرزائیت کے گھر کے بھیدی مباہلہ صاحب کی قابل دید تالیف ۱۵۲ صفحے قیمت صرف ایک روپیہ ۔

ترک مرزائیت ۔ از فاتح قادیان مولانا لال حسین صاحب اختر ۔ اپنی اس تالیف میں مولانا نے بتایا ہے ۔ کہ انھوں نے مرزائیت کیوں ترک کی ۔ قادیانی مذہب کی ضلالت اور گمراہی اس کتاب کے مطالعہ سے پوری طرح کھل جاتی ہے ۔ قابل دید چیز ہے ۔ ٹائٹل نفیس ۱۲۰ صفحات ۔ قیمت عہ

اہلسنت کے اجزائے ترکیبی

ہمارا مذہبی نقطۂ نظر!

فروعی اختلافات کا استخفاف

اور

اتحاد بین المسلمین کی دعوت

۱۰۔ فضول اور بے بنیاد خلاف و نزاع

۱

دیوبندی بریلوی کشمکش

اور

مرکز تنظیم کا نقطۂ نظر

سوال۔ محترم محمد اسحاق صاحب انصاری کلاتھ مرچنٹ، گھر ضلع بستی (یو۔ پی) تحریر فرماتے ہیں:

"ہمارے قصبہ میں آج کل علماء دیوبند کو بہت سے لوگ کافر بنا رہے ہیں۔ علماء بریلی آکر لوگوں کو بتلاتے ہیں۔ کہ تم ان لوگوں سے قطع تعلق کر لو۔ ورنہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاؤ گے۔ اس سے ہمارے ہاں بہت زوروں کا فساد برپا ہے۔ آپ "زمزم" میں کچھ تحریر فرمائیں۔ اور یہ بتائیں کہ کون حقیقی راستے پر گامزن ہے؟"

جواب ؎ حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کیا عجب بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

آپ نے ایک ایسا سوال پیش کیا ہے۔ جس پر قلم اٹھاتے ہوئے، جلے دل کے زخم ہرے ہوتے ہیں۔ آپ مرکز تنظیم کے نقطۂ نظر سے بخوبی واقف ہو گئے۔ مرکز صوفی، وہابی نوعیت کے اختلافات سے بلند اور مقلد، غیر مقلد اور دیوبندی، بریلوی امتیازات سے بالاتر ہے۔

درحقیقت یہ سب لوگ "اہل سنت" ہیں۔ سب اسلام کے سرسبز اور بارآور درخت کے ہرے بھرے برگ وبار ہیں۔ اور دین کے گل صد برگ کی نرم ونازک پتیاں ہیں! اہلسنت کے یہ سب مسالک زندگی کی مختلف چھوٹی چھوٹی راہیں ہیں۔ جو شاہراہ نبوت پر آ کر مل جاتی ہیں۔ یا یہ مختلف مذاہب گویا صاف وشفاف اور پاکیزہ اور مطہر پانی کے ندی نالے ہیں، جن کا منشاء ومصدر اور مخرج ومنبع آنحضرت فداہ ابی وامی کی ذات مقدس ومطہر کا دریائے رحمت اور سرچشمۂ خیر وبرکت ہے۔ یہ سب خدا کو واحد اور رسول کریم کو خدا کا آخری اور افضل ترین نبی مانتے ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اور سیرت صحابہ کی روشنی میں اپنی شاہراہ عمل متعین کرتے ہیں سب کے ایمان ویقین کا مرکز حضور سراپا نور کی ذات اقدس اور قرآن کریم ہے۔ سب اسی محور کے گرد گھوم رہے ہیں۔ سب اسی نقطہ پر مل جاتے ہیں۔ سب اسی محبوب خدا کے دیوانے اور سب اسی شمع رسالت کے پروانے ہیں ؎

ہم ہوئے، تم ہوئے کہ میر ہوئے
ان کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

"اہل سنت" کے ان جمیع طبقات کے درمیان بنیادی مسائل میں اتحاد و اتفاق اور یک رنگی و ہم آہنگی ہے۔ اصول و کلیات میں سب متحد و متفق اور ہم خیال و ہمنوا ہیں۔ صرف فروع و جزئیات میں برائے نام...... اختلاف رائے ہے۔ جسے فی زمانہ خلاف و شقاق اور عناد و فساد کے درجہ تک پہنچا دینا کم سمجھی اور کوتاہ نظری کا کرشمہ نازک صورت حالات سے بے خبری و لاعلمی کا نتیجہ و ثمرہ اور اغیار کے لگاتار معاندانہ اقدامات اور ارتداد کے مسلسل و متواتر واقعات سے مجرمانہ اغماض و تغافل کا الم ناک مظاہرہ اور خطرناک نتیجہ ہے۔

حقیقت حال اور فرنگی کی چال۔ آپ شاید اس حقیقت سے غافل ہو گئے کہ جس طرح غیر ملکی استعمار نے اپنے مفاد کے تحفظ اپنے اقتدار کی برقراری و پائیداری اور اپنی حکومت کے استقلال و استحکام کے لئے ہندوستان کی سیاسی دنیا میں ہندو مسلم سوال پیدا کر کے ایک کو دوسرے کا بدخواہ و بداندیش بنا دیا۔ اسی طرح اسلامی دنیا میں سنی، وہابی، دیوبندی، بریلوی وغیرہ فرقہ بندیوں کے اختلافات کی آگ بھڑکا کر اپنا الو سیدھا کیا۔ اگر آپ حضرت مولانا محمد میاں صاحب کی شہرہ آفاق تالیف "علماء ہند کا شاندار ماضی" کے وہ صفحات ملاحظہ فرمائیں گے جن میں مجاہد اکبر سید احمد بریلوی اور شہید اعظم شاہ محمد اسمٰعیل رحمہما اللہ تعالیٰ کا تذکرہ ہے۔ تو آپ یہ معلوم کر کے حیران رہ جائیں گے۔ کہ "وہابی" کا لفظ انگریز کی ایجاد ہے۔ انگریز نے [illegible] عیاری و مکاری اور فریب و سیاست سے یہ "زہر ہلاہل" تریاق کی صورت میں سب بے خبر اور

جاہل مسلمان کے منہ میں ڈال دیا ہے۔ جسے اندھا مسلمان آج تک منہ میں دبائے اور برابر چبائے چلا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ جب ہمارے "مہربانوں" کی دوربین اور نکتہ رس عقابی نگاہ نے بالاکوٹ کے لالہ زار میں اپنے مستقبل کے لئے مستقل خطرہ محسوس کیا۔ تو انہوں نے انقلابی تحریک کو کچل دینے اور شہیدی روح کو فنا کر دینے کا تیر بہدف، مؤثر و مجرب اور آزمودہ نسخہ "افتراق و انشقاق" تجویز کیا۔ اس نسخہ کا جزو اعظم تھا شاہ اسماعیل شہیدؒ کی "وہابیت اور تکفیر"۔ حسرت اور افسوس کا مقام ہے۔ کہ "غلامی" کا بیمار اور جہالت میں مدہوش مسلمان یہ زہر کا پیالہ "آب حیات" سمجھ کر غٹ غٹ پی گیا۔ اور برابر پیے چلا جا رہا ہے۔ ناوان سمجھتا ہے۔ کہ اس مجاہد اعظم کی تکفیر سے اپنا ایمان محفوظ کر رہا ہے۔ حالانکہ اپنے ایمان کی جڑوں پر تیز و تند کلہاڑا رکھ رہا ہے۔

اللہ! اللہ!! ہندوستان کیا دنیائے اسلام میں خلافت راشدہ کے بعد جس مرد خدا نے آئین خدا کے اجراء، کتاب اللہ کے نفاذ، اور حکومت الٰہیہ کے قیام کے لئے جان کی بازی ہار دی، گھربار، عز و اقتدار، جاہ و جلال، مال و منال، اہل و عیال اور ملک و وطن کی ہر گونہ قربانی کے بعد اپنی جان پر کھیل کر مسلمانوں کو اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ اور ہزار سوا ہزار سال کے بعد حکومت الٰہیہ کے صحیح تصور سے دنیا کو آشنا کیا۔ جس نے شریعت مقدسہ کی روح کے احیاء اور مغز قرآن کی تعلیم و تفہیم پر اپنی جان شیریں نچھاور کر دی۔ اور اپنے خون کا ایک ایک

قطرہ بہا دیا۔ آج کلمہ گو مسلمان اسے کافر کہتا ہے۔ اور اسی میں اپنے...
ایمان کی خیر مناتا ہے۔ خدا کی شان ہندوستان کی ساری تاریخ میں
اسلام کے صحیح نظام کے قیام کے لئے جس مرد مجاہد نے سب سے
پہلی اور شاید سب سے آخری عملی جدوجہد اور مسلح تگ و دو کی۔ آج
اسلامی دنیا اسے کافر قرار دیتی ہیں اپنے عافیت پسند "ایمان" اور کفر کے
سایہ میں پھلتے پھولتے "اسلام" کی بقاء و سلامتی سمجھتی ہے۔ یہ ہے فریب کاری
میں یورپ کا کمال! پروپاگنڈا کے فن میں اہل مغرب کی استادی!! اور
یہ ہے حکمراں کی ساحری و کرشمہ کاری! ؎

خواب سے بیدار ہوتا ہے کوئی محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری!

دیوبندی "کفر" کا اصل منشاء۔ آپ کا یہ تحریر فرمانا کہ "ہمارے
قصبہ میں علمائے دیوبند کو بہت سے لوگ کافر بنا رہے ہیں"۔ صحیح بھی ہے
اور غلط بھی! صحیح اس لئے۔ کہ امر واقع ہے۔ اور غلط اس لئے۔ کہ علمائے
دیوبند اس کفری گولہ باری میں مقصود بالذات نہیں، غرض اصلی اور مقصد
صحیح صرف اس شہید فی سبیل اللہ کی ذات اقدس ہے جس کے مزار مقدس پر
اللہ کی ہزار ہزار بلکہ بے شمار رحمتیں نازل ہو رہی ہیں، کفر کی گولہ باری کرنا ہے
باقی حضرت گنگوہی یا مولانا تھانوی وغیرہ رحمہم اللہ، سو ان پر اگر کفر کی آتشیں
گولیاں برسائی جا رہی ہیں۔ تو محض اس لئے۔ کہ انہوں نے اس "آستانہ باری"
میں ظالم حملہ آور دل کا ساتھ کیوں نہیں دیا۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح
جرمنی کے ڈکٹیٹر نے بے گناہ ناروے، ڈنمارک، بلجیم اور ہالینڈ

کی متاع آزادی پر صرف اس لئے شبخون مارا۔ کہ شاید یہ لوگ انگریز کے مقابلہ میں اس کی امداد و اعانت نہ کریں۔ دیوبند صرف اسی جرم کا مرتکب اور صرف اسی قصور کا قصوروار ہے۔ اگر دیوبندی حضرات، حضرت شہیدؒ کی تکفیر میں ان لوگوں کا ساتھ دیتے۔ تو آج دیوبندی اور بریلوی سوال ہی موجود نہ ہوتا۔

یقین مانیے! اور خوب یاد رکھیے! کہ کم از کم دیوبندی اور بریلوی سوال فی الاصل کوئی اختلافی سوال نہیں۔ اس نزاع کی بنیاد فروعی اختلافات پر بھی نہیں۔ محض تخیلوں پر ہے۔ آج اگر دیوبند کے مہتمم اور مدرسین.... حضرات کی طرف سے حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ اور دامن شہید سے وابستہ دوسرے اکابر دیوبند کی تکفیر کا فتویٰ شائع ہو جائے۔ تو آج ہی دیوبندی بریلوی سوال مٹ جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ "گانا" اور "کھانا"، قیام مولود اور علم غیب وغیرہ بیسیوں مسائل میں معرکۃ الآرا اختلاف موجود ہے"۔ ہے! اور ضرور ہے!! مگر بے بنیاد اور بادر ہوا! اس کی بنیاد اساس دراصل وہی ہے جو ہم اوپر عرض کر آئے ہیں۔ وجہ نزاع اور باعث فساد وہی چیز ہے۔ باقی یہ تمام خرافات اسی نزاع و اختلاف کی بقا کے حیلے بہانے اور اسے ہوا دینے اور بڑھانے کے ذرائع و وسائل ہیں یہ ساری مورچہ بندیاں، گولہ اندازی اور بمباری کے لئے مضبوط و مستحکم محاذ بنانے کے لئے ہیں۔ اور بس! بہر حال اصل وہی ہے۔ آج آپ حضرت شہید کی تکفیر میں ان مکفرین شہید کا ساتھ دیجئے۔ آج سارے اختلافات

مٹ جاتے ہیں۔ صوفی، وہابی سوال اٹھ جاتا ہے۔ آج دیوبندی اور بریلوی گلے مل جاتے ہیں۔

الم ناک نتائج: یہ دردناک افسانہ ہے۔ یہ اندوہناک قصہ ہے۔ اور غمناک داستان! آپ کو فکر دامن گیر ہے۔ کہ "چند علمائے دیوبند کی تکفیر ہو رہی ہے" مگر ہمارے نزدیک یہ کوئی فکر اور افسوس کی بات نہیں کسی کے کافر کہنے سے کوئی مسلم اور مومن کافر نہیں ہو جاتا۔ اس سے تو الٹا عنداللہ اس کے مدارج و مراتب بڑھتے ہیں۔ اس مرد مسلمان پر اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص رحمت ہے۔ کہ اگر وہ دنیا سے منتقل ہو کر عالم برزخ میں خود عمل و عبادت سے معذور و مجبور ہے۔ تو اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں کے اس قسم کے اعمال شنیعہ اور حرکات رذیلہ سے اس کی خیرات و حسنات میں اضافہ کر رہا ہے۔ پھر اس میں فکر اور غم کی کیا بات ہے! ہاں فکر و حیرت، غم و الم اور حسرت و افسوس کی بات ہے تو یہ! کہ وہ مرد مجاہد جس اہم ترین نصب العین، جس بلند ترین مقصد کو سامنے رکھ کر جان پر کھیل گیا۔ وہ پورا ہونا تو بجائے خود! پسماندگان کی نگاہ سے بھی اوجھل ہو گیا۔ اس مرد جلیل نے جو حیات آفریں سبق دینے کے لئے بسمل کی طرح تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ مسلمانوں نے وہ سبق یاد نہ کیا۔ قابل شاطر اور لائق مداری نے ناظرین کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور تماشا کا رخ بدل دیا۔ مقصد و مطلوب تو یہ تھا۔ کہ انگریزی تسلط کے بعد ہندوستان کا ہر فرزند توحید سربکف ہو کر کفر کے خلاف اعلان جنگ کر دیتا۔ اور اسلامی نظام کے قیام و استحکام کے لئے اگر ضرورت

پیش آتی۔ تو اپنے خون کا قطرہ قطرہ بہا دیتا۔ مگر ہوا کیا؟ کچھ نہ پوچھو!
مسلمانوں نے اس استاد کامل، اس محسن اعظم اس مجدد وقت پر وہ ظلم کیا
جس سے بڑا ظلم ہو نہیں سکتا۔ اس کے مشن کو لے کر آگے بڑھنے کی
بجائے اس کے کارناموں کی تحقیر اور خود اس عظیم الشان شخصیت
کی تکفیر کی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ نظام اسلامی کی تعمیر کے لئے جو تھوڑا بہت
مواد و مسالہ، جو بچا کھچا "اینٹ گارا" اتفاق بین المسلمین ——— باقی
تھا۔ وہ بھی باقی نہ رہا۔ اب محکوم و ذلیل، رسوا و پریشان مسلمان، باہم
دست و گریباں ہیں۔ شیطان بازی جیت کر شاداں و فرحاں ہے۔
کفر، اسلام پر ہنس رہا ہے۔ اور اسے ہنسنے اور خوش ہونے کا حق ہے
کاش! اب بھی ہمارے علماء کی آنکھوں سے پٹی اتر جاتی۔ اور
وہ دیکھتے۔ کہ ان کے اس فضول اختلاف سے شیطان نے کتنا بڑا فائدہ
اٹھایا ہے۔ پھر صرف سیاسی فائدہ نہیں! مذہبی رنگ میں بھی بہت بڑا
انتفاع کیا ہے۔ بریلوی علماء کو معلوم ہو جانا چاہئیے۔ کہ وہ دیوبندی
بھائیوں کی تردید و تکفیر کے محبوب مشغلے میں مصروف و منہمک رہے۔ ادھر
فرق باطلہ نے موقع کو غنیمت جان کر چار طرف سے ہلہ بول دیا۔ کفر
و ارتداد نے اہل اسلام کو باہم دست و گریباں دیکھ کر ہاتھ پاؤں مارنے
اور داؤں چلانے شروع کر دئیے۔ اہل حق کو گتھم گتھا پا کر باطل نے
پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ایک شردھانند نے بیس لاکھ
مسلمانوں کو مرتد کر ڈالا۔ (انگلش مین ۱۲/۲۶ ۲۵)
مہا سبھا نے صرف صوبہ بنگال میں پچاس ہزار مسلمان مرتد کر لئے

(۲۸) ۵/۲۷ دسمبر الجزائر کے پچاس ہزار مسلمان عیسائی بنا لیے گئے۔
مرزا محمود نے اہل عرب کو مرتد کرنے اور کعبۃ اللہ کی حفاظت و نگرانی کے
خواب دیکھنے شروع کردیئے۔ (الفضل)
کیا اب بھی مسلمانوں کی آنکھیں نہ کھلیں گی! اور وہ محسوس نہ کریں گے
کہ ان کی باہمی فضول کشمکش سے اہل باطل کو بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا کتنا
اچھا موقع مل گیا۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا۔ کہ اہل سنت فروعی اختلافات
کو بالائے طاق رکھ کر باہم شیر و شکر ہو جائیں۔ اور شانہ بشانہ ہو کر
کفر و ارتداد کے حملوں کی مدافعت کریں؟
مرکزی تنظیم اسی مقصد کو لے کر میدان میں نکلا ہے۔ اس کی کوشش
ہے۔ کہ اہل سنت کو باہم گلے ملا کر انہیں کفر کے مقابلہ میں بنیان مرصوص"
بنا دیا جائے۔ ہمارا کام بھائی کو بھائی سے لڑانا، اور اختلاف کی آگ کو
ہوا دینا اور بھڑکانا نہیں۔ بلکہ ہمارا فرض بھائی سے بھائی کو ملانا اور اختلافات
کی آگ کو دبانا۔ بلکہ اس پہ محبت و مروت، اتحاد و اتفاق اور وسیع نظری
و فراخ دلی کا پانی بہانا ہے۔ ان کی جو قابل قدر توتیں غلط مصرف پر
ایک دوسرے کی تردید و تکفیر میں خرچ ہو رہی ہیں۔ اور جو گولہ بارود
ایک دوسرے پر آتشباری پر صرف آرہا ہے۔ اس کا رخ مخالفین کی
طرف پھیر دینا ہے۔ ہمارا ایمان و یقین ہے۔ کہ جس دن اہل سنت
کے تمام طبقات آپس میں متحد ہو گئے۔ مقلد، غیر مقلد، صوفی، وہابی
وغیرہ نوعیت کے امتیازات اٹھ گئے۔ اسی دن شیطان دم دبا کر
بھاگ جائے گا۔ اور معاندانہ داروں کی چہل پہل ختم ہو جائے گی۔

خدایا! ہمیں وہ مبارک دن دیکھنا نصیب فرما! ۔

تشکیل جماعت

ان اختلافات کے خاتمہ کی صرف ایک صورت ہے۔ کہ ان اختلافات کو ختم کر دیا جائے۔ آپ اپنے ہاں مرکز تنظیم کی مقامی شاخ "انجمن تنظیم اہل سنت" کا قیام عمل میں لائیں۔ اور اس میں شمولیت و شرکت کی دعوت بریلوی حضرات کو دیں اور بصمیم قلب دیں۔ ہر ممکن کوشش کریں۔ کہ وہ اور آپ اس مشترک پلیٹ فارم پر مل جائیں۔ جس دن آپ ایک پلیٹ فارم پر مل گئے اسی دن یہ اختلاف و انشقاق، محبت و یگانگت سے بدل جائے گا۔ ع

جب آنکھیں چار ہوتی ہیں محبت آ ہی جاتی ہے

یہ عناد و خلاف اور فتنہ و فساد تب تک ہے جب تک آپ ایک دوسرے سے دور ہیں۔ جب ایک دوسرے کی بغل میں بیٹھیں گے قدرتی طور پر ایک دوسرے سے پیار کریں گے۔ اور اگر آپ کی سعی اور کوشش کے باوجود وہ حضرات آپ کی طرف التفات نہیں فرماتے۔ اور آپ کی التجا و استدعا کو برابر ٹھکرائے جاتے ہیں۔ تو آپ کے لئے صرف ایک صورت ہے۔ کہ آپ انہیں کالعدم سمجھ کر اپنا کام شروع کر دیں۔ مسلمانوں کی عام اصلاح و ترقی، اٹھان، ابھار اور مخالفین اسلام عیسائی، آریہ، مرزائی، شیعہ کے حملوں کی مدافعت میں سرگرم عمل ہو جائیں۔ یہ نہ ہو کہ ؎

چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسد
گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

اس صورت میں آپ اپنی مساعی کو منتشر اور جرمنی کی طرح اپنی سرگرمیوں کو جگہ جگہ
مختلف محاذوں پر بانٹ کر کمزور پڑ جائیں گے۔ اور بالآخر منہ کی کھائیں گے
ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ آپ اپنی طاقت و قدرت، اپنے امکانات
اور اپنی صلاحیت و قابلیت کو ٹھیک نشانہ پر خرچ کریں۔ بیجا صرف نہ
کریں۔ اپنے بھائی کے مقابلہ میں اپنے وسائل و ذرائع کو بروئے کار
لانا، جہاں اپنے بھائی کا گلا کاٹنا ہے، وہاں کمزور پڑ کر دشمن سے اپنا
گلا کٹوا لینے کی تمہید باندھنا ہے۔ یاد رکھو! اور خوب یاد رکھو! اگر ہم
نے دیوبندی بریلوی اختلافات کی جنگ جاری رکھی۔ تو آخر کار ہمیں شیعیت
مرزائیت، آریہ سماج اور عیسائیت کے زبردست دشمن کے سامنے ہتھیار
ڈالنے پڑیں گے۔ اور اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ ان جانی دشمنوں کو شکستِ
فاش دیں۔ تو آپس کے اختلافات کو بھول جانا پڑے گا۔
برسبیل تنزل ہم مان لیتے ہیں۔ کہ دیوبندی اور بریلوی میں بنیادی
اختلافات ہیں۔ لیکن کیا یہ اختلافات روس اور انگلستان اور روس اور امریکہ
کے اختلافات سے بھی زیادہ اہم ہیں؟ پھر ہٹلر جیسے ...... جابر
قوی و قادر اور منظم دشمن سے کامیاب جنگ آزمائی کے لئے اگر روس
انگلستان اور امریکہ آپس کے اختلافات کو بحر اوقیانوس میں ڈبو سکتے ہیں۔ تو
کیا ہم ہمارے طاقتور اور زور آور، منظم اور مسلح جارحیت مسلح دشمنوں کے
خلاف نتیجہ خیز لڑائی لڑنے کے لئے آپس کے اختلافات کو بحر ہند
میں غرق نہیں کر سکتے؟
ہماری رائے میں ان اختلافات و نزاعات کو مٹانے کی واحد صورت

باہمی رواداری و فراخ حوصلگی، اخلاص و محبت کے ساتھ "انجمن تنظیم اہل سنت" کی تشکیل و تقویم کرکے اعدائے اسلام کے مقابلہ میں مل کر نکلنا اور شانہ بشانہ ہو کر لڑنا ہے اور بس ! (زمزم ۱۱/ ستمبر ۱۹۴۴ء)

۱۱۔ بے بنیاد خلاف و نزاع

بین المسلمین حرب عقائد

اور

ہمارا اجماعی مسلک

سوال۔ سنا گیا ہے کہ تحریک تنظیم صوفی و ہابی نوعیت کے خلاف و نزاع اور باہمی آویزش میں پورا پورا حصہ لے گی۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب۔ برو ایں دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

آریہ، عیسائی، شیعہ اور مرزائی سے ہمارا اصولی اور بنیادی اختلاف ہے، لہذا ــــــ اپنی تعمیر کے ساتھ ساتھ ــــــ ہماری

مساعی ـــــــ بذریعہ تقریر و تحریر ـــــــ ان فرق باطلہ کی تردید تک محدود رہیں گی ۔ اور وہ بھی مہذبانہ، مشفقانہ اور خیر خواہانہ انداز سے ۔ نہ کہ معاندانہ اور غیر شریفانہ طور پر ـــــــــــــ

بانیٔ تحریک محترم سردار احمد خاں صاحب پتافی نے ۱۲ر دسمبر کے اجلاس میں ـــــــ جس میں اس تحریک کا سنگ بنیاد رکھا گیا ـــــــ بے غل و غش، صاف، واضح اور کھلے الفاظ میں فرما دیا تھا کہ :۔

اہل سنت کی حدود شیعہ کی سرگرمیاں، بدگوئی صحابہؓ تک محدود ہیں ۔ شیعہ زندگی کا پروگرام ماتم و سینہ کوبی اور سب و شتم پر مشتمل ہے ۔ مرزائیوں نے انسانی سعادت کے بلند ترین و ہبی مقام "نبوت" کو بازیچہ طفلاں بنا کر وحدت امت کا شیرازہ تار تار کر دیا ہے ۔ ان .... فرق باطلہ سے ملت حقہ کا اتحاد و اتفاق ناممکن ہے ۔ باقی تمام مسلمان اہل سنت والجماعت کے دائرہ میں آ سکتے ہیں ۔ اور ہمارا حلقۂ عمل یہی دائرہ ہوگا ۔ (عہد للبقا و صہ)

باقی رہے دیوبندی، بریلوی، صوفی، وہابی، مقلد، غیر مقلد، حنفی مالکی، حنبلی، شافعی، چشتی، سہروردی، قادری، نقشبندی ۔ یہ سب جماعت اہل سنت کے افراد ہیں ۔ ان کے درمیان ـــــــ گو فروعی اختلافات کی وسیع خلیج حائل ہے ـــــــ لیکن بنیادی .... اختلاف کوئی نہیں ۔ اس لئے یہ سب لوگ تحریک تنظیم میں شریک ہو سکتے ہیں ۔ ہماری دعوت جس طرح ایک بریلوی کو ہے ۔ اسی

طرح ایک دیوبندی کو۔ اور جس طرح صوفی کو ہے۔ اسی طرح وہابی کو!
جس طرح ایک مقلد حنفی ہماری تحریک میں آسکتا ہے۔ اسی طرح ایک
غیر مقلد اہل حدیث ہماری تنظیم میں سما سکتا ہے۔ ہم جہاں حضرت
مفتی محمد کفایت اللہ صاحب سے مشورہ ... لیتے ہیں۔ وہاں حضرت
مولانا ثناء اللہ صاحب سے شرف ملاقات حاصل کرکے استفادہ کرتے ہیں

ہم نے اپنا یہ مسلک کسی سے محجوب و مستور اور نہاں و نہاں نہیں
رکھا۔ مرکز کی یہ روش پہلے دن سے واضح اور کھلی، عیاں اور مشہور ہے
ہم نے ہر جگہ تقریر و ملاقات میں اپنی پالیسی یہی پیش کی ہے۔ "زمزم" میں
روز اول سے یہی لکھا جا رہا ہے۔ اور ۱۱ ستمبر کی اشاعت میں تو
اس عنوان پر ایک بسیط بحث کی گئی ہے۔

یاد رکھئے اور خوب یاد رکھئے! مرکز تنظیم اس گونہ عقائد کی موشگافیوں
کا ادارہ نہیں۔ اس کے سامنے مسلمانوں میں صحیح روح حیات پیدا کرنے
کا عظیم و جلیل مقصد ہے۔ یہ بحثیں ہمارے نقطۂ نظر و تدبر ہمارے معیار
سے بہت پست اور ہمارے نصب العین سے بہت اسفل ہیں۔ بلکہ ہمارے
منشاء و مقصد تخلیق کے منافی ہیں۔ اس قسم کی فضول بحثوں میں پڑنا، اور
دور از کار کشمکش میں الجھنا اپنی منزل مقصود کے خلاف جانا ہے۔

اگر خانہ جنگی اور باہمی کشمکش اور رسہ کشی مقصود و مطلوب ہے۔ تو
اس کے لئے تنظیم کی کیا ضرورت؟ یہ گھر کی لڑائی اور دست و گریبانی تو
تحریک کے بغیر بھی عام ہے مولوی، مولوی سے لڑ رہا ہے۔ مسجد،
مسجد سے بگڑ رہی ہے۔ خطبہ، خطبہ سے ٹکرا رہا ہے۔ آمین بالجہر پر

ہاتھا پائی ہو رہی ہے۔ رفع یدین پر انگریزی "عدالتوں" میں مقدمات لڑے جا رہے ہیں۔ کیا اس آویزش کو کسی مزید تائید و حمایت اور اس پھولتی پھلتی کھیتی کو کسی مزید آبیاری کی ضرورت ہے؟

"تنظیم اہل سنت کے پیش نظر جو مقاصد عالیہ ہیں۔ ان کے بالمقابل ایسے مسائل شغل بے کاری کا درجہ رکھتے ہیں۔

مرکز تنظیم کی نظر ماشاءاللہ وسیع اور اس کا حوصلہ بلند ہے۔ یہ اس قسم کی پستیوں میں کس طرح اتر سکتا ہے؟ ہم تو ان مباحث کو حصول مقاصد میں مزاحم سمجھتے ہیں۔

سلف مصلحین کے خلف مفسدین۔ عام طور پر ان فضول اختلافات کو وہی لوگ ہوا دیتے ہیں۔ جن کی اقوام عالم کے عروج و اقبال اور اہل اسلام کے زوال و انحطاط پر کوئی نگاہ نہیں۔ اور جن کی سرگرمی اور دلچسپی کنوئیں کے مینڈک کی طرح محض اپنے عقیدتمندوں اور جاہل... حاشیہ نشینوں کے تنگ حلقہ تک محدود رہتی ہے۔ اور جن کی نظر اپنے مفاد و مصالح پر مرکوز ہے! سے

غضب ہیں یہ مرشدان خود بیں خدا تری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں!

شاعر ملت اسلامیہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے سے

"تکفیر کا مشغلہ ہے جن سے فرصت نہ ہوگی
یہ شان ہے پیچھے تیرے مقدس علماء کی

✣ ✣ ✣

نشہ میں ہیں دولت کے ترے حال سے غافل
یہ بات نرالی ہے ترے ہی امراء کی
عالم ہوں جنہیں ڈھب کے اور اس رنگ کے امراء
لے کون خبر مسلم بے برگ و نوا کی؟

سلاطین و امراء، ارباب حکومت اور اصحاب اقتدار پر اصلاح امت کی سب سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ مگر وہ عموماً نشہ دولت میں بدمست و سرشار، ہمیشہ خدمت دین سے غافل و برکنار رہے ہیں۔ ہاں علمائے شریعت اور پیران طریقت نے امت کی تعمیر و ترقی اور دین کی تبلیغ و اشاعت میں کافی حصہ لیا ہے۔ اولیاء عظام نے مجاہدے کئے۔ ریاضتیں کیں۔ جو کی سوکھی روٹی کھا کر کفرزار ہند میں دین اسلام پھیلایا۔ نور ایمان چمکایا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حاجی بود چشتی، شیخ علی وغیرہ قدس اللہ سرہم العزیز اور ان کے خلفاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے ذریعے کروڑوں آدمی مشرف باسلام ہوئے۔ کتاب "دعوت اسلام" میں فقط حضرت خواجہ اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز کے ذریعہ سے ۹۰ لاکھ مسلمان ہونیوالوں کی تعداد ذکر کی گئی ہے۔ (قاسم العلوم ص ۱۳ دیوبند شوال ۱۳۵۵ھ)

ان لوگوں نے چین و آرام چھوڑا عیش و راحت سے منہ موڑا۔ مگر دین کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیا۔ مگر آہ! آج یہی لوگ ملت اسلامیہ کی تخریب و تنزل کے ذمہ دار ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔

❁ ❁ ❁

گمراہ کن مولوی

خانۂ شرع خراب است کہ ارباب صلاح
در عمارت گری گنبدِ دستار خودند

عام طور پر کہا جاتا ہے۔ کہ مسلمان کے زوال و انحطاط میں "پیر و مرشد" کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ کہ خود بین اور... نفس پرست "مرشد" نے مسلمانوں کو قعر مذلت میں گرانے اور جہنم ادبار میں جھونکنے میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ لیکن درحقیقت اس سے زیادہ حصہ... گمراہ کن "مولوی" نے لیا ہے۔ شریعت نے مشائخ عظام کی نسبت علماء کرام کو اصلاح امت اور تعمیر ملت کا جس قدر زیادہ ذمہ دار ٹھہرایا ہے اسی قدر ان لوگوں نے فساد و تخریب میں زیادہ حصہ لیا ہے۔ پیر تو تنگ و تاریک کوٹھری کے ایک کونے میں سجادہ نشین ہے۔ اس کے دام تزویر میں وہی پھنستا ہے۔ جو اپنے پاؤں چل کر اس کے پاس جاتا ہے۔ مگر مولوی خود چل کر پبلک جلسوں میں دھواں دھار تقریر کرتا ہے۔ اس لئے اس کی تخریب کا دائرہ وسیع، اس کی تصنیف کا حلقہ عریض، اور اس کے فتنہ و فساد کا سلسلہ زیادہ طویل ہے۔ یہ ایک ایک جلسہ میں ہزاروں بے خبر اور سادہ لوح بندگان خدا کو گمراہ کرتا ہے۔ اس بنا پر گمراہ مولوی زیادہ خطرناک ہے۔

ہماری قوم کا بیمار ڈاکٹر۔ ہماری بدقسمتی اور بدبختی! کہ مولوی خود حالات حاضرہ سے جاہل، رفتار زمانہ سے بے خبر، اور ضروریات امت سے غافل ہے۔ مقتضیات وقت سے ناآشنا ہے۔ یہ حکیم امت ہے۔ طبیب ملت ہے۔ مگر اس کی تشخیص مرض نہ تدبیر علاج۔ یہ اصول و اسباب کو نظر انداز کرتا اور فروع

نتائج پر نظر رکھتا ہے۔

مریض کا دل مسموم ہے۔ جگر معلول ہے۔ وجود میں خون صالح کا وجود نہیں۔ مادۂ فاسد کا وفور ہے۔ اس کے نتیجے کے طور پہ بدن پر پھوڑے.... پھنسیاں موجود ہیں۔ دست و پا متعفن ہیں۔

"ہمارا" ڈاکٹر کہتا ہے۔ بائیں ہاتھ کی چھنگلی کے سرے پر جو چھوٹی سی پھنسی ہے۔ پہلے اس کا اپریشن کروں گا۔ یہ درست ہوگی تو بہتر، ورنہ اسے کاٹ کر پھینک دوں گا۔ پھر دوسری انگلیوں کی خبر لوں گا۔ پھر ہاتھ پر ہاتھ صاف کروں گا۔ علیٰ ہذا لقیاس اگر درست نہ ہوا تو دایاں بازو بھی کاٹ دونگا پھر بائیں ٹانگ پر عمل جراحی کرونگا۔ بعدہٗ دائیں ٹانگ کاٹوں گا۔ غور فرمائیے! کتنا سیانا ڈاکٹر اور کتنا دانا حکیم ہے!

اس عقلمند کو کوئی سمجھائے کہ اس نسخے پر اولیں ضرورت اصلاح قلب اور تقویت جگر کی ہے۔ نہ کہ دست و پا کے قطع و برید کی! دل کو ٹھیک کرو، جگر کو درست بناؤ۔ خون صالح پیدا ہوگا۔ تو ہاتھ پاؤں خود بخود صحیح و سالم ہو جائیں گے اور اگر قلب و جگر کی تصحیح و درستی سے اغماض و اعراض کیا۔ اور ان اعضاء رئیسہ پر جو حملے ہو رہے ہیں ان کی مدافعت نہ کی اور ہاتھ پاؤں کاٹتے چلے گئے تو.... عوارضات کا منشاء و مصدر بدستور باقی رہے گا۔ اور آپ کو ایک دن ملت اسلامیہ کے مفلوج و معلول جسد بے جان کو سپرد خاک اور حوالۂ قبر کرنا پڑیگا۔

("زمزم" ۱۱ ہہ ہہ)

۱۲۔ سُنّی وہّابی سوال کا دل

جو چیرا تو اک قطرہ خوں نہ نکلا

سوال۔ سنا جاتا ہے کہ وہابی کافر ہیں۔ تعجب ہے کہ آپ کافروں کو مسلمانوں کی تنظیم میں شامل کر رہے ہیں۔ کیوں؟

جواب ـــــ یارب! یہ التجا ہے کرم تو اگر کرے
دو بات فرشتے یاں پہ جو دل میں اثر کرے!

عام طور پر غیر مقلدین کو وہابی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ صوفیوں کے سردار و پیشوا خواجہ حسن نظامی دہلوی اپنے ایک مضمون "فرقہ اہل حدیث" کی سطر اول میں لکھتے ہیں۔

اہل حدیث جن کو وہابی کہا جاتا ہے۔ بہت محدود خیال اور تنگ نظر ہیں۔ اس فرقے کو غیر مقلد کہتے ہیں۔ (اخبار تبلیغ لاہور ص ۱۱۵ ۱۹۴۴)

خواجہ صاحب کی اس تصریح کے بعد اب ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ اہل حدیث کے حق میں اکابر اولیاء اللہ کا ارشاد کیا ہے۔ کیا یہ لوگ واقعی کافر ہیں یا خود "اہل سنت والجماعت" کے اجزاء و ارکین؟ ـــــ چاچڑاں ریاست بہاولپور کے حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے قلم سے رقم فرماتے ہیں

بدانکہ مخلوق ہفتاد و سہ فرقہ اند بحکم حدیث ہمہ اہل نار اند مگر فرقہ ......

اہل سنت والجماعت۔ و فرقہ اہل سنت سہ قسم شدہ است یکے فقہاء

دوم محدث، سوم اہل تصوف کہ بر ہمہ فضیلت دارند، کہ از ہر دو یعنی فقہ و حدیث شریف آخذ اند" ۔ (فوائد فریدیہ صفحہ ۲۹)

حضرت خواجہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے اس ارشاد سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے ۔ کہ اہل حدیث، اہل سنت والجماعت کے فرد ہیں ۔ وہاں یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی ۔ کہ در حقیقت اہل حق صرف دو ہیں ۔ ایک اہل فقہ دوسرے اہل حدیث ۔ رہے اہل تصوف ! تو یہ اہل فقہ اور اہل حدیث سے مختلف کوئی تیسری چیز نہیں ۔ بلکہ ان ہر دو کے جامع ہیں ۔ فقہ و حدیث کے امتزاج سے تصوف کا خمیر اٹھتا ہے ۔ اس ارشاد کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ جو مدعی تصوف، محدث یا اہل حدیث یا باصطلاح عام ——— وہابی نہیں وہ اہل تصوف کا فرد اور اہل سنت کا رکن نہیں، بلکہ مردود و اہل نار ہے ؏

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

موجودہ تصوف ۔ دراصل موجودہ تصوف، تصوف کی مسخ شدہ صورت ہے ۔ اس جامد اور بے روح تصوف کے اجزاء ترکیبی میں یونانی اوہام و وساوس، ایرانی رسوم و عقائد، ہندوستانی خیالات و رواجات عجمی تصورات اور عیسائی رہبانیت وغیرہ بہت سے غیر اسلامی عنصر بمقدار کثیر داخل ہو گئے ہیں ۔ ورنہ اسلامی نقطۂ نظر سے تکمیل شریعت ہی کا دوسرا نام طریقت ہے ۔ یہ بالکل ناممکن ہے ۔ کہ ایک صوفی صافی پابند شریعت نہ ہو ۔ کتاب اللہ کی حدود سے باہر اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیود سے آزاد جو تصوف ہے ۔ وہ مردود ہے مقبول نہیں ۔

احکام خدا اور ارشادات نبیؐ کی اتباع و اطاعت سے بے نیاز ہو کر جو

شخص دعویٰ مشیخت و ولایت کرتا ہے۔ وہ ولی نہیں ہے۔ شیطان ہے۔
مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

کار شیطاں می کند ناماش ولی
گر ولی این است لعنت بر ولی

ایسے مدعیانِ رشد و ہدایت سے دور رہنا ہی سب سے بڑی سعادت ہے۔ حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں :-

"جائز نیست بیعت باآں کہ قدم او بر جادۂ شریعت نباشد ؎
خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
(فوائد فریدیہؒ)

ایسے "مرشدینِ بے راہ" کے متعلق حضرت مولانا رومؒ ارشاد فرماتے ہیں ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نہ باید داد دست

ان ..... اولیاء اللہ کی تصریحات سے یہ حقیقت مبرہن ہو جاتی ہے کہ صوفی، صوفی میں بڑا فرق اور تصوف، تصوف میں بہت بڑا اختلاف بلکہ تضاد ہے ؎

اک تصوف ہے روشنی کا گھر	اک تصوف ہے تیرگی کا مقام
اک تصوف تمام تر ہے یقیں	اک تصوف ہے مرکبِ اوہام
اک تصوف ہے روحِ دینِ نبیؐ	اک تصوف ہے ہادمِ اسلام
ایک رقص و سرود و سرمستی	ایک ذکرِ لیالی و ایام
قیدِ مذہب سے ایک بے پروا	ایک ہے فارقِ حلال و حرام

ایک جہل و جنون و بے عقلی ایک عقل و خرد کا ماہ تمام
ایک پاکیزگی دل و جاں کی ایک فسق و فجور کا پیغام
ایک عرفانِ نفس کی منزل ایک بہر شکار مکر کا دام
ایک سے مفتخر شریعت حق ایک سے دینِ مصطفےٰ بدنام
سن رکھیں رہروان راہ سلوک کہ یہ ہے قولِ فیصل اسلام
جو خلاف کتاب و سنت ہے اس تصوف کو دور ہی سے سلام

نزاعِ لفظی۔ ہم یہاں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ در اصل اہل فقہ اور اہل حدیث یا مقلد اور غیر مقلد، یا ــــــــ باصطلاح موجودہ ــــــــ سنی و وہابی میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں۔ صرف لفظی خلاف اور اصطلاحی نوعیت کا نزاع ہے۔ اہل حدیث تقلید کو مطلق حرام کہتے ہیں نہ اہل فقہ مطلقاً جائز۔

امام الاحناف استاذ العلماء شیخ المشائخ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں :۔

تقلید کی دو نوع ہیں۔ ایک یہ کہ مقلد (امام) کے قول پر کوئی حجت شرعیہ ہرگز نہ ہو۔ بلکہ مخالف حکم حق تعالیٰ کے ہو۔ محض ظن تخمین ہو۔ اور اس کو قبول کر لیوے۔ جیسا کہ مشرکین عرب بمقابلہ قول رسولؐ اپنے آبائی رسوم ضروری جانتے تھے۔ سو یہ نوع تو شرک ہے۔ باتفاق جمیع علمائے امت۔۔ (سبیل الرشاد ص۲۷)

غور فرمائیے! امام المقلدین اس نوع کی تقلید کو شرک فرما رہے ہیں۔ اب دیکھیئے۔ کہ امام اہل حدیث استاذ الاساتذہ حضرت سید محمد نذیر حسین صاحب

محدث دہلویؒ تقلید کو واجب فرما رہے ہیں۔ لکھتے ہیں :-
لاعلمی کے وقت تقلید، سو یہ چار قسم ہے۔ قسم اول واجب ہے۔
اور وہ مطلق تقلید ہے۔ مجتہدین اہل سنت سے کسی مجتہد کی۔ یہ
تقلید واجب ہے۔ اور صحیح ہے باتفاق امت۔ (معیار الحق ص۱۳۷)
تقلید و عدم تقلید کے متعلق ان دو بزرگوں کے مفصل اقوال نقل کر کے
سردار اہل حدیث حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں :-
جہاں تک ہم نے غور کیا۔ دونوں حضرات کو متفق پایا۔ اس لئے کہ
قرآن و حدیث کے موافق کسی عالم یا مجتہد کا قیاس ماننا عین
قرآن و حدیث کا ماننا ہے۔ اگر وہ قیاس تقاضائے بشریت غلط
ہو۔ تو ان کا وہ قول بمقابلہ آیت یا حدیث چھوڑا جائے گا۔
(رسالہ حدیث نبوی اور تقلید شخصی ص ۱۹ تا ۲۰)

رئیس الاحناف شیخ الاسلام حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری
کا ارشاد تقلید، عدم تقلید کی بحث میں قول فیصل کا حکم رکھتا ہے۔ آپ
تحریر فرماتے ہیں :-
منتہائے بحث شرعیات میں فقط قرآن عزیز اور حدیث شریف ہے۔
اجماع امت اور قیاس قرآن عزیز اور حدیث ہی کی طرف راجع ہیں
جو کوئی رتبہ اجتہاد کو پہنچا ہو۔ وہ اپنے اجتہاد پر عمل
کرے۔ اور جو اس رتبہ کو نہ پہنچا ہو۔ وہ مکلف ہے۔ کہ کسی
اعلم اور اورع سے فتویٰ لے۔
(رسالہ تقلید شخصی اور سلفی از مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ قدس اللہ سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں
کسی کے لئے جائز نہیں۔ کہ کسی خاص امام کی رائے کو مذہبی شعار قرار
دے کر اس کے اتباع کو واجب کہے اور اس کے خلاف جو مستند
حدیثیں مروی ہیں۔ ان کے اتباع سے روکے۔ بلکہ حق یہ ہے۔
کہ رسول پاکؐ سے جو کچھ اور جس قدر ثابت ہے۔ اس کی وسعت
اپنی جگہ قائم رہے گی۔ جو شخص اس وسعت میں تنگی پیدا کرنا چاہتا
ہے۔ اور دونوں طریقوں (تقلید امام اور اتباع حدیث) میں سے
ایک ہی (تقلید امام یا اتباع حدیث) کو واجب العمل اور منصوص
قرار دیتا ہے۔ وہ راہ حق سے بھٹکا ہوا ہے۔ اور سنت پر ظلم
کرتا ہے۔ لیکن آج پورا عالم اسلامی اس بدبختی اور گمراہی
کا شکار ہے۔ اتنی بڑی امت کا کوئی شیرازہ ہی نہیں۔ ہر ایک
تعصب کے نشۂ باطل میں سرگرداں ہے۔ نتیجہ یہ ہے۔ کہ جس
اختلاف اور تشتت سے اسلام نے بار بار منع کیا تھا۔ وہی آج
مسلمانوں کا طغرائے امتیاز بلکہ قومی شعار بن چکا ہے۔ ایسے۔۔
متشددین سب کے سب قابل نفریں، گمراہ، ہوا پرست اور ہدایت
سے بالکل ناآشنا ہیں۔ ان میں اتنی سمجھ بوجھ بھی نہیں ہے۔ کہ
اتحاد ملی اور ایک مرکز سے وابستگی دین کے اصول میں سے ہے۔
اور جن چھوٹی چھوٹی اختلافی باتوں پر وہ فرقہ بندیاں اور ہنگامہ
آرائیاں کرتے ہیں۔ وہ دین کے خفیف ترین فروع میں سے ہیں۔
جڑوں کو کاٹ کر شاخوں کو ہری رکھنے کی کوشش کرنا دیوانگی

نہیں تو اور کیا ہے؟ (مولانا مودودی کا رسالہ ترجمان القرآن جلد ۱۲
عدد ۲ ص۱۰۳) ماخوذ از فتاوی ابن تیمیہؒ)

حجۃ الاسلام امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
تحریر فرماتے ہیں:-

اول وصیت اس فقیر کی یہ ہے۔ کہ اعتقاد اور عمل کتاب اور سنت
کے مطابق ہو۔ اور ہمیشہ ان میں غور و تدبر کرتا رہے۔ اور مسائل فرعی
میں ایسے علماء محدثین کی پیروی کی جائے۔ جو فقہ اور حدیث دونوں
کے جامع ہوں۔ اور ہمیشہ مسائل فقہیہ کو کتاب و سنت پر پیش کیا
جائے۔ جو موافق ہو اسے قبول کرے۔ اور جو خلاف ہو اسے ترک
کرے۔ اور ایسے لوگوں کی ——— جو ایک امام کی تقلید کو حجت
سمجھ کر اتباع سنت کو ترک کر دیں ——— بات نہ سننا۔ اور ان ...
لوگوں کی طرف قطعاً توجہ نہ کرنا چاہئے۔ اور ان سے دور رہنے
سے قرب خدا ہے۔ (وصیت نامہ تصنیف لطیف حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ)

ان اکابر اولیاء اللہ و اعاظم رجال امت کی تصریحات کے بعد بیساختہ
زبان سے نکلتا ہے ؎

تھیں میری اور رقیب کی راہیں جدا جدا
آخر کو دونوں ہم در جاناں پہ جا ملے

جب یہ حقیقت ہے تو پھر ؎

ایں چہ شوریست کہ در دور قمر می بینم
ہمہ آفاق پر از فتنہ و شر می بینم

یہ بغض و عناد، یہ جدال و قتال، یہ فتنہ و فساد، یہ ہائی کورٹ اور شاید پریوی کونسل تک مقدمہ بازی کیوں ہے؟ یہ ایک دوسرے کی تفسیق و تکفیر اور تذلیل آخر کس بنا پر ہے؟

اس سوال کا جواب ایک دلدوز افسانہ، ایک جگر خراش کہانی ایک ہولناک قصہ اور لرزہ انگیز داستان ہے ع

کبھی فرصت میں سن لینا، عجب ہے داستاں میری

اس وقت صرف اس قدر اشارہ کر کے رخصت ہوتا ہوں سے

اپنی منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا
طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا

اگر ہماری یہ فضول خانہ جنگی اور بے بنیاد باہم آویزی نہ ہوتی۔ تو آج ہم بدر میں ۳۱۳ ہو کر غالب آنے والے —— کروڑوں کی تعداد میں ہو کر دنیا میں ہر جگہ مغلوب و معتوب، مقہور و مجبور اور مظلوم و محکوم ہوتے؟

ذرہ ذرہ جو نظر آتا ہے دشمن اپنا
رہبر قوم ہی در پردہ ہے رہزن اپنا
اپنے ہی ہاتھوں سے اجڑا ہے یہ گلشن اپنا
اب ہے صیاد کے قبضے میں نشیمن اپنا

(زمزم ۱۹۳۷ء)

۱۳- چند عبرت آموز حقائق

مصلحین و مبلّغین حضرات کو دعوت فکر و نظر !

لفظی بحث چھوڑو اور عملی قدم اٹھاؤ !

(۱)

ہو گی نہ زندگی کے حقائق پہ گر نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ

قدرت نے جنہیں نظر و فکر کی دولت بے بہا اور عقل و بصیرت کی ...
نعمت عظمیٰ عطا فرمائی ہے وہ جانتے ہیں۔ کہ سے

خروس اور شہباز سب اوج پر ہیں
مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

آج جب کہ مسلمان ہر خطۂ دنیا میں مارا مارا اور ہر شعبۂ حیات میں
پچھاڑا جا رہا ہے۔ کیا اس بات کی ضرورت ہے؟ کہ ہم عقائد کی موشگافیوں
اور فروعی بحث و مباحثوں میں الجھ کر رہ جائیں؟ نہیں! ہرگز نہیں! آج
ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ ہم حقائق سے چشم پوشی اور رو گردانی نہ
کریں۔ اور تحقیق و تجسس کریں۔ کہ وہ کون سے حقیقی اسباب اور بنیادی مسائل
ہیں۔ جن کے باعث مسلمان اقوام عالم کی دوڑ میں پسماندہ اور میدان

کشاکش میں شکست خوردہ ہیں۔

اگر ہم شفقت، ہمدردی، اور غمخواری و دلسوزی کے ساتھ بنظر تعمق دیکھیں گے۔ تو ہمیں یہی معلوم ہوگا۔ کہ جسد امت پر ایک زخم اور قلب ملت میں ایک ناسور نہیں۔ اور خود حال ملت جماعت مسلمہ بھی کراہ کراہ کر بزبان حال کہے گی ؂

ہیں بدن پہ زخم ہزار ہا وہ ہے کون جا کہ جہاں نہیں
مرے درد دل کو نہ پوچھئے کہوں کیا کہاں ہے کہاں نہیں
یہ الم یہ صدمہ رنج و غم یہ لب پہ آہ و فغاں نہیں
وہ دہن ہوں جنہیں زباں نہیں وہ زباں ہوں جسمیں بیاں نہیں

سیاست و حکومت

وہ مسلمان جو خدا کا مطیع اور خدا کے بندوں کا مطاع تھا۔ جو صرف ایک خدا کی غلامی کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔ جس کا منشاء تخلیق ہی اللہ واحد کی عبادت و بندگی تھا۔ آج وہ شرق و غرب میں ہر جگہ بندوں کا بندہ اور غلاموں کا غلام ہے۔ وہ، جس کے نزدیک حکومت و حاکمیت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص تھا۔ آج کفار و مشرکین کا مطیع و محکوم ہے۔ عراق آزاد ہے نہ ایران۔ فلسطین نہ شام۔ اور ہند کے مسلمان تو آزادی کی روح اور تصور ہی سے ناآشنا ہیں۔

غلام ہندو بھی ہے اور سکھ بھی۔ مگر وہ لیلائے آزادی سے ہمدوش و ہمکنار ہونے کے لئے بے قرار، مضطرب اور پریشان ہے۔ وہ دیوانہ وار آزادی آزادی پکار رہا ہے۔ شاندار "مستقبل" کے حسین تصور میں اپنا "حال"

قربان کر رہا ہے۔ جیل کی کال کوٹھڑیوں میں بصد مسرت وطمانیت قید و بند کے مصائب جھیل رہا ہے۔ مگر مسلمان تو خدا کی سب سے بڑی نعمت —— غلامی —— پر قانع و مطمئن، اور اس ملعون ملوث زندگی پر مسرور و شاکر ہے۔ اسے حال کی بدحالی کا احساس ہے نہ مستقبل کی خوش حالی کی فکر۔ اسے صرف "پدرم سلطان بود" کا قصہ ازبر اور مسلمانوں کے شاندار ماضی کا سبق یاد ہے۔

اقتصادیات

سیاسی تنزل و پستی کے بعد اقتصادی تسفل و بدحالی کا یہ عالم ہے۔ کہ گذشتہ چالیس سال کے عرصے میں سندھ سے آسام تک مسلمانوں کی تین چوتھائی جائدادیں ان کے ہاتھ سے نکل گئیں۔ سندھ کے نوے فیصدی مسلمان مقروض ہیں۔ ان کی چالیس فیصدی زمینیں قرض میں جا چکی ہیں چالیس فیصدی رہن ہیں۔ اور صرف پندرہ بیس فیصدی باقی ہیں۔ .... مظفر گڑھ کے اسی فیصدی مسلمان مقروضیت میں تباہ ہو چکے ہیں لدھیانہ اور ہوشیار پور کے زمیندار سرکاری لگان سے ۳۲ گنا سود ساہوکاروں کو ادا کرتے ہیں۔ پنجاب میں ہندوؤں کا انکم ٹیکس مسلمانوں سے ۲۰ گنا زیادہ ہے (ہندوؤں کی آمدنی اور جائداد مسلمانوں سے بیس گنا ہے حالانکہ آبادی بہت کم ہے) ("ایمان" پٹنی صفحہ ۲۴ ۶ کا اقتصادی نمبر)

ایشیا اور افریقہ میں مسلمانوں کی ستر لاکھ مربع میل اور یورپ کو ملا کر اسی لاکھ مربع میل سے زائد حکومت اور جائداد چھین لی گئی۔

(بیان حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی)

آج مسلمان کنگال، قلاش، فقیر اور نادار ہو گیا۔ حالانکہ مال و دولت سے مسلمانوں کے خزانے ہمیشہ معمور رہے۔ حضرت عمرؓ کی دولت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ علامہ شبلی نعمانیؒ نے الفاروق ص۲۴۱ حصہ اول بر فتح الباری شرح صحیح بخاری مطبوعہ مصر ص۵۳ سے نقل کیا ہے۔ کہ آپ کے ایک وارث لے اپنے حصہ وراثت کا ایک لاکھ پر بیچا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی لڑکی کو ایک لاکھ روپیہ کا جہیز دیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے چالیس ہزار اشرفی بیک وقت خیرات کر دی۔ بوقت نزع پچاس ہزار دینار، ایک ہزار گھوڑے خیرات کئے۔ چار لاکھ درہم کا باغ ازواج مطہرات کے لئے وقف کر دیا۔ ایک سو اصحاب بدر کو چار چار ہزار دینار دیا۔ بایں ہمہ بعد از انتقال سونے کے ٹکڑوں کو کلہاڑوں سے کاٹ کر تقسیم کیا گیا۔ تو ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔

چار بیویاں تھیں۔ ہر ایک کا حصہ یعنی کل نقد جائداد کا $\frac{1}{32}$ ایک لاکھ اشرفی نکلا۔ جائداد غیر منقولہ کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ایک سو گھوڑے اور تین ہزار بکریاں چھوڑیں۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳)

حضرت زبیرؓ پانچ کروڑ دو لاکھ کے مالک تھے۔ آپ کے انتقال پر صرف آپ کی بیویوں کا حصہ ۴۸ لاکھ روپیہ تھا۔ حضرت طلحہؓ کی روزانہ آمدنی دنجارتی کا اوسط ایک ہزار دینار تھا۔ باوجود تقیید المثالی فیاضی کے ۲۰ لاکھ اشرفیاں ۲۲ لاکھ درہم نقد اور تین کروڑ درہم کی جائداد غیر منقولہ اور کثیر مقدار سونا چاندی چھوڑ گئے۔ ایک زمین ۷ لاکھ درہم میں بیچی اور ساری رقم راتوں رات خیرات کر دی (طبقات ابن سعد ج ۳ ص۱۵۱)

ایک دن غمگین تھے۔ چار لاکھ کی رقم تقسیم کی تو دل خوش ہوا۔
(رسالہ دین و دولت صفحہ ۱۹-۲۰)

امیر شکیب ارسلان نے اپنے ایک مضمون میں صحابہ کرام کی دولت کا حسب ذیل تخمینہ لگایا ہے۔

حضرت عثمان نے شہادت کے وقت ۱½ لاکھ دینار ۳ کروڑ درہم ایک ہزار اونٹ اور دو لاکھ دینار کی قیمت کی زمینیں چھوڑیں۔ حضرت طلحہ کے خزانے میں بیل کی سو کھالیں تھیں جو سونے سے بھری تھیں۔ ("الاصلاح" لاہور ۲/۲۵)

مزید تفصیلات کے لیے رسالہ دین و دولت ملاحظہ کیجئے؛ جس میں صحابہ کرامؓ، ازواج مطہراتؓ، ائمہ مجتہدینؒ اور صوفیائے کرامؒ وغیرہم کے تمول و تجمل پر مفصل بحث موجود ہے۔ "دین و دولت" مرکز تنظیم سے ۱۰/ کے ٹکٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔

عام مسلمانوں کی مالی حالت اسی ہندوستان میں بھی بہت شاندار تھی۔ کپتان ہلٹس لکھتا ہے:۔

"عبد الغفور باشندہ سورت کی جائداد ایسٹ انڈیا کمپنی کے مجموعی سرمایہ سے زیادہ تھی۔ ۱۶۹۱ء میں آپ کے ایک جہاز کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا اس میں ۹ لاکھ روپے کا مال تھا۔"

وقف ہگلی کے مشہور واقعہ میں سر ولیم ہنٹر لکھتا ہے:۔

۱۸۰۶ء میں ایک مسلمان رئیس نے مرتے وقت ایک بڑی جائداد وقف کی۔ اس کے دو متولیوں میں جھگڑا ہو گیا۔ دوران مقدمہ میں جائداد

کی آمدنی سے ساڑھے دس لاکھ روپیہ جمع ہو گیا۔ ایک لاکھ بیس ہزار کی آمدنی اس کے علاوہ تھی"۔ (رسالہ دین و دولت صفحہ ۲۵-۲۶)

گورنمنٹ آف انڈیا کے محکمہ اعداد و شمار کے ڈائریکٹر اور مشہور مؤرخ اپنی کتاب "مسلمانان ہندوستان" میں لکھتے ہیں: "۱۸۰۰ء کے شروع میں بنگال کے کسی مسلمان کا غریب ہونا ناممکن تھا۔ دولت کے چشمے مسلم گھرانوں کے صندوقوں کو ہمیشہ لبریز رکھتے تھے"۔

غرضیکہ تاریخ اسلام مسلمانوں کے تمول و تجمل اور اقتدار و فیاضی کے حالات و واقعات سے لبریز ہے۔

آہ! آج کروڑوں کا مالک مسلمان کوڑی کوڑی کا محتاج ہے۔ اس کی جائداد اس کے قبضہ سے نکل گئی۔ اس کا مکان اس کا مکان نہ رہا ہندو اور سکھ نے اس کا مکان تک خرید لیا۔ محلہ کا محلہ خرید لیا۔ محلہ کی مسجد خرید لی۔ شہید گنج پر قبضہ کر لیا۔ مسلمان کے پاس گھر نہ رہا۔ بے گھر ہو گیا۔ دوکان نہ رہی۔ پورے بازار پر ہندو کا قبضہ ہو گیا۔

اب مسلمان بے گھر، بے در، بے مکان، بے دوکان ہے۔ بات کہنے کی نہیں لیکن ہے حقیقت کہ مسلمانوں نے عورتوں تک گرو رکھ دیں۔ عزت تک بیچ دی۔ ضلع ڈیرہ غازی خاں میں بلوچ لڑکیوں کی بیع و فروخت کے نفاذ میں ہر سال لاکھوں روپیے کی ڈگریاں زیر دفعہ ۸ "قانون سرحدی صادر کی جاتی ہیں۔ اجرائے ڈگری پولیٹیکل دیوانی میں کنواری معصومہ لڑکیوں کو قرق کیا جاتا ہے۔ مثلاً بصیغہ اجراء وصولی جرمانہ ایک ہزار روپیہ نگینہ .... گورچانی مدیون کی ایک گائے یہ رنگ سفید اور دو کنواری ہمشیرگان مسماۃ چلن

(مسماۃ جمیلہ) کو بحکم عدالت فروخت کیا گیا۔ ایک اور مقدمہ نمبر ۱۱ متنازعہ بعدالت اے۔ ڈی۔ ایم میں مدیون کی ایک گائے، ایک بکری، ایک گدھا اور ایک کنواری لڑکی قرق کی گئی۔ اور اس نابالغہ معصومہ کو ۵۰ روپیہ میں فروخت کر کے ڈگری دار کی حق رسی کی گئی۔

انگریز ڈپٹی کمشنر اپنے فیصلوں میں بھی عورتوں کی فروختگی کے احکام لکھتے وقت واضح طور پر لفظ Sold (فروخت) استعمال کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو جرگہ ڈیلی فی مقدمہ تاریخ فیصلہ ۲۲ مقدمہ پانڈی جس میں ایک بیوہ عورت کی فروخت کا حکم دیا گیا۔ (مخبر وطن سیریز ڈیرہ غازیخان)

تجارت اور صنعت و حرفت

قرآن میں مسلمان کے ساتھ لفظ "بیع" منسوب و مذکور ہے۔ مسلمان بائع رہا ہے۔ مگر آج ہر جگہ مشتری ہے۔ سید الانبیاء (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) تاجر تھے۔ سید الصحابہ (صدیق اکبرؓ) تاجر، سید الصحابیات..... (ام المومنین حضرت خدیجہؓ) تاجر، سید التابعین (خواجہ حسن بصری) تاجر، سید الائمہ والمجتہدین (حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ) تاجر تھے۔

غرض تجارت پر ہمیشہ مسلمانوں کا قبضہ رہا ہے۔ مگر آج تجارت کے میدان سے، منڈی سے، بازار سے مسلمان اس طرح نکال باہر کیا گیا ہے۔ جس طرح دودھ سے مکھی اور آٹے سے بال۔ آج تجارتی کاروبار انگریز کے بعد ہندو اور سکھ کے ہاتھ میں ہے۔ صنعت و حرفت پر ان کا قبضہ ہے۔ آج بازار میں گورمکھ سنگھ اور ڈالمیا کا طوطی بول رہا ہے۔ ہر کارخانہ میں دال چند، ہیرا چند اور ٹاٹا کا، بعد از جنگ کی تجارتی

۱؎ الحمد للہ کہ۔۔۔ یہ جبر سسٹم ۱۹۵۰ء میں ختم کر دیا گیا۔

تجاویز، صنعتی سکیمیں اور اقتصادی پروگرام اگر وضع کرتا ہے۔ تو سر دلال اور مسٹر برلا، عبدالرحمن اور عبدالغفور کا تو نام ہی نہیں ملتا۔ سنہ ۲۱ کی مردم شماری کے مطابق پنجاب میں کل ۷۷۶ کارخانے تھے۔ جن میں ۵۵۴ کارخانوں کے مالک ہندو، اور صرف ۹۶ کے مالک مسلمان۔

بنگال میں ۲ ہزار کانوں کے مالکوں میں مسلمانوں کی تعداد صرف ۲ تھی اور صنعتی کارخانوں کے منیجر ۸۸ فیصدی غیر مسلم تھے۔ اور صرف ۲ فیصدی مسلمان۔ ("ایمان" کا اقتصادی نمبر ص۳)

پنجاب کے شیخ اور کھتری عموماً سرمایہ دار ہوتے ہیں۔ لیکن ۳۴۹ کھتریوں کے بالمقابل صرف ۶۰ شیخ کارخانہ دار ہیں۔
("ایمان" اقتصادی نمبر ص۲۶)

حالانکہ بنگال اور پنجاب وہ صوبے ہیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے"

اخبار "النجم" لکھنؤ ۱۱/۳۶-۱۷ میں ہے:-
کارخانوں پر ہندوؤں اور پارسیوں کا قبضہ ہے۔ مسلمانوں کا حصہ حسب ذیل ہے:- روئی کے کارخانوں میں ۳/۱۰۰ جوٹ کے کارخانوں میں ۷/۲۵۰، کھوپرے، سرسوں اور السی کے کارخانوں میں ۴/۱۶۰، نمک کے کارخانوں میں ۱/۹، چمڑے اور ربڑ وغیرہ کے کارخانوں میں ۴ فیصدی مسلمانوں کا حصہ ہے۔ اور کوئلہ اور لوہے کی معدنیات میں مسلمانوں کا کچھ بھی حصہ نہیں" (النجم)
عنان حکومت اور زمام اقتدار انگریز کے ہاتھ میں ہے۔ تو ذرائع دولت اور وسائل مال پر برادران وطن" کا تصرف ہے۔ خزانہ کی

کنجیاں ان کے ہاتھ میں ہیں ؎

ملک انگلش کا مال ہندو کا — اب خدا ہی ہے بھائی صلو کا

مسلمان بیچارا یا نوکر کا مزدور ہے۔ یا اس کے داہیں ہاتھ میں ہل کی دستی اور بائیں میں بیل کی دم ہے۔ کڑاکے کی سردی اور تڑاکے کی گرمی میں صبح سے شام تک خون پسینہ ایک کرکے جو کچھ کماتا ہے۔ وہ غیر مسلم کارخانہ دار یا دوکان دار کا مال ہے۔ اس "کا" زمین پہ ہل چلاتا ہے۔ زمین بناتا ہے۔ بیج بوتا ہے۔ پانی دیتا ہے حفاظت کرتا ہے۔ کاٹتا ہے۔ جمع کرکے خرمن بناتا ہے۔ کئی مراحل سے گزر کر دانہ بھوسہ جدا جدا کرکے رکھ دیتا ہے۔ ساہوکار آتا ہے۔ دانہ اٹھوا کر گھر لے جاتا ہے۔ اور بھوسہ اس کے لئے چھوڑ جاتا ہے۔ بایں ہمہ سود بھی ادا نہیں ہوتا۔ اصل تو بجائے خود رہا۔ مسلمان روز اول سے چھپر ہٹ کی دوکان پہ آکر جا دہ بچھاتا ہے۔ اور بال بچوں کے لئے واسطے قرض لیتا ہے۔

یہ دردناک نظارہ، یہ اندوہگین تماشہ دیکھ کر اقبالؒ کا دل تڑپ اٹھتا ہے۔ اور زبان بے اختیار پکار اٹھتی ہے ؎

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو!

رسومات

مال و دولت میں اس پس ماندگی کے باوجود مسلمان شادی غمی کی رسومات پر بے دریغ روپیہ صرف کرتے ہیں۔

اخبار "انجم" لکھنؤ مورخہ صحابہ نمبر ۴۹ء میں بعنوان "مسلمانوں کی رسمی زندگی کے ہیبت ناک مشرکانہ اعمال کا جائزہ" لکھا ہے:-

مسلمان عقیقہ میں دو کروڑ، ختنہ میں دو کروڑ، شادی میں ۶ کروڑ، رسوم موت میں ۱۰ کروڑ، محرم میں دو کروڑ آتشبازی میں ۵ کروڑ میزان ۲۷ کروڑ روپیہ سالانہ خرچ کرتے ہیں۔ (انجم)

یاد پڑتا ہے۔ کہ مسٹر ڈارلنگ آئی۔ سی۔ ایس نے اپنی کتاب "پنجابی کسان" میں لکھتا ہے۔ کہ ضلع ڈیرہ غازی خاں کے ایک زمیندار نے اپنے لڑکے کے ختنہ پر ۲۰ ہزار روپیہ صرف کیا۔ غضب یہ ہے۔ کہ یہ روپیہ عموماً سود پہ لیا جاتا ہے۔ سود کی تباہ کاریوں اور مہاجن کے مظالم کا اندازہ غیرذا تعات بطور نمونہ مشتے از خروارے پیش کرو بیا ضروری سمجھتا ہوں۔

نومبر ۳۱ء میں ایک مقدمہ پیش ہوا۔ کہ ایک مسلمان نے ۱۸۸۲ء میں ایک ساہوکار سے ۵ سو روپیہ قرض لیا۔ یہ رقم جب اڑہائی لاکھ بن گئی تو ساہوکار نے دعویٰ کر کے ڈگری حاصل کر لی۔ بنگال کے عثمان فقیر نے موہن لال ساکن کورتیہ سے ۱۵ روپے قرض لئے ۱۲ سال کے بعد دعویٰ ہوا تو قرض کی مقدار ۲۷ ہزار ۷ سو ۶۸ روپے تک پہنچ چکی تھی۔ (ایمان "اقتصادی نمبر" صفحہ ۳۲)

"زمیندار"، "احسان"، "الجمعیۃ"، "انصاری"، "مدینہ"، "منادی" اور "ایمان" وغیرہ نے نومبر ۳۶ء میں ۲۷ روپیہ اصل پر ۳۰۲۳۱۰ روپیہ

سود کی روداد یوں شائع کی :-

"موضع کمالی والا ضلع فیروز پور کے ایک شخص مسمی عمر نے .. کشور چند مہاجن سے ۱۸۹۰ء میں مبلغ ۲۷ روپے قرض لیے - اب قرض خواہ نے فیروز پور کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا ہے - کہ اسے معاہدہ کی شرائط کے مطابق ۲۰۳۱۲۰ روپیہ سود دلایا جائے"۔

"پیمان"، "دور جدید" اور روزنامہ "انقلاب" اپنی اشاعت ۲ میں رقمطراز ہے :-

"ضلع اٹک کے ایک مسلمان نے ایک ہندو ساہوکار سے ۱۸۸۲ء میں اپنی زمین رہن رکھ کر ۵۰۰ روپیہ قرض لیا۔ یہ رقم بڑھتے بڑھتے ۱۹۹۹۰۰ تک پہنچ گئی - ساہوکار نے دعویٰ کر کے اس رقم کی ڈگری حاصل کر لی - جس کے خلاف ۲ جج مسٹر جسٹس چھجو لال اور مسٹر جسٹس سکیمپ کے روبرو اپیل پیش ہوئی"۔

یہاں یہ عرض کر دینا بھی بے جا نہ ہو گا۔ کہ وہ کروڑپتی بنیا جن کے متعلق ضرب المثل مشہور تھی - کہ بنیا کی کمائی شادی بیاہ نے کھائی آج شادی بیاہ، موت، فوت پر کچھ بھی خرچ نہیں کرتا - "کبھی صاحب" میں ۵ شادیوں پر صرف ۶۲۵ روپے خرچ آئے۔

(پربھات ۲)

نام دھاری سکھوں کے گرو مہاراج پرتاب سنگھ کے بڑے صاحبزادے

بابا جگجیت سنگھ جی کی تاریخی شادی پر صرف ۳ روپے خرچ ہوئے۔
مہٹھڑا کلاں ضلع جالندھر میں شادی کی رسوم نہایت دھوم دھام سے ادا کی گئیں۔ لیکن نہ تو کوئی جہیز وغیرہ دیا گیا۔ نہ برات آئی۔ نہ مٹھائی کا کوئی انتظام تھا۔ نہ ہی دلہن کے لئے زیورات تیار کرائے گئے۔ ... شادی پر صرف ۳ روپے خرچ ہوئے۔ لوگوں نے اظہار خوشی کے لئے جوڑے پر پھولوں کی ورشا شروع کر دی۔ جس پر ست گرو مہاراج پرتاپ سنگھ جی کا چہرہ غصہ سے لال پیلا ہو گیا۔ اور انہوں نے پھول برسانے کی سخت ممانعت کر دی۔ ("ملاپ" ۲۴؍۲ ۲۶)

ابھی ابھی ۲۵؍ اکتوبر کے ویر بھارت میں ایک خبر پڑھی تھی۔ کہ کسی ہندو رئیس اعظم کی شادی پہ صرف ایک روپیہ صرف آیا۔
("زمزم" ۱۱؍نومبر سنہ ۱۹۴۴ء)

---

۱۴ چند عبرت آموز حقائق

مصلحین و مبلغین حضرات کو دعوت فکر و نظر!

لفظی بحث چھوڑو اور عملی قدم اٹھاؤ!

(۲)

علم و حکمت

مس خام است عقل در روح انساں علم اکسیر ش
فلاح دین و دنیا خواب باشد علم تعبیر ش

تعلیم ہی انسان کو معراج کمال تک پہنچانے کا زینہ اور اکتساب فضائل کا ذریعہ ہے۔ قرآن و حدیث سے تعلیم و تعلّم کی فضیلت و اہمیت واضح ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

مخواہ منصب فرعون و جاہ نمرودش
بخواہ علم کہ میراث انبیاء علم است

مسلمانوں نے دنیا کو علم کے سرچشموں سے روشناس کرایا۔ تاریخ مقریزی میں ہے۔ کہ سلطان محمد تغلق مرحوم کے زمانہ میں صرف دہلی میں (احناف کے) ایک ہزار مدرسے تھے۔ بادشاہ قرآن اور ہدایہ کا حافظ تھا۔ عالمگیر کے دور حکومت کے متعلق کپتان ہملٹن اپنے سفرنامہ میں

لکھتا ہے:-

شہر ٹھٹھہ صوبہ سندھ میں ۴۰۰ کالج مختلف علوم و فنون کے تھے۔ پروفیسر ماکس ملر سرکاری کاغذات کی بنا پر لکھتا ہے۔ کہ... برطانوی حکومت سے قبل صرف بنگال میں ۸۰ ہزار مدارس تھے
(تعلیمی ہند ص۳)

خان بہادر خورشید احمد صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس پنجاب کے ایک مضمون کا ایک اقتباس ۳۱ اکتوبر ۲۸ء کے "مسلم آؤٹ لک" لاہور سے درج ذیل ہے۔ (مسٹر آرنلڈ جنہوں نے ۱۸۵۶ء میں صوبہ پنجاب کی پہلی تعلیمی رپورٹ مرتب کی تھی انہوں نے لکھا تھا۔ کہ یہاں معلمی کا میدان... مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اسکولوں کے گوشواروں سے مسلمان بچوں کی تعداد بہت زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔ اگر اس چیز کو اس حالت پر چھوڑ دیا گیا۔ تو گورنمنٹ کی تمام طاقت مسلمانوں کے ہاتھ میں آجائیگی جسے روکنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

یہ پالیسی اس قدر کامیاب ہوئی۔ کہ ۲۵ سال کے عرصہ میں حالات کا رخ بالکل پلٹ گیا۔ مسلمان تعلیم کے میدان سے بالکل نکل گئے ۱۸۹۰ء کے نقشوں سے ظاہر ہے۔ کہ معائنہ کنندگان اور استاد سب ہندو ہو گئے

ہنٹر صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ہوشیار ہندوؤں نے تمام ملک کو ایسے سکولوں سے پاٹ دیا ہے۔ جو صرف ان کی ضروریات کے مطابق ہیں۔ اور قطعاً مسلمانوں کے حسب حال نہیں۔ سرکاری اسکولوں کی زبان ہندو اور استاد بھی ہندو۔ اسی طرح مدراس گورنمنٹ نے

اس امر کا اظہار کیا تھا کہ موجودہ تعلیم کا ڈھانچہ اس قدر ہندوؤں کی ضروریات
کے مطابق اور مسلمانوں کے لئے نقصان دہ رکھا گیا ہے۔ کہ سرکاری سکولوں
میں مسلمان بچوں کا کم تعداد میں داخل ہونا حیرت انگیز نہیں۔ بلکہ ان کا وہاں
موجود ہونا حیرت انگیز ہے۔ (ماخوذ از عرضداشت مسلمانان صوبہ متحدہ بخدمت
سائمن کمیشن ص ۱۵۳)

۱۸۹۳ء میں بنگال میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے ۴۴ ڈپٹی
انسپکٹروں میں صرف ۲۔ اور ۱۹۰ سب انسپکٹروں میں صرف ۹ مسلمان
تھے۔ گورنمنٹ کی چٹھی مورخہ ۲۴ جون ۱۹۰۱ء میں ہے۔ کہ نقشہ جات
کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ۲۹۲ استادوں میں سے صرف ۲۲
مسلمان ہیں۔ (آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڈھ کی اقتصادی رپورٹ
مندرجہ "ایمان" اقتصادی نمبر ص ۱۳ تا ۱۵)

مہربان گورنمنٹ کی "مسلم نواز" پالیسی اور برادران وطن کی...
ہوشیاری اور مسلمانوں کے مجرمانہ تغافل کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ۱۹۳۱ء کی
مردم شماری کے مطابق ہندوستان میں ۸/۱۰۰ آدمی خواندہ ہیں۔ مگر
مسلمانوں میں صرف ۴ر۵ فیصدی مسلمان عورتیں تعلیم میں اس سے
بھی بہت پیچھے ہیں۔ گذشتہ پنجسالہ تعلیمی رپورٹ سے ظاہر ہے۔ کہ ۵۱۵۵
ہندوستانی لڑکیاں کالجوں میں پہنچتی ہیں۔ جن میں سے صرف ۳۰
مسلمان ہیں اور ۳۹۳ ہندو۔ (رپورٹ مذکورہ مندرجہ "ایمان" ص ۲۰-۲۱)

صوبہ بنگال میں مسلمان تعلیم یافتگان کی تعداد ۱/۵۱ ہے اور ہندو ۱۴
فیصدی خواندہ ہیں۔ ۲۷-۱۹۲۸ء میں صوبہ پنجاب میں گرانٹ پانے والے

مسلم مدارس کی تعداد ۱۰۵۱- اور رقم گرانٹ ۲۰۳۴۲۱ روپے کے مقابلے ہندو مدارس کی تعداد ۱۸۴۰- اور رقم گرانٹ ۸۰۸۷۲۴ روپے ہے- حالانکہ مسلمانوں کی آبادی زیادہ اور ہندو اقلیت میں ہیں۔

یو۔ پی کی تعلیمی رپورٹ سنہ ۱۹۳۱ سے معلوم ہوتا ہے - کہ اس صوبہ میں جملہ مدارس کو ۶۱۵۱۰۱۹۱ روپے اور مسلمانوں کو صرف ۲۹۵۴۷۶ روپے امداد ملتی ہے - جو کل رقم کا ۱۴ فیصدی ہے - حالانکہ آبادی کے لحاظ سے ۴۰ فیصدی ملنی چاہیے تھی۔ (تعلیمی ہندرص ۶۴ تا ۶۸)

اخلاق واعمال

نوجوانوں کا شباب آوارۂ فسق و فجور ہ
مبتلائے حسرتِ ذوقِ گنہ ہر پیر دیکھ!

اخلاق واعمال کا یہ حال ہے - کہ چوری مسلمانوں کا پیشہ ہے - لڑائی جھگڑا، دنگا فساد ورثہ میں ملا ہے - بھائی بھائی کا دشمن ہے - بدخواہ و بداندیش ہے - گلا کاٹنے کو آمادہ و تیار ہے - ہتھکڑی اس کا کنگن اور جولال اس کا پازیب ہے - عدالتوں کی چہل پہل اس کے دم قدم سے ہے اور جیلوں کی آبادی اس کی ممنونِ احسان -

سنہ ۱۹۲۱ کی مردم شماری کے مطابق بنگال کے قیدیوں میں ۶۳ فیصدی قیدی مسلمان تھے - پنجاب میں شراب کشی کرنے والے ۱۰۱۴ غیر مسلم تھے اور ۳۴۱۵ مسلمان - گداگری اور آوارہ گردی میں ڈیڑھ لاکھ غیر مسلم تھے اور چار لاکھ ۸۰ ہزار مسلمان کسبی عورتوں میں ۸۴ فیصدی عورتیں مسلمان تھیں اور ۱۶ فیصدی غیر مسلم - (ایمان کا اقتصادی نمبر ص ۳)

سینما ہال کی رونق بھی مسلمانوں کی مرہون منت ہے۔ ہندوستان میں ۱۲ لاکھ آدمی سینما دیکھتے ہیں جن میں سے ۵ لاکھ صرف مسلمان ہوتے ہیں۔ (زمزم سردرق ۱۵ ستمبر ۵۰ء)

عقائد و عبادات

نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ تو بعد کی چیز ہے۔ کلمہ گو مسلمان کلمہ گو تک نہیں۔ مفہوم اور روح تو دوسری چیز ہے۔ الفاظ تک صحیح نہیں۔ قبر پرستی اس کا دین، یا معنی اللہ یا نظر اس کا ایمان، تعزیہ پرستی اور پابندی رسوم اس کی عبادت۔ خیرات خوری اس کی زکوٰۃ، میلے ٹھیلے اس کا حج ہیں۔ قبر اس کی مسجد، مقبرہ اس کا کعبہ اور بزرگوں کا پاؤں اس کا حجر اسود ہے! چاچڑاں (ریاست بہاولپور) اس کا مدینہ ہے۔ اور کوٹ مٹھن (ضلع ڈیرہ غازی خان) اس کا بیت اللہ! اگر پنجاب میں حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ ——— جو ایک با خدا بزرگ اور مشہور ولی اللہ گزرے ہیں ——— اس کے خدا ہیں اور مخدوم صدر دین (ملتانی) اس کے رسول مدنی رحمۃ للعالمین! (العیاذ باللہ) تو یوپی میں سید اشرف صاحب اشرفی کچھوچھوی اس کے رسول بھی ہیں اور خدا بھی۔!

ہمیں خوف ہے۔ کہ ہمارے ان الفاظ کو مبالغہ آرائی اور بہتان طرازی پر محمول نہ کیا جائے۔ اس لئے ہم ان حقائق کا ماخذ پیش کئے دیتے ہیں۔ ایک مشہور "صوفی بزرگ" اور مشہور خوش الحان واعظ منبر پر جھوم جھوم کر یہ اشعار پڑھا کرتے ہیں۔

(۱) جا چیر "شہر مدینہ" ڈسدا، کوٹ مٹھن بیت اللہ
ظاہر دسے وچ پیر فریدن، باطن دسے وچ "اللہ"

(۲) برائے چشم بینا از مدینہ بر سر ملتان
بہ شکل "صدرالدین" خود رحمۃ للعالمین آمد

مجمع عام میں دھڑلّے سے کہا جاتا ہے کہ
"اشرفی" احمد مختار بنے بیٹھے ہیں
عرش پر آئینہ غفار بنے بیٹھے ہیں

اسی پر بس نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے نزدیک آنحضرت (نعوذ باللہ) دائرۂ انسانیت سے خارج اور حدود بشریت سے باہر ہیں۔ اس کے نزدیک حضور سرور کائنات کا انسانی وجود ہی غیر مسلم ہے جو احسن تقویم اور افضل تخلیق ہے۔

اس کی "محبت کی نظر" میں احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عین احد ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خود خدا ہے۔ محمدیت کا لبادہ، بشریت کا بھیس اور انسانیت کا لباس تو محبت کا فسانہ اور محض ایک بہانہ ہے مشہور اشعار ہیں:

(۱) وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر

(۲) پردہ انساں میں آکر خود دکھانا تھا جمال
رکھ لیا نام محمد تاکہ رسوائی نہ ہو!

اس کے عمل میں پیر کی خانقاہ، بازیچۂ جنات اور مرشد کا مقبرہ

بازیگہ شیاطین ہے۔ ذرا موسم بدلا، سردی نکلی، سرسوں پھولی، چیت
پھاگن کی ٹھنڈی میٹھی رت آئی۔ اور "مرد مسلماں" خانہ بدوش ہو کر ...
نوجوان مست شباب عورتوں، نوخیز اور دوشیزہ لڑکیوں کے گچھے
لاتا ہے۔ آگے پیچھے "دل پھینک" مجنونوں کے کچھ دستے ہوتے ہیں
اور درمیان میں "لیلیٰ" کا محمل!

دلبران و دلدادگان کا یہ مبارک کارواں، محبین و محبات اور
مومنین و مومنات کا یہ آوارہ جلوس اور حسن شوخ و عشق گستاخ
کا یہ مخلوط قافلہ راگ رنگ اور دف و چنگ کے ساتھ چلتا ہے
عشقیہ راگ اور عریاں غزلیں، جنوں انگیز دوہے، جنسی جذبات
میں جوش و ہیجان اور طوفان و تلاطم پیدا کرتے ہیں اور پیر کی خانقاہ
تک پہنچتے پہنچتے یہ "جن" آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ وجد میں
آجاتا ہے۔ اور بسا اوقات تو راستے ہی میں "کھیل" لگ جاتا ہے
خانقاہ کے اردگرد جدھر دیکھو گانا ہو رہا ہے۔ ڈھول بج رہا ہے
اور "مسلم عورتیں" ننگے سر ناچ رہی ہیں۔ ایک مشٹنڈا بدمست
فقیر ایک ہاتھ سے بالوں کو پکڑے بیٹھا ہے۔ اور دوسرا ہاتھ ...
عالم بے خودی و خود رفتگی میں منہ، گال، سینے اور پیٹھ پر ———
خدا جانے کہاں کہاں ——— مار رہا ہے۔

ایک غیر مسلم یہ عبرت انگیز تماشا دیکھ کر محو حیرت ہو جاتا ہے۔
کہتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں! آخر ان دیوانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنی
بہو بیٹیوں کو اپنے ہاتھوں ان بدمعاشوں کے ہاتھوں میں دینے

کر دور کھڑے ہنس رہے ہیں۔

المختصر ؎

مسلماں ہے توحید میں گرم جوش
مگر دل ابھی تک ہے زنار پوش
تمدن، تصوف، شریعت، کلام
بتان عجم کے پجاری تمام

مرکز و تنظیم

وہ مسلمان کہ تنظیم و جمعیت سے جس کا خمیر اٹھایا گیا تھا۔ آج نظم و ملت کے نام سے ناآشنا اور وحدت و مرکزیت کے تصور سے ناواقف ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ طبائع میں تضاد و خلاف، مزاجوں میں اختلاف و انتشار، دماغوں میں اونچ نیچ اور نظریوں میں نشیب و فراز ہے۔ مرکز و تنظیم اور ربط و نظم ہی مسلمانوں کی یکسانگی و ہم آہنگی کا ضامن و کفیل تھا۔ ایک مرکزیت فنا ہوئی۔ اور لاکھوں فتنوں نے سر اٹھایا ؎

ضعف و ناطاقتی و سستی و اعضا شکنی
ایک گھٹنے سے جوانی کے بڑھا کیا کیا کچھ!

اسلام ایک آئینی مسلک اور باضابطہ مذہب ہے۔ اس میں آوارگی و بے ضابطگی کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام نام ہی ایک معین ضابطۂ حیات اور مستقل نظام راہ زندگی کا ہے۔ مسلمان آئین و قوانین کا پابند اور دستور ضابطہ کا مطیع ہے۔ رضا کارانہ پابندی و اطاعت؟ نہیں نہیں! وہ پابندی! جو حکومت و قوت کے بل بوتے اور وہ

اطاعت؛ جو سوسائٹی اور جمعیت کے زور سے ہو۔ جب سقوط حکومت کے
بعد ملّت کا نظم باقی نہ رہا۔ تو مسلمان آوارگی و افراتفری کا شکار ہو گیا۔ جس
کے جدھر سینگ سمائے چل دیا۔ مقصد حیات متعین رہا نہ شاہراہ عمل
متعین رہی۔ خیالات و عقائد میں یکرنگی رہی نہ اقوال و مواعظ میں ہم آہنگی۔
سب چیزیں مرکز کا نتیجہ اور اجتماعیت کا ثمرہ تھیں۔ جب اجتماعی روح فنا
ہو گئی۔ جماعتی صلاحیت کھو دی گئی۔ تو ہر مرد مسلمان کا اپنا اپنا مسلک اور
الگ الگ مذہب بن گیا ہے

عزت ہے محبت کی قائم اے قیس حجاب محمل سے
محمل جو گیا عزت بھی گئی، غیرت بھی گئی، لیلیٰ بھی گئی

اور پھر یہ چیز صرف مذہب ہی کی حدود تک محدود نہیں۔ سیاسیات میں
اس سے زیادہ انتشار ہے۔ ہندو ـــــ ہم جلیسا غلام ـــ ہے
مگر وہ ـــــ استقلال وطن اور استخلاص ملک کو اپنا
زندگی کا مقصد قرار دے کر ـــــ شاہراہ آزادی پر چل دیا ہے۔ گاندھی
کو مرکزی پوزیشن حاصل ہے۔ کوئی بھی ہندو ہو۔ ان سے شاید اختلاف
تو کر لے گا۔ مگر ان کے خلاف نفس کو آمادہ نہ پائے گا۔ مگر مسلمان! ابھی
اس کی ساری سرگرمیاں ایک دوسرے کی توہین و تذلیل یا باہمی کشمکش اور
"تو تو میں میں" تک محدود ہیں۔ ایک جماعت کچھ کہتی ہے تو دوسری
کچھ! ایک رہنما کا نقطۂ نظر یہ ہے۔ تو دوسرے کا وہ۔ ایک گروہ کعبہ
کو جا رہا ہے۔ تو دوسرا ترکستان کو۔ ایک کی راہ مشرق کو ہے تو دوسرے
کی مغرب کو۔ کیوں! اس لئے اور صرف اس لئے۔ کہ نصب العین متعین

ہے نہ منزل مقصود معین، مرکزیت ہے نہ ربط و تنظیم! ؎

عدو مسرت منا رہے ہیں ہماری جنگ آزمائیوں پر
کوئی تو برباد ہو رہا ہے کسی کی حسرت نکل رہی ہے
بھٹک رہی ہے قدم قدم پر پریشاں منزل کی جستجو میں
وہ قوم جو روز اولیں سے چراغ راہِ عمل رہی ہے

باہمی اعتماد و الام اور اشتراک و تعاون کا فقدان عدم تنظیم ہی کا نتیجہ ہے۔ ؎

تاب و طاقت، صبر و راحت، جان و ایمان، عقل و ہوش
ہائے کیا کہیے کہ دل کے ساتھ کیا کیا جائے ہے

جب تک ہم بتداوئے انفرادیت اور نا آشنائے مرکزیت رہینگے تب تک یہی پوزیشن رہے گی ؎

انفرادیت ہے اقوام و امم کے حق میں موت
ان کے سائے سے بھی ہے اقبال کتراتا ہوا
اجتماعیت کے اوپر ہے بنا اسلام کی
کاش! میں دیکھوں ادھر مسلم کو بھی آتا ہوا

دعوت و تبلیغ

مقام حیرت و استعجاب اور مقام عبرت و افسوس ہے کہ دنیا بھر میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اعلائے دین کی موثر مدافعت کا کوئی منظم ادارہ نہیں۔ جہاں عیسائی صرف ہندوستان میں ۶۰ کروڑ

روپیہ تبلیغ عیسائیت پر صرف کرتا ہے تقریباً ۴۰۰ مراکز تبلیغ میں ۲۰ ہزار پادری مصروف عمل ہیں۔ آریہ سماج لاکھوں روپیہ سالانہ ویدک دھرم پرچار پر خرچ کرتا ہے۔ مضبوط مرکز کے ماتحت سینکڑوں پرچارک قریہ بہ قریہ دورہ کر رہے ہیں۔ جہاں جوبلی فنڈ، تحریک جدید فنڈ، کالج فنڈ، ترجمہ قرآن فنڈ وغیرہ وقتی اور ہنگامی چندوں کے علاوہ لاہوری اور قادیانی مرزائیوں کا مجموعی بجٹ دس لاکھ روپیہ سالانہ سے متجاوز ہے بیسیوں پراپیگنڈسٹ ہندوستان کے طول و عرض کے علاوہ یورپ، امریکہ، افریقہ میں سرگرم عمل ہیں۔ جہاں "شیعہ" اپنے مرکز لکھنؤ سے وابستہ ہو کر شیعیت کی اشاعت میں مشغول و منہمک ہیں۔ وہاں صرف ہندوستان کے طول و عرض ہی میں نہیں بلکہ روئے زمین پر مسلمانوں کا کوئی مرکز ہی نہیں۔ اور جب تنظیم و تبلیغ کا کوئی اہتمام و انتظام نہیں تو مبلغین و مبلغین (زر و پول) کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا نتیجہ؟ وہی! جو ہونا چاہیئے۔ تبلیغ و اشاعت تو بجائے خود۔ ہمیں اپنے تحفظ اور مدافعت کی قدرت و طاقت بھی نہیں۔ صرف مدراس کے علاقہ میں ایک ہزار سے زیادہ اچھوت روزانہ حلقہ بگوش مسیحیت ہو رہے ہیں۔ ... ریاست حیدرآباد میں ایک سال میں نہایت خاموشی سے ۲۸ ہزار آدمی مسیحیت کے دائرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ صوبہ بنگال میں سولہ ہزار مسلمان اب تک عیسائی ہو چکے ہیں۔ اور صوبہ سرحد کے صرف ایک ضلع ہزارہ میں صرف پچھلے سال ۱۹۳۴ء میں ایک ہزار مسلمان عیسائی ہو چکے ہیں۔ اسی طرح پنجاب، حیدرآباد دکن، صوبہ سندھ

صوبہ مدراس، یو۔ پی، مالابار اور دیگر صوبوں میں مسلمانوں کی ایک معتد بہ تعداد ہر سال عیسائی ہو رہی ہے۔ صرف ایک سال میں دو سو سے زیادہ مسلمان صرف صوبہ سرحد اور پنجاب میں شدھ ہو چکے ہیں۔ اور لاکھوں اچھوت ہندو بنائے جا رہے ہیں۔ ہندوستان سے باہر بھی خیر نہیں ہسپانیہ کے دو کروڑ مسلمانوں میں سے صرف گیارہ ہزار باقی رہ گئے ہیں۔ جاوا اور سماٹرا میں مسلمانوں کو ہزاروں کی تعداد میں ہر سال ... عیسائی بنایا جا رہا ہے۔ (رسالہ پیشوا دہلی اکتوبر ۳۳ء)

اس باغ میں ہے آج گزر باد خزاں کا
جس باغ کو سینچا تھا شہیدوں نے الٰہی
رکھا نہیں جاتا ہے کلیجے پہ یہ پتھر
دیکھی نہیں جاتی ہے مسلماں کی تباہی!

کیا یہ اعداد و شمار تازیانۂ عبرت کا کام دیں گے؟ اور ان سے مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں گی؟

صحیح اور سچے مسلمان جسے اصطلاح میں "سنی" کہا جاتا ہے۔ آریہ، عیسائی، شیعہ اور مرزائی سے پریس ہو یا پلیٹ فارم ہر جگہ مار کھا رہا ہے۔ ان غارت گران ایمان کے مقابلہ میں فرزندان توحید کی امت خیر، حاملین سنت کی جماعت حقہ آج ذخیرہ کی حیثیت میں رہ گئی ہے۔ اس ذخیرہ سے کچھ مرزائی اور شیعہ لے جاتے ہیں۔ تو کچھ آریہ اور عیسائیوں کی "نذر" ہو جاتے ہیں۔ آج ملت اسلامیہ منتشر افراد کی ایک بھیڑ کی حیثیت میں مخالفین کے رحم و کرم پر چھوڑ دی

گئی ہے۔ بے یار و مددگار۔ بے ربط و نظم، آوارہ و منتشر مسلمان ہر نئے
فتنے کو قبول کرنے کے لئے مستعد اور تیار ملتے ہیں۔ اگر ہمارا جدید...
تعلیم یافتہ نظم و مرکز کا طلب گار طبقہ مرزائیت کے دام تزویر میں پھنس
رہا ہے۔ تو جاہل و بے خبر نوجوان شیعیت کی آوارگی کا شکار ہو
رہا ہے۔ اور فقر و فاقہ میں مبتلا افراد عیسائیت و آریہ سماج کے دامن
میں پناہ لیے رہے ہیں۔

کیا یہ سارے دردناک مناظر مبلغین کرام کی نظر سے اوجھل ہیں؟
کیا حضرات علمائے کرام اور پیران طریقت ان لرزہ انگیز حالات و حقائق
سے بے خبر ہیں؟ یہ وحشت آگیں تماشے، یہ حسرت بھرے نظارے
جن کے سامنے ہوں۔ ایسے صوفی و وہابی قسم کی لایعنی بحثوں میں
پڑنے اور آپس میں الجھنے کی فرصت کہاں؟ کس کا دل گردہ ہے۔ کہ
نہ یہ عبرت آموز ڈرامے دیکھئے، ان الم ناک اور اندوہگیں واقعات پر
نظر رکھیے۔ مگر پھر بھی اس قسم کی موشگافیوں میں پڑے۔ جس کے
سینے میں بھی دل ہے ——— سنگ و خشت نہیں ——— وہ
مسلمانوں کی گراوٹ اور مظلومیت، زوال و انحطاط سے بہر حال
مضطرب و پریشان ہوگا۔ مگر آہ! آج "مولوی" اور "مرشد"
غیر ملکی استعمار و استبداد سے لڑتا ہے۔ نہ غیر مسلم سے الجھتا
ہے۔ جن و شیاطین اور اوہام و جہالت سے دست و گریباں
ہوتا ہے نہ بدعملی و معصیت سے برسر پیکار۔

ہاں! اس کا میدان جنگ گھر کی انگنائی ہے۔ اور اپنوں سے

اس کی لڑائی ہے۔ اس کی نظر اگر پڑتی ہے۔ تو خویش و اقارب پر۔ آہ! امت مظلوم! آج پرائے تو پرائے، اپنے بھی تیرے بدخواہ و بداندیش ہیں۔ تیری شان مظلومیت واقعی نرالی ہے ؎

فلک کی، برق کی، گل کی نگاہ پڑتی ہے
چمن میں شان نمایاں ہے آشیانے کی

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی

کہ ہمارے بھائی جب دین و ایمان سے محبت رکھتے ہیں۔ تو ایمان کی حفاظت اور دین کی اشاعت میں کیوں دلچسپی نہیں لیتے؟

سچے اور مخلص دیندار بھائیو! تحریک تنظیم میں شامل ہو کر ایمان کی بقاء و حفاظت اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا فرض بجا لاؤ!

وطنی سیاست

میں

ہماری جماعتی روش

۱۵- موجودہ سیاسی کشمکش

میں

ہمارا غیر جانبدارانہ مسلک

کہتی ہے ہم کو خلق خدا غائبانہ کیا؟

ہر نئی چیز کے متعلق شبہات کا پیدا ہونا ایک عام بات ہے۔ چنانچہ تحریک تنظیم کے منظر عام پر آتے ہی ہمارے بھائیوں نے ہمارے خلاف شکوک و شبہات اور اوہام و وساوس کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ لاہور کے بعض لیگی دوستوں نے لکھا۔ کہ یہ تحریک یونینسٹ پارٹی کی ایجنٹ ہے"۔ دہلی کے بعض ذمہ دار مہربانوں کو بھی یہی شبہ گذرا۔ اور بعض احرار دوستوں نے بھی ہمیں ایسا ہی خیال کیا۔ اور طرفہ تماشہ یہ کہ بعض یونینسٹ صاحبان نے ہمیں لیگ کی مشین کا کل پرزہ سمجھا۔ اور غیر احرار نے تو ہمیں عموماً احرار کا نیا روپ قرار دیا ہے

رند کہتا ہے ولی اور ولی رند مجھے
سن کے ان دونوں کی تقریر کو حیران ہوں میں

° ° °

زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

ہمارا سیاسی مسلک - حالانکہ ہم نے روزِ اول سے غیر مبہم الفاظ میں اعلان کر رکھا ہے - کہ ہمارا نصب العین اسلام کی اطاعت واشاعت اور ایمان کی بقاء وحفاظت ہے اور بس - ہماری جماعتی سرگرمیاں اسی حدتک محدود رہیں گی - اور تحریک تنظیم وطنی تحریکات سے یکسر بالا تر اور ملکی سیاسیات سے قطعاً یکسو رہے گی -

ہماری سہ سالہ تاریخ ہمارے اس اعلان کی صداقت پر گواہ ہے ہمارے عمل کو دیکھ کر معزز ملی اخبار "زمیندار" نے ایڈیٹوریل نوٹ لکھا:-

یہ ادارہ جب سے عالم وجود میں آیا ہے - سیاست و باہم آویزی سے دور رہ کر صرف مرزائیت کے خلاف جہاد کر رہا ہے - چنانچہ مولانا نور الحسن صاحب کے جو تنقیدی و علمی مقالے "زمیندار" کی زینت بنتے رہے ہیں - وہ مرزائیت کے خرمن کذب وباطل کے لئے حق وصداقت کی بجلی سے کم نہیں - یہ تبلیغی کارنامہ زندۂ جاوید رہے گا - (زمیندار ۲ جون ۴۶ء)

مرکز کے گذشتہ سالانہ جلسہ کی کاروائی ملاحظہ کر کے صوبہ مسلم لیگ کے ترجمان "پاکستان" لاہور کے مدیر محترم نے لکھا:-

"بعضوں کا بیان تھا - کہ یہ پنجاب کی اتحادی (یونینسٹ) کانفرنس ہے - مگر ایسے دعویٰ کا کوئی ثبوت نہیں" - (پاکستان ۲۵ جون ۴۸ء)

گذشتہ الیکشن نے ہماری پوزیشن کو اور زیادہ صاف کر دیا ہے اس "جہاد اکبر" میں ہمارا "حجرہ نشین" رہنا ہمارے "تقدس" کی کھلی دلیل ہے

بہر حال اب یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ تحریکِ تنظیم اسم با مسمّٰی تحریک ہے۔ اس کا مقصد مختلف سیاسی خیال کے مسلمانوں کو منظم کر کے تنظیم کی سٹیج سے ایک مشترکہ فریضہ —— حق و اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور کفر و باطل کی تردید و مدافعت —— سرانجام دینا ہے سیاسی کشمکش سے اسے کوئی تعلق نہیں!

سیاسی تنظیم کی ضرورت۔ اعتراض کو جگہ پانے کے لئے کسی بنیاد کی ضرورت نہیں۔ مولانا مودودی نے جب ایک نصب العین پیش کرتے ہوئے کانگریس پر نکتہ چینی کی تو بہتوں نے اسے مسلمانوں کو سیاسیات سے علیحدہ رکھ کر انگریز کی خدمت گزاری کی ایک گہری چال قرار دیا۔ ہمیں خطرہ ہے۔ کہ ہماری اس روش کو بھی کہیں اسی نظر سے نہ دیکھا جائے۔

اس لئے ہم یہ اعلان کرتے ہیں۔ کہ سیاسیات میں ہماری عدم مداخلت کا منشا نہ مسلمانوں کو سیاسیات سے باز رکھنے کی کوشش کرنا ہے۔ نہ انگریز کی عمر دراز کرنا۔ ہمارے نزدیک جس طرح انگریز سے آزادی ... استخلاصِ وطن اور آزادیٔ ملک کے لئے سیاسی تحریکات میں حصہ لینا ضروری اور اشد ضروری ہے۔ اس طرح ہندوستان سے اپنے حقوق وصول کرنے کے لئے ایک زبردست پولیٹکل پارٹی کی ضرورت کے ہم سختی سے قائل ہیں۔ اور ہم برادرانِ ملت سے کہتے ہیں۔ کہ وہ اپنی اپنی صوابدید کے مطابق سیاسی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ ہم مسلمانوں کو سیاسی جد و جہد میں حصہ لینے سے روک نہیں سکتے۔ خود ہمارے اپنے

الاکین اور عمائد اپنی اپنی نظر و فکر کے مطابق مختلف سیاسی اداروں کے ساتھ مربوط ہیں۔ مقصد صرف اتنا ہے۔ کہ ہم من حیث الجماعت سیاسی کشمکش میں حصہ لینے سے معذور ہیں۔ ہم جماعتی حیثیت سے کسی ایک سیاسی نظام کے ساتھ وابستہ نہیں نہ ہونگے۔ کسی پولیٹیکل جماعت کے ساتھ ہمارا کھلا ربط والحاق ہے نہ خفیہ ساز باز۔ اگر ہم ایسا کریں گے۔ تو ہم نہ صرف مختلف الخیال اسلامی عناصر کو تنظیم کے اہم اور نہایت ضروری پلیٹ فارم پر جمع کرنے میں ناکام رہیں گے۔ بلکہ ہم خود بین المسلمین اختلاف و نزاع، خانہ جنگی اور باہم آویزی میں الجھ کر رہ جائیں گے۔ اور اس نصب العین سے دور جا پڑیں گے۔ جس کے لئے یہ تحریک معرض وجود میں آئی ہے۔ اور ہم اس مقصد عالیہ تک پہنچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔ جس کے لئے ہم نے دین کے فروعی اختلافات اور جزئی نزاعات کے دام فریب سے بچتے ہوئے ان کے علمبرداروں سے صاف کہہ دیا ہے ؎

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

۱۶- غلط فہمی!

کیا تحریک تنظیم یونینسٹ پارٹی کی ایجنٹ ہے؟

شعر

کسی کو بحث نہیں آج باپ اور دین میں
سیاسیات کے نغمے ہیں دیس کی دھن میں

لاہور کے ایک معزز مسلم انگریزی روزنامے نے ایک پرزور مقالہ افتتاحیہ بعنوان "ایک نئی تحریک" شائع کیا ہے۔ جسے تحریک تنظیم یا اس روزنامے کی اخلاقی موت سے تعبیر کرنا زیادہ موزوں ہو گا یعنی اس مقالے میں جو الزام تحریک پر لگایا گیا ہے۔ اگر وہ پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے تو تحریک کو زندہ درگور ہو جانا چاہیئے۔ اور اگر وہ الزام بے اصل و بے بنیاد ہے۔ تو روزنامے کے اخلاق کا فاتحہ پڑھنا چاہیئے۔ چونکہ معزز معاصر نے تحریک پر ایک شدید الزام لگا کر مہلک ضرب لگائی ہے۔ اس لئے بارِ خاطر نہ ہو گا۔ اگر ہم معاصر کا الزام اور اپنی صفائی پیش کرنے سے پیشتر تحریک کا پس منظر واضح کر دیں۔ اس سے ناظرین کو حقیقت کے سمجھنے اور انصاف کرنے میں مدد ملے گی۔

محرکاتِ مرکزیہ تحریک کا پس منظر

محل حیرت و استعجاب اور مقام عبرت و افسوس ہے۔ کہ کرۂ ارض پر مسلمانوں

کا کوئی بھی مرکز نہیں۔ دنیا بھر میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اعدائے دین کی مؤثر مدافعت کا کوئی منظم ادارہ نہیں۔ یہ حقیقت کس قدر تلخی آمیز، تحیر خیز اور الم انگیز ہے۔ کہ جہاں میرزائیت اور شیعیت کے منظم تبلیغی ادارے ملت اسلام پر شبخون مار رہے ہیں۔ جہاں عیسائی مشن اور آریہ سماج متاع ایمان پر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔ جہاں مرزائی ہزاروں مسلمان مرتد کر لیتے ہیں۔ جہاں شیعہ پنجاب کے قریہ قریہ میں پہنچ کر مسلمانوں کی بہت بڑی آبادی کو دام ارتداد میں پھنسا لیتے ہیں۔ وہاں ایک جماعت "اہل سنت" ہے۔ جو نہ صرف کسی کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش نہیں کرتی۔ بلکہ فراخ دلی اور بلند حوصلگی سے ہر مخالف ادارہ کو اس کی ضرورت اور مانگ سے زیادہ افراد تازہ بتازہ سپلائی کرتی رہتی ہے۔ علامہ شبلی نعمانیؒ کس قدر بجا فرماتے ہیں کہ

اب کوئی مرکز قومی ہے نہ توحید خیال
نہ کوئی جادۂ مقصد ہے نہ کچھ توشۂ زاد
خوف یہ ہے کہ بکھر جائے نہ شیرازۂ قوم
خوف یہ ہے، یہ ویرانہ نہ ہو پھر آباد
ذرے جس طرح سے ہو جاتے ہیں اڑ کے فنا
یوں ہی ہو جائے گی یہ قوم بھی آخر برباد

محسن ملت سردار احمد خان صاحب پتافی

اس جیتی جاگتی حقیقت عریاں کے پیش نظر علامہ شبلی کی طرح ہر دیکھنے بھالتی نظر متاثر و حیراں، ہر حساس دل متوحش و لرزاں اور ہر بیدار دماغ

متفکر و پریشان ہے ۔ محترم سردار احمد خاں صاحب پتافی رئیس جام پور ضلع ڈیرہ غازی خاں کو قدرت نے اس درد و احساس سے بہرہ وافر عطا فرمایا ۔ آپ صرف دامے، درمے نہیں، بلکہ قدمے، سخنے ہر ممکن طور پر اہل سنت کی تنظیم و ترقی اور بیداری و ہشیاری میں کوشاں رہے ۔

کوئی بیس سال کا عرصہ ہوتا ہے ۔ آپ ایک وفد لے کر چلے ۔ لاہور میں مولانا احمد علی صاحب ، دارالعلوم دیوبند میں مولانا شبیر احمد صاحب ، سید مرتضیٰ حسن صاحب وغیرہم اکابر ، اور دہلی میں مفتی محمد کفایت اللہ صاحب سے ملے ۔ کوشش کی کہ کوئی ادارہ "تنظیم و تبلیغ" کو اپنی حدود میں مناسب مقام اور موزوں جگہ دے دے ۔ یا کم از کم ان اکابر میں سے کوئی صاحب ——— اس کام کی اہمیت کے پیش نظر ——— اپنے آپ کو دوسری تمام مصروفیات سے فارغ کرلیں ۔ اسی نوعیت کی خط و کتابت علامہ سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی سے بھی کی ۔ ہر صاحب نے تنظیم اہل سنت اور انتظام تبلیغ کی ضرورت بشدت محسوس کی ۔ مگر اس سلسلہ میں عملی اقدام کے لئے کسی بزرگ نے ——— غالباً قوم کی مادیت و بے حسی سرد مہری و بے توجہی دیکھتے ہوئے ——— اپنے اوپر ذمہ داری لینے کی جرأت نہ کی ۔

مرکز تنظیم اہل سنت ۔ ؎

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

سردار صاحب ان یاس انگیز حالات سے متاثر و مایوس نہ ہوئے بلکہ آپ نے

نے اپنی مساعی کو جاری رکھا۔ حتیٰ کہ ۱۲/دسمبر ۱۹۸۳ء کو ضلع بھر کے علماء و امراء کے اجتماع میں "مرکزی تنظیم اہل سنت" کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۶ معزز اراکین پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ مرتب کی گئی۔ جس کی صدارت بالاتفاق جناب نوابزادہ محمود خان صاحب کو پیش کی گئی۔ اور نائب صدر جناب حاجی محمد علی خان صاحب منتخب ہوئے ؎

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست

آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

لغاری خاندان۔ ضلع ڈیرہ غازی خان کے معزز بلوچ خاندانوں میں چوٹی کا لغاری خاندان، چوٹی کا خاندان ہے۔ سردار صاحب نے جس طرح مزاری وغیرہ معزز خاندان کے حساس نوجوانوں کو دعوت شرکت دی۔ اسی طرح لغاری خاندان کے زندہ نوجوانوں کو بھی دعوت شرکت دی۔ جسے بعونہ تعالیٰ نوابزادہ محمود خان صاحب اور سردار حاجی محمد علی خان صاحب کی سعید فطرت نے قبول کیا۔ جناب نوابزادہ محمد خان صاحب نے بھی بفضلہ مقامی انجمن کی امداد و سرپرستی شروع کر دی ہے مگر تا حال مرکز کی طرف التفات اور توجہ نہیں فرمائی۔ توقع ہے۔ کہ محترم ممدوح اور اس خاندان کے دوسرے نوجوان بھی عنقریب اس تحریک میں عملی حصہ لیں گے۔ لیکن نوابزادہ محمود خان صاحب تو ——— باوجودیکہ سردار صاحب کی دعوت پر تحریک میں شامل ہوئے ——— ماشاءاللہ اس وقت تحریک کے سب سے زیادہ سرگرم رکن اور رہنما ہیں۔

۱۲/محرم [illegible]ھ کو مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں

تحریک کے اغراض و مقاصد کی تعیین اور دستور العمل کی ترتیب عمل میں آئی۔ مجلس عاملہ تجویز کی گئی۔ اور خدمت اہتمام راقم الحروف کے سپرد ہوئی۔

تحریک کی مختصر تاریخ

یہاں تحریک کی مختصر تاریخ پیش کر دینا بھی غیر ضروری نہ ہوگا۔ میں نے شروع فروری ۱۹۴۴ء میں ...... ملازمت سے سبکدوش ہو کر دوری ہی میں "دعوت تنظیم" اور "جہد للبقاء" دو ٹریکٹ شائع کئے۔ اور وسط اپریل تک لاہور، امرتسر، سہارنپور، دیوبند، میرٹھ، دہلی، لکھنؤ کا دورہ کرکے اکابرین ملت سے ملاقات و مشاورت کی، دہلی اور لاہور میں مکان نہ ملنے پر ۱۴ اپریل کو امرتسر میں دفتر کرائے پر لے لیا۔

۱۵ مئی ۱۹۴۴ء کے "زمزم" میں مولانا فارقلیط نے بعنوان "ذریعۂ تبلیغ" مفصل افتتاحیہ لکھ کر ہمارے مرکز کا تعارف کرایا۔ اور ۱۹ مئی سے "زمزم" میں ہم نے برادران اسلام کی خدمت میں دعوت و خطاب کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بحمد اللہ کشمیر سے مدراس اور کراچی سے کلکتہ تک ہر جگہ مسلمانوں نے ہماری دعوت پر لبیک کہا۔ مرکز کا پر جوش استقبال کیا۔ ہمارے نصب العین سے اتفاق، ہمارے پروگرام کی تعمیل اور مقامی انجمنوں کی تشکیل پر آمادگی کا اظہار کیا۔ صوبہ پنجاب، یو۔پی اور بہار میں مرکز کی متعدد شاخیں کھل گئیں۔ پروفیسروں، وکیلوں، افسروں اور تاجروں سب نے ہماری رفاقت کا اعلان کیا۔ اور ملک کے مشاہیر، سربرآوردہ علماء کرام اور مشائخ عظام نے ہماری حمایت میں بیانات و ارشادات

ارسال فرمائے۔ تگر ۔

پریس

افسوس کا مقام ہے۔ کہ اسلامی پریس نے ہماری طرف چشم التفات سے نہ دیکھا۔ ہم "زمزم" لاہور، "حقیقت" لکھنؤ، اور "ندائے حرم" دہلی کے سپاس گزار ہیں۔ کہ انہوں نے ہمارے مرکز کا تعارف کرایا۔ مگر پنجاب کے اور کسی اخبار نے اس وقت تک ایک سطر تو کیا ایک لفظ بھی "تنظیم" کی حمایت میں تحریر نہ فرمایا۔

پریس کانفرنس ۔ سراپا خلوص و ایثار اور مجسم عمل و کردار، مرکز کے صدر و سردار جناب نواب زادہ محمود خاں صاحب مدظلہ پچھلے دنوں لاہور تشریف فرما ہوئے۔ تو ہم نے مناسب سمجھا۔ کہ مسلم پریس کو مدعو کر کے کچھ عرض معروض کریں۔ تا ے

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

چنانچہ نوابزادہ صاحب نے بتاریخ ۲۸ ستمبر مسلم اخبارات کے مالک و ایڈیٹر صاحبان کو فلیٹنگ ہوٹل، مال روڈ میں چائے پر مدعو کیا۔ ازراہ مہربانی لاہور کے تمام مسلم جرائد کے ذمہ دار نمائندے رونق افزائے مجلس ہوئے۔ داعی مجلس جناب نوابزادہ صاحب "تنظیم اہل سنت کی ضرورت اور مرکز کی اہمیت پیش کر کے پریس سے امداد و حمایت کا مطالبہ فرمانے رہے۔ میں نے معزز مہمانوں سے خطاب کرتے ہوئے شروع شروع میں عرض کیا:-

"پنجاب کی سیاست میں گذشتہ دنوں جو طوفان آیا ہے۔ اس کے

بلکہ نظریہ کچھ بعید نہیں۔ کہ نواب زادہ صاحب کی دعوت کو آپ نے
کسی سیاسی غرض پر محمول کیا ہو۔ لیکن آپ حضرات کی نظر سے ——
—— جو دنیائے صحافت کے تاجدار ہیں اور میدان سیاست
کے مشہور شہسوار، اور مشرق و مغرب کے اخبارات صبح و شام
کے حالات پر نظر رکھتے ہیں —— کوئی چیز چھپا رکھنا اور آپ
جیسے لوگوں کو دھوکا دینا کم از کم ہم ایسے لوگوں کی دسترس سے
باہر ہے۔ جناب نوابزادہ صاحب نے ابن نواب سر محمد جمال خاں
کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک فرزند توحید کی حیثیت سے آپ
کو دعوت دی ہے۔ آپ کسی سیاسی جماعت کے ہمدرد یا ممبر
تک نہیں آپ صرف انجمن تنظیم کے ممبر اور مرکز تنظیم کے صدر ہیں۔
آپ حضرات کو ایک ایسے فرض کی طرف متوجہ و ملتفت کرنے کے
لئے یہ تکلیف دی گئی ہے۔ جو ہم سب کا مشترک فرض ہے یعنی
"خدمت دین اور تبلیغ اسلام"۔

ابھی میں غالباً اسی قدر کہنے پایا تھا۔ کہ محترم مولانا عبدالمجید صاحب
مدیر "انقلاب" نے ارشاد فرمایا کہ یہ تحریک تو موجودہ سیاسی کشمکش سے بہت
پہلے کی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں! جیسا کہ "جہد للبقاء" کے مطالعہ سے
آپ کو معلوم ہوگا۔ ویسے تو تقریباً بیس سال سے محترم سردار احمد خاں صاحب
پتافی اس تگ و دو اور جدوجہد میں مصروف ہیں۔ لیکن منظم طور پر نواب زادہ
صاحب کی صدارت میں بھی یہ تحریک دسمبر ۳۰ء سے معرض وجود میں آچکی ہے
محترم سالک صاحب نے یہ سن کر فرمایا۔ کہ یہ "تنظیم" تو خالص مذہبی اور غیر فرقہ وارانہ

ہے۔ اور میرا اخبار پولیٹیکل ہے۔ اس لئے میں ایڈیٹر کی حیثیت سے ملک کو
اس کی طرف دعوت دینے سے معذور ہوں۔

اس کے جواب میں میں نے دوسرے فرقوں کی فرقہ وارانہ تنظیم و تبلیغ
کا حوالہ پیش کرتے ہوئے "تنظیم اہل سنت" کی ضرورت واضح کی۔ محترم مولانا
نصر اللہ خان صاحب عزیز آف "کوثر" نے میرے نقطہ نظر کی حمایت
کی۔ آخر محترم مولانا سالک صاحب نے فرمایا۔ کہ چونکہ ہم خود اہل سنت
ہیں۔ لہذا ہمیں اس تحریک سے ہمدردی ہے۔ ہم اس کی حمایت کریں گے
یہ مجلس ۶ بجے سے غروب آفتاب تک قائم رہی۔ معزز مہمانوں نے
ہمیں کافی وقت دیا۔ ہماری معروضات کو صبر و سکون کے ساتھ سنا۔
متانت و سنجیدگی سے اعتراضات بھی کئے۔ اور دلائل و براہین پر مبنی جوابات
بھی سنے۔ معزز معاصر ..... کے مالک و ایڈیٹر محترم ..... اس مجلس میں شروع
سے آخر تک تشریف فرما رہے۔ آپ نے ساری گفتگو اور پوری بحث و تمحیص
کامل غور و توجہ سے سنی۔ مگر ایک لفظ بھی مخالفت یا موافقت میں ارشاد نہ فرمایا
بوقت مغرب یہ پر لطف مجلس برخاست ہوئی۔ "دعوت تنظیم" اور "تجدید البقاء"
ہر صاحب کی نذر کیے گئے اور شکریہ ادا کر کے معزز مہمانوں کو رخصت کیا گیا۔

کامل ایک ہفتہ کے بعد معزز معاصر نے اس تحریک پر جو معاندانہ تبصرہ کیا
ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں یہ الزام ہے۔ کہ تحریک تنظیم .....
یونینسٹ پارٹی کی ایجنٹ ہے۔ اور دوسرے حصے میں یہ اعتراض ہے۔ کہ یہ
تحریک فرقہ وارانہ ہے۔ اس بحث میں ہم پہلا حصہ زیر بحث لائیں گے۔ معزز معاصر کا تبصرہ
"ہمیں دو پمفلٹ ملے متعلقہ سنی مذہبی تحریک "تنظیم اہل سنت"

وصول ہوئے۔ جونہی ہم نے ان کی ورق گردانی کی تو ہمیں سر نواب جمال خاں لغاری کا نام نظر پڑا۔ اور ہم نے خیال کیا کہ یہ تحریک کوئی یونینسٹ پارٹی کی ایجنٹ ہوگی۔ جس کا وجود یونینسٹ پارٹی کے مفاد کی خاطر عمل میں لایا گیا ہوگا۔ کیونکہ :۔

"ہماری یہ پختہ رائے ہے۔ کہ کوئی بھی تحریک جس کے ساتھ نواب لغاری کا نام وابستہ ہو۔ نہ تو اسلام اور نہ ہی مسلمانوں کے مفاد کی نگہبان ہو سکتی ہے"۔

اس کے بعد جناب نواب صاحب کی شخصیت پر ذاتی حملے اور گذشتہ لیگ یونینسٹ کش مکش کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

"اس وقت سے تا حال مسلم لیگ کے خلاف پروپیگنڈا میں مصروف ہیں۔ وزیر ہو کر وہ اس بات کے لئے کوشاں ہو رہے۔ کہ کسی نہ کسی تنظیم تحریک کے ساتھ علاقہ پیدا کر کے سستی شہرت حاصل کریں۔ کوئی تحریک جس کے ساتھ نواب صاحب کا بالواسطہ تعلق بھی ہمارے نزدیک قابل اعتبار نہیں ہو سکتی۔ صرف ایک بے عمل شخص ہی جو آسانی ضمیر فروشی کر سکے۔ ان پر اعتماد کر سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ آپ کا اس نئی تحریک کے ساتھ بلاواسطہ تعلق نہیں ہے۔ ان کا لڑکا محمود خان ہی اس تحریک کا صدر ہے۔ لیکن ایک چالاک سیاست دان جو گدلے پانی میں مچھلی کا شکار کرتا ہے۔ بمشکل خود اپنے ہاتھوں شکار کرے گا۔

۔۔۔۔

بسا اوقات وہ دوسروں کو آلۂ کار بنا کر ان سے یہ معیوب خدمت لیتا ہے۔ ہم نے پمفلٹ کا بغور اور بغیر تعصب و ہمدردی مطالعہ کیا ہے۔ اس کے باوجود ہم اپنے ناظرین کو اس تحریک کے حق میں سفارش نہیں کریں گے۔

اس تحریک کے حامیوں میں سے ایک سردار احمد خاں صاحب پتافی رئیس جام پور ہیں۔ جن کے ساتھ ہماری ہمدردی ہے۔ ہم آپ سے دس سال ہوئے۔ ملے تھے۔ اور آپ کے احیاء اسلام کے جذبات سے متاثر ہوئے تھے۔ لیکن سر جمال خاں کا نام ہی خطرے کی کافی علامت ہے۔ کوئی تحریک جس کے ساتھ اس کا بلا واسطہ یا بالواسطہ تعلق ہو۔ قابل نفرت ہے۔ یہ خدمتِ اسلام کا موجب نہیں بن سکتی۔ البتہ موجب تخریب ہو سکتی ہے"۔ (...... ۴/ اکتوبر ۴۴ء)

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھیے
ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

قیام مرکز کے محرکات اور تحریک کی پوری تاریخ پڑھنے کے بعد جب ایک منصف مزاج اور غیر جانبدار آدمی معزز معاصر کی اس تنقید کو ملاحظہ کرے گا تو اس کی زبان سے بے ساختہ نکلے گا۔

اِنْ هٰذَا اِلَّا بُهْتَانٌ عَظِيْم

ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ انفنسٹن ہوٹل کی مجلس میں بالمشافہ بات چیت کا ذکر اور قریباً دو گھنٹے کی بحث و تمحیص سے اپنے تاثرات کا اشارہ تک بھی اس نوٹ میں مذکور نہیں ہے۔

نہ ہمارے رسائل کو غور سے پڑھا گیا ہے۔ بلکہ بے اصل مزعومات اور ... بے بنیاد مفروضات کی بنا پر شکوک و شبہات اور اوہام و وساوس کا پا در ہوا بیت عنکبوت تعمیر کر لیا گیا ہے

ہندوستان میں اردو پریس کی کم نگاہی اور بے احتیاطی زبان زد ہر خاص و عام ہے۔ بخلاف اس کے عموماً انگریزی پریس کی احتیاط و تفتیش اور تحقیق و تدقیق پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ لیکن ..... نے اس مقالہ میں ... افترا پردازی اور بہتان طرازی اور دروغ بافی اور غلط بیانی کا جو ریکارڈ قائم کیا ہے۔ اس سے انگریزی پریس تو کیا۔ اردو اخبارات ہی نہیں۔ بلکہ غیر ذمہ دار چیتھڑوں کی گردن بھی شرم و ندامت کے مارے جھک جاتی۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے۔ تو اس نوٹ کی کوئی ایک سطر بھی صحیح نہیں۔ (الا ماشاء اللہ) نہ پمفلٹوں میں کہیں آنریبل نواب سر محمد جمال خان لغاری کا ذکر ہے۔ نہ یہ تحریک یونینسٹ پارٹی کی ایجنٹ ہے۔ نہ ان کے مفاد کی خاطر عمل میں لائی گئی ہے۔ نہ سستی شہرت کے حصول کے لئے۔ نواب صاحب کسی تحریک سے وابستہ ہیں۔ مرکز تنظیم کے ساتھ آپ کا جو کچھ تعلق تھا سو اب ہے۔

باقی رہے ان کے سیاسی رجحانات اور ان کی پالیسی جو کچھ بھی ہیں سو اس کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔ وزراء کے اعمال و افعال اور ان کی سیاسی مصلحتوں کے متعلق کسی قسم کی صفائی اور جوابدہی سے ہم اپنے آپ کو اسی قدر بری الذمہ سمجھتے ہیں۔ جس قدر معزز ......

انگریزی خواں طبقہ میں عموماً مغربی خیال علماء کی تنگ دلی تنگ نظری

اور تنگ نظری ضرب المثل ہے۔ "مسٹر" ہمیشہ "مولوی" پر چوٹ کرتا ہے۔ کہ متعصب "تاریک خیال اور کج بحث" ہے۔ مگر اب ذرا "مسٹر" کی فراخ دلی، عالی ظرفی، وسیع نظری اور بلند حوصلگی ملاحظہ ہو۔ ..... کی یہ سطور بے تعصبی کا ریکارڈ اور اور روشن خیالی اور حق پسندی کا شاہکار ہیں۔ تصریحات و قطعیات سے اعراض کر کے شکوک و ظنون اور شبہات واوہام کی بنا پر مخالفت کا ہوائی "قلعہ تعمیر کرنا بے نظیر "روشن خیالی" اور "حق پرستی" ہے۔ ایک ایسے مذہبی مرکز پر جس کے ساتھ کروڑوں مسلمانان عالم کا مستقبل وابستہ ہے۔ اور جس کے قیام واستحکام پر ہماری آئندہ نسلوں کے ایمان کا مدار اور انحصار ہے محض اس بنا پر بے پناہ گولہ باری کرنا۔ کہ اس کا صدر نواب صاحب لغاری کا فرزند ہے۔ واقعی ایک ایسی "بے تعصبی" کا مظاہرہ۔ جس کی مثال شاید کہیں نہیں ملے گی۔

ہم معزز معاصر سے ہی پوچھتے ہیں۔ کہ کیا محض سیاسی اختلاف کے ::: بلیش نظر نواب صاحب اس قدر شدید انداز میں حملے کرنا۔ اور پھر باپ کے ... "ناقابل معافی گناہ" کی پاداش میں بے گناہ بیٹے کو گشتنی اور گردن زدنی ٹھہرانا، اور اس کی صدارت میں جو مرکز تنظیم اہل سنت ہے اس کے خلاف مسلمانوں کی رائے عامہ کو خراب کرنا شرعی یا اخلاقی لحاظ سے کہاں تک .. حق بجانب قرار دیا جا سکتا ہے؟ ("زمزم" لاہور ۲۷)

۱۷۔ غلط فہمی!

کیا تحریک تنظیم یونینسٹ پارٹی کی ایجنٹ ہے؟

۲

پہلا چیلنج - ہم معزز معاصر کو چیلنج کرتے ہیں - کہ وہ ہمارے ان دو رسالوں کے ساڑھے بارہ ہزار الفاظ، بلکہ "زمزم" میں آج تک لکھے گئے متعدد مضامین کے لاکھوں الفاظ میں سے کوئی ایک لفظ بھی ایسا پیش کر دیں۔ جس سے پایا جائے - کہ اس تحریک سے آنریبل نواب صاحب لغاری کی بلندی و افزائش، نمود و نمائش اور تعریف و ستائش مقصود و مطلوب ہے۔ افسوس کہ معترض صاحب بدگمانی کے نشہ، سوءظنی کی کوشش اور مخالفت کے جذبات میں ایسے بری طرح کھو گئے - کہ وہ یہ بھی نہ دیکھ سکے - کہ یہ تحریک، دسمبر سنہ ۴۳ء میں ظہور پذیر ہوئی۔ اس وقت تو سیاسیات پنجاب میں اس طوفان و انقلاب کے آثار کبھی نمودار نہ تھے۔ لیگ یونینسٹ تصادم تو اپریل سنہ ۴۴ء میں رونما ہوا - کیا ہم نے دسمبر سنہ ۴۳ء میں یہ جان لیا تھا - کہ مئی سنہ ۴۴ء میں "نواب صاحب کی وزارت کا سوال پیدا ہو گا - لہٰذا ہمیں ان کی شخصیت کو محبوب و ہر دلعزیز بنانے کے لیے مرکز تنظیم کی تشکیل کر کے اس کی صدارت ان کے فرزند ارجمند کو پیش کرنی چاہیے" -

ہم وقت کے ہندوستانی نبی تو نہیں ہیں! کہ محمدی بیگم سے ہماری شادی تو قیامت میں ہونی ہو۔ اور ہم آج اعلان کر دیں کہ اس کے ساتھ خدا نے ہمارا نکاح آسمان پر پڑھ دیا۔ جو اس نکاح کو نہ مانے۔ وہ کافر، کمینہ، بد ذات روسیاہ وغیرہ وغیرہ"۔ کیا ...... کے نزدیک ہم وقت کے "مصلح موعود" ہیں؟ کہ بشریٰ بیگم سے نکاح تو وسط ۱۹۴۲ء میں ہو۔ اور ۱۹۴۳ء میں ایک طویل طویل خواب نظر آ جائے۔ کہ سمندر کے کنارے کنواریاں انتظار میں کھڑی ہیں"۔

محترم ایڈیٹر صاحب .... کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اس کی اصطلاح میں ہم "سیدھے سادے دیہاتی" مسلمان ہیں۔ نہ تو ہم "ہندوستانی نبی"، "مسیح موعود" اور "مصلح موعود" ہیں۔ کہ عمل سے پہلے وحی و الہام کی جھڑی لگ جائے۔ اور نہ ہی کسی انگریزی اخبار کے گمنام نامہ نگار ہیں" اور "فرنیس" ایڈیٹر ——— جسے ایک بے لوث و بے غرض تحریک کی تہ میں نواب صاحب افغانی کی شخصیت الجھا دیتی ہے اور لیفٹیننٹ پارٹی کی اسٹینڈنگ کرنے کی "پروپیگنڈا" نظر آ جاتی ہے ——— یہ دونوں نظریات تو خدا کی "ذکا" سے پیدا ہوتی ہے۔ یا پالیٹکس یعنی سیاست کی دہاریت ہے۔ اور افسوس کہ ہم ان دونوں وہبی و کسبی اعزازات سے تہی دست و تہی دامن اور محروم و بے بہرہ ہیں۔

دوسرا چیلنج۔ سر نہاں کہ عارفاں و زاہداں بکس نگفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

"دعوت تنظیم" اور "مجدد اللہ قادر" کے سینکڑوں نسخے ہزاروں آدمیوں نے

کی نشاندہی اور عزائم ناقصہ کی غمازی کرتا ہے؟

ہم محترم ...... کو پوری قوت کے ساتھ چیلنج کرتے ہیں۔ کہ اگر اس نے سوچ سمجھ کر علیٰ وجہ البصیرت، دیانت و امانت سے یہ سطور سپرد قلم کی ہیں اور اس کو دعویٰ ہے۔ کہ اس نے بے تعصبی اور ہمدردی سے ہمارے رسائل کا مطالعہ کیا ہے۔ اور لیگ یونینسٹ کشمکش اور خضر جناح تصادم کے تاثرات و انتقامی جذبات سے خالی الذہن ہو کر ایک ذمہ دار اخبار نویس کی حیثیت سے بنظر عدل و انصاف ہماری تحریک کو دیکھا ہے۔ اور اس کی بے غل و غش سنجیدہ رائے یہی ہے۔ جس کا اس نے زیر بحث ایڈیٹوریل میں اظہار کر دیا ہے۔ تو وہ اپنے دفتر میں لیگ کے دس ذمہ دار رہنماؤں اور معتبر لیڈروں کی مجلس بلائیں۔ دس کے دس لیڈر خود منتخب کریں۔ ہماری عدم موجودگی میں نہ صرف ہمارے یہ دو ٹریکٹ، بلکہ ہمارا سارا مطبوعہ لٹریچر مجلس کے روبرو پیش کریں۔ اگر اس مجلس کا فیصلہ یہ ہو۔ کہ تحریک تنظیم اہل سنت یونینسٹ پارٹی ہی کی ایجنٹ اور مرکز تنظیم کا وجود یونینسٹ پارٹی کے مفاد کی خاطر عمل میں لایا گیا ہے۔ یا اتنا ہی کہ دیں۔ کہ اس جدید تحریک کے ساتھ نواب صاحب لغاری کی ذات کا تعلق ہے۔ اور اس تحریک کا مقصود نواب صاحب کے لئے شہرت و ہر دلعزیزی کا حصول ہے۔ تو مرکز نہ صرف اپنا دفتر بند کر کے تحریک کو واپس لے لے گا بلکہ ایڈیٹر صاحب ...... سے بصمیم قلب معذرت کا خواستگار بھی ہوگا۔ اور اگر مجلس کا دیانتدارانہ فیصلہ یہ ہو۔ کہ اس تحریک کا کسی سیاسی شخصیت یا کسی پولیٹکل باڈی کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں۔ اور اس کا منشاء و مقصد دین کی تبلیغ و اشاعت

مسلمانوں کے ایمان کی بقاء و حفاظت اور اس کا نصب العین واقعی اسلام کی اطاعت واشاعت اور اہل سنت والجماعت کی تنظیم و جمعیت ہے۔ تو معزز ایڈیٹر صاحب اخلاقی جرأت سے کام لے کر اپنے اخبار میں اس غلطی یا غلط فہمی کا اعلان کر کے اپنی یہ نادرست تحریر واپس لیں۔ جس کے ذریعے ہزاروں مسلمانوں کی نگاہ میں ایک معصوم و بے لوث خالص دینی تحریک کو مشکوک مشتبہ اور رسوا و بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

ہم آخر میں معزز معاصر سے اس تلخ نوائی کے لیے معافی چاہتے ہیں۔ اگر یہ شخصی اور ذاتی معاملہ ہوتا۔ تو ہم کبھی ایسی "گستاخی" کا ارتکاب نہ کرتے لیکن مسلمانوں کی ایک جمعیت کے مقابلہ میں اگر ہم کسی محترم دوست کا احترام و اکرام ملحوظ رکھتے۔ تو عند الناس غدار اور عند اللہ گنہگار ہوتے۔ خدا ہم سب کو اپنی رضا کے حصول کی خاطر اسلام اور مسلمین کی بے غرض خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

جناب نواب صاحب کی خدمت میں

بجرم عشق توام می کشند و غوغا نیست
تو نیز بر لب بام آ! کہ خوش تماشا ئیست

سارے زمانہ کی "روشن خیالی" اور "فراخ دلی" "نیک نفسی" ... "عالی ظرفی" ہمارے حصے میں آئی ہے۔ ہمارے نزدیک "روشن خیالی" و "بلند نظری" کا معیار یہ ہے کہ اپنے فرقہ کی خدمت یا اصلاح اور تنظیم

ذلتی میں کوئی حصہ نہ لیا جائے۔ جو آدمی جماعت اہل سنت کی بقاء و حفاظت
میں دلچسپی لیتا ہے۔ وہ ہماری نظر میں متعصب، تنگ دل، تنگ نظر
ہے۔ آج اہل سنت کا ہر بڑا آدمی اہل سنت کی تنظیم سے گھبراتا ہے۔
اپنے فرقہ کی خصوصی خدمت سے کتراتا اور نیوٹرل رہنے میں اپنی بڑائی
و بزرگی سمجھتا ہے۔

جناب نواب صاحب بھی چونکہ ماشاء اللہ روشن خیال اور بہت
بڑے آدمی ہیں۔ اس لئے ہماری اس تحریک تنظیم کو وقعت و پسندیدگی
کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ جس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ جہاں آپ جمال زاغ
اور ہلال احمر کو لاکھوں روپے عطا فرما دیتے ہیں۔ اور فرائض صدارت
و سرپرستی سرانجام دینے کی فرصت نکال لیتے ہیں۔ وہاں ہماری طرف
گوشہ چشم التفات سے دیکھنا بھی گوارا نہیں فرماتے۔

اب جبکہ مرکز تنظیم آپ کی بدولت مورد الزام اور ہدف تنقید
بن رہا ہے۔ ہم جناب نواب صاحب کی خدمت میں پھر دفعہ عرض کرتے ہیں
کہ آپ مرکز کی دعوت قبول کریں۔ اور اس معصوم دینی تحریک کے
قیام و استحکام میں حصہ لیں۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ آپ کی مصروفیات
زیادہ اور ذمہ داریاں اہم ہیں۔ آپ حکومت پنجاب کے رکن رکین بھی
ہیں لیکن

تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو
ہم کو بھی پوچھتے رہو۔ تو کیا گناہ ہو

دعوت عام۔ جناب نواب صاحب کی خدمت میں اس خاص دعوت
سے یہ نہ سمجھا جائے۔ کہ ہماری دعوت محدود و مخصوص ہے۔ نہیں! ہرگز

نہیں! یہ تحریک عام ہے - ہم کانگریسی، لیگی، احراری، خاکسار، یونینسٹ سب سچے مسلمانوں کو دعوت دیں گے - کہ وہ جس بھی سیاسی پلیٹ فارم پر ہیں... وہاں پر قائم رہتے ہوئے مرکز کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھائیں - اور اس خالص دینی تحریک میں شامل ہو کر ایمان کی حفاظت اور دین کی اشاعت میں حصہ لیں - جیسا کہ دیگر فرقوں کے افراد مشترکہ سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے ساتھ ساتھ اپنے مخصوص فرقہ کی امداد و اعانت اور سرپرستی و حمایت سے کبھی دریغ نہیں کرتے -

آخر میں ہم ایڈیٹر صاحب ...... سے دردمندانہ درخواست کریں گے - کہ وہ ہمیں ——— جیسا کہ ہم ہیں ——— سمجھنے کی کوشش کریں - اور اپنی رائے پر جو سراپا غلط فہمی پر مبنی ہے - نظرثانی کی تکلیف فرمائیں -

(زمزم [illegible] ۳۰)

دین و ایمان کا دم بھرنے والے

اور اسلام سے سچی محبت رکھنے والے بھائیو!

تحریک تنظیم میں شامل ہو کر [illegible] ایمان

اور تبلیغ و اشاعت دین اسلام کا اہم فریضہ سرانجام دو!

۱۸- غلط فہمی!

(۳)

کیا تحریک تنظیم مسلم لیگ کی ایجنٹ ہے؟

جہاں ہمیں مسلم لیگ کے ایک زبردست علم بردار اخبار نے یونینسٹ پارٹی کا ایجنٹ قرار دیا۔ اور صاف لکھ دیا۔ کہ اس تحریک کا وجود یونینسٹ پارٹی کے مفاد کی خاطر عمل میں لایا گیا۔ دنیا یہ دیکھ کر حیران رہ جائے گی۔ کہ وہاں یونینسٹ پارٹی اور غالباً اسی غلط فہمی کے نتیجہ میں۔۔ کولیشن وزارت کے عہدہ دار ——— ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور ——— نے پنجاب سیفٹی آرڈیننس کی آڑ لے کر مرکز تنظیم کے سالانہ اجلاس کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ اس اجلاس کا اعلان اس آرڈر سے کوئی ڈیڑھ مہینہ پیشتر اخبارات میں ہو چکا تھا۔ اور تیاریاں بالکل مکمل تھیں انعقاد جلسہ میں دو چار ہی دن باقی تھے۔ اور بعض معزز مہمان اس۔۔ سلسلہ میں تشریف بھی لا چکے تھے۔

ہم سراپا حیرت و استعجاب تھے۔ کہ ایک خالص مذہبی اجلاس اور۔۔۔ مبلہ شور و شر تبلیغی جلسہ کی اجازت نہ دی گئی۔ حالانکہ بالکل ان ہی تاریخوں میں آریہ سماج انار کلی اور آریہ سماج وچھو والی کے نہ صرف سالانہ اجلاس دھڑلے سے ہوئے۔ بلکہ شہر میں جلوس بھی نکالے گئے۔ اور جلسوں میں

اشتعال انگیز نعرے بھی لگائے گئے۔

ہم سوچتے تھے۔ مگر کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی کہ آخر اس دورخی پالیسی کی وجہ کیا ہے! سیفٹی آرڈیننس ایک ہے۔ مگر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا عمل "مرکز تنظیم" اور آریہ سماج سے جدا جدا ہے۔ ایک کو مجلس وعظ... حتیٰ کہ مستورات کی میٹنگ جو بصدارت فخر نسواں ڈاکٹر مس خدیجہ بیگم صاحبہ فیروزالدین پرنسپل زنانہ گورنمنٹ کالج امرتسر ایک بند اور پرائیویٹ مکان ــــــــ حبیبیہ ہال اسلامیہ کالج ــــــــ میں ہونی تھی کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اور ایک کو جلوس اور نعروں تک کی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ آخر یہ یک بام و دو ہوا کیوں؟

ہم نے اس فرق روا رکھنے اور حکومت کی اس دورخی چال کے خلاف مقامی مسلم پریس میں صدائے احتجاج بلند کی۔ تو یونینسٹ پارٹی کے ترجمان روزنامہ "شہباز" نے حکومت کی صفائی دیتے ہوئے ایک نوٹ شائع کیا۔ جس سے ہماری حیرت دوچند ہو گئی۔ اور حقیقت حال ہمارے سامنے آ گئی۔ کہ تبلیغی جلسہ اس غلط فہمی کی بنا پر دی گئی ہے۔ کہ ہم مسلم لیگ کے ایجنٹ ہیں۔ "شہباز" کا یہ نوٹ ملاحظہ ہو:-

"مذہبی اجلاس۔ بعض مسلم اخباروں میں یہ خبر چھپی ہے۔ کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے مرکز تنظیم اہل سنت کو تبلیغی اجلاس کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ یہ اجلاس بالکل مذہبی نوعیت کا تھا۔ اس سلسلہ میں غالباً پنجاب اسمبلی میں

سوالات بھی ہونے والے ہیں۔ اور مجھے امید ہے۔ کہ حکومت پنجاب ان سوالات کے مناسب جوابات دے گی۔

...... معلوم ہوتا ہے۔ کہ جلسہ کے منتظموں کو خود اس بات کا یقین نہ تھا۔ کہ یہ تقریب خالصاً مذہبی نوعیت کی ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ انہوں نے سرکاری اجازت طلب کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ غالباً دہلی دروازہ کے باہر یہ اجلاس منعقد ہونے والا تھا۔ جہاں عموماً سیاسی اجلاس ہوا کرتے ہیں۔ اور حکومت کو بھی غالباً خاص اطلاعات مل گئی ہوں گی۔ کہ جلسہ مذہبی نہیں ہے۔ اور اس پر مذہب کی نقاب ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ....

اس سلسلہ میں یہ جاننا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کہ ... تنظیم اہل سنت کی یہ وہی تحریک ہے جس کی کبھی شدید مخالفت مسلم لیگی پریس نے کی تھی۔ لیکن آج جب یہی تحریک سیاسی اغراض کے لئے منفعت بخش ہو سکتی ہے۔ تو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور کی ایک انتظامی کارروائی کو حکومت پنجاب کی اسلام دشمنی سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ ....

(شہباز" لاہور ۲۸ ئم ۱۱)

تشکر ہے! ہم "شہباز" کے شکر گزار ہیں۔ کہ اس کی ان سطور سے کم از کم اتنا تو ثابت ہو گیا۔ کہ ہم یونینسٹ پارٹی کے ایجنٹ نہیں۔ اس سے لیگی پریس کی غلط فہمی تو دور ہو گئی۔ باقی رہی "شہباز" کی غلط فہمی۔ سو وہ بھی دور ہو جائیگی۔

افسوس! جس طرح ایک لیگی اخبار نے کبھی ہماری شدید مخالفت کر کے ہم سے بے انصافی کی تھی۔ اسی طرح آج یونینسٹ اخبار ہم پر ظلم

کررہا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں یہ ہمیں غلط سمجھنے کا لازمی نتیجہ ہے۔ اگر معزز اخبارات کے محترم ایڈیٹر صاحبان ہمیں صحیح سمجھنے کی کوشش کرتے۔ تو کبھی اپنے سیاسی رجحانات کی بناپر ہماری مخالفت نہ کرتے۔ اس لئے کہ ہمارا نصب العین ہی دوسرا ہے۔ ہماری راہ سیاسی راہ سے جدا اور دوسری سمت ہے ہم کسی کے دشمن نہیں۔ اور سب کے دوست ہیں۔ ہم تو صرف اشاعت اسلام کا مقصد لے کر اٹھے ہیں۔ اور یہ ہم سب کا مشترک مقصد ہے۔ علائے کلمۃ الدین ہمارا نصب العین ہے۔ اور یہ قوم پرور لیگی، احراری، خاکسار، یونینسٹ وغیرہ سب فرزندانِ توحید کا متحدہ نصب العین ہے۔

دعوت۔ ہم تمام سچے مسلمانوں کو ——— خواہ وہ کوئی بھی سیاسی مسلک رکھتے ہوں۔ ——— دردِ دل سے دعوت دیں گے کہ اس خالص دینی اور سولہ آنے تبلیغی پلیٹ فارم پر جمع ہو کر خدمت دین کا فریضہ انجام دیں۔ وہ فریضہ جو خیر امت کا مخصوص شرف اور ممتاز شعار ہے خدا ہمارے ساتھ ہو!

۱۹- غلط فہمی!

(۴)

تبلیغی پلیٹ فارم کی ضرورت ہی کیا ہے؟

کیا سیاسی تنظیم کافی نہیں؟

(از محترم سردار احمد خاں صاحب ثانی ناظم مرکز تنظیم)

یہ امر مسلمہ ہے کہ ملک ہوں یا صوبہ جات، ان کی آبادیاں مختلف متفرق اور متعدد یونٹس اور وحدتوں سے بنتی ہے۔ پھر وہ وحدتیں اندرونی طور پر چھوٹی وحدتوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔

یہی حال ہندوستان کا ہے۔ یہاں بھی ہندو مسلمانوں کی دو بڑی وحدتیں آباد ہیں۔ اور پھر یہ دو بڑی وحدتیں چھوٹی چھوٹی وحدتوں میں تقسیم ہوتی ہیں۔ مثلاً مسلم یونٹ اگر سنیوں اور شیعوں وغیرہ پر مشتمل ہے۔ تو ہندو یونٹ .... سناتن دھرمیوں، آریوں، جینیوں اور برہمو سماج وغیرہ سے مرکب ہے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جماعت اہل سنت کی یونٹ۔ جو اصل حقیقت کے اعتبار سے ایک بالاتر اور اعلیٰ ترین یونٹ ہے۔ وہ اپنے تمام اور افراد کے لحاظ سے ایک رو بزوال اور ناقص ترین یونٹ ہو کر رہ گئی ہے۔ اور بظاہر اس کے اٹھان، ابھار اور اس کے اپلفٹ کے لئے کوئی آثار

اور نظر انداز نہیں آنے - اگر یہی لیل و نہار رہے - تو جماعت اہل سنت کی یونٹ (وحدت) گھٹتی چھٹتی بالآخر ختم ہو جائے گی -

اس یونٹ کے لئے سب سے بڑی مصیبت یہ ہے - کہ اس کے اپنے افراد، جو جنتل خیالات کے مالک ہیں - یہ عمل برداشت ہی نہیں کر سکتے - کہ خود اس یونٹ کے استحکام کے لئے کوئی تدارک و اہتمام کیا جائے بلکہ وہ اس قسم کے تدارک کو جنتل مقاصد کے پیش نظر تفرقہ کا نام دیتے ہیں - حالانکہ ملک کی باقی تمام وحدتیں اپنے اپنے استحکام و استقلال کی سعی میں پوری طرح مصروف بسرگرم ہیں -

ذرا غور کریں! آریہ سماج کیا سے کیا بن رہی ہے - سناتن دھرمیوں کی تنظیم بجائے خود کس قدر قابل رشک ہے - اور سکھوں کے عزائم کہاں سے کہاں پہنچ رہے ہیں -

اسی طرح شیعوں، مرزائیوں کی جدوجہد نہ صرف ان کی مذہبی تبلیغ تک محدود ہے - بلکہ وہ سیاسی جماعت کے زیر اقتدار رہنے کی بجائے الٹا برسر اقتدار سیاسی پارٹیوں کو اپنی جماعتی طاقت کے بل بوتے پر اپنی یونٹ کے زیر اقتدار رکھنے میں کوشاں ہیں -

یہ صرف اہل سنت کی یونٹ ہے جس کے وجود کی کوئی تشکیل ہی نہیں اور جو اپنے تعمیری پروگرام میں خود اپنی یونٹ کے ان قابل ترین افراد کی خدمات سے یکسر محروم ہے - جو جنتل کہلاتے ہیں -

اس کے برخلاف ملک کی باقی یونٹس کے افراد جہاں اپنی جنتل اور تبری وحدتوں میں کام کرتے ہیں - وہاں وہ اپنی متعلقہ مخصوص یونٹوں کی تعمیر

وتقویت سے بھی غافل نہیں۔ مگر ہماری جماعت اہل سنت کی یونٹ میں عجیب گڑبڑ مچی ہے۔ اس کے افراد محض ایک محاذ میں ایسے محو ہو جاتے ہیں۔ کہ دوسرے ضروری محاذ کی سدھ بدھ ہی نہیں رہتی۔ بلکہ کچھ افراد اگر کسی ضروری محاذ کے سنبھالنے کی سعی کریں تو اس عمل کو وہ پسند نہیں کرتے یعنی خود کرتے بھی نہیں۔ اور کرنے دیتے بھی نہیں۔

اور سنئیے! اب جب کہ مسلم لیگ نے نیشنلسٹ طبقہ کے بالمقابل کامیابی اور اقتدار حاصل کیا ہے۔ تو جس طرح جماعت اہل سنت کی یونٹ کا نیشنلسٹ طبقہ نیشنلسٹ مقاصد کے پیش نظر جماعت اہل سنت کے تعمیری اور حفاظتی پروگرام کو تفرقہ کا نام دیتا تھا۔ بعینہٖ اسی طرح جماعت اہل سنت کے لیگی طبقہ کے افراد مسلم اتحاد اور اتفاق کے پیش نظر جماعت اہل سنت کے اس تبلیغی اور مدافعتی پروگرام کو تفرقہ کا نام دیتے ہیں۔ جس طرح نیشنلسٹ طبقہ کا خیال تھا۔ اور ہے۔ کہ آزادی حاصل ہو جانے پر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اب جماعت اہل سنت کے لیگی طبقہ کے بعض افراد بھی اسی طرح بولتے ہیں۔ وہ بھی کہتے ہیں۔ کہ پاکستان بن جانے پر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ حالانکہ جماعت اہل سنت کی حفاظت اور مدافعت کا پروگرام نہ نیشنلسٹ طبقہ کے سوراج کی سعی میں مخل ہے۔ اور نہ حصول پاکستان میں مزاحم ہے۔

ہم حیران ہیں۔ کہ جماعت اہل سنت کے تعمیری اور مدافعتی پروگرام کو کیوں پولیٹکل تحریکوں کے مدمقابل سمجھا اور بتایا جاتا ہے۔ اس تحریک کا تو مقصد صرف اس قدر ہے۔ کہ آریہ، عیسائی، شیعہ اور مرزائی جیسے مذہبی فرقوں کی طرح جماعت اہل سنت کے لئے بھی اس کے قیام وبقاء کا پروگرام

لازم اور اشد ضروری سمجھا جائے۔ اس وقت ملک یا صوبہ جات کی اندرونی تعمیر کے علاوہ باہمی کش مکش کے تین محاذ ضروری سمجھے جارہے ہیں۔ ایک محاذ غیر ملکی حکومت کے بالمقابل ہے۔ دوسرا محاذ عام مسلم حقوق کی حفاظت کے لیئے ملک کی دوسری یونٹ کے بالمقابل ہے۔ اور تیسرا محاذ وہ ہے جسے ہر ایک مذہبی یونٹ (وحدت) نے اپنی جماعتی تعمیر اور جماعتی حفاظت کے لئے تجویز کیا ہوا ہے۔

مذکورہ بالا محاذات پر درحقیقت حوصلہ اور ہمت کے ساتھ بیک وقت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اور جماعت اہل سنت کے سوا عیسائی اور ہندوؤں کی جملہ یونٹس اور مسلم کہلانے والی باقی سب وحدتیں مدتوں سے اس پر عمل پیرا ہیں۔

درحقیقت مندرجہ بالا تین محاذات ایک دوسرے کے مخالف و مغائر نہیں۔ بلکہ ایک دوسرے کے معین و معاون ہیں۔

جب جماعت اہل سنت کا کوئی فرد مذکورہ تین محاذات میں سے کسی ایک کو چھوڑ دے۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اس نے زندگی کے کم از کم ایک تہائی فرائض چھوڑ رکھے ہیں۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے۔ کہ جماعت اہل سنت کے کسی فرد کا اپنے تعمیری محاذ کو ترک کرنا۔ تو کجا۔ یہاں سرے سے ساری جماعت اہل سنت نے جماعتی تعمیر و حفاظت کا محاذ ابھی تک متعین ہی نہیں کیا۔ یعنی سالم جماعت نے ایک سالم محاذ ترک کر رکھا ہے۔ جب کہ ملک کی دوسری یونٹس اپنے جماعتی محاذات کی سلور ، گولڈن اور ڈائمنڈ جوبلیاں منا رہی ہیں۔

افراد جماعت اہل سنت کی خدمت میں ہماری التماس ہے۔ کہ جماعت
اہل سنت کی یونٹ کو زندہ اور باقی رکھنے کی فکر بھی کیجئے اور اس کے قیام و بقا
کے اہتمام میں امداد فرمائیے! ادارہ تنظیم جماعت اہل سنت میں صرف ایک
ایسے محاذ کی کمی پورا کرنا چاہتا ہے۔ جو ملک کی باقی جملہ یونٹس میں بطریق
اولیٰ پہلے ہی موجود ہے۔ اور جو جماعت اہل سنت میں آج تک ناپید ہے
کیا آپ نہیں دیکھتے۔ کہ ہر ایک یونٹ نے اپنا اپنا سیاسی پلیٹ فارم
رکھتے ہوئے بھی اپنی مذہبی سٹیج میں ذرہ برابر فرق نہیں آنے دیا۔ چنانچہ
عیسائی حکومت کی موجودگی کے باوجود عیسائی مشن برابر کام کر رہے ہیں
کانگرس اور ہندو مہاسبھا کے ہوتے ہوئے بھی آریہ سماج، سناتن دھرمی، برہمو سماج
اور جینی لوگ برابر اپنی حفاظت و مدافعت کے کام میں مصروف ہیں۔
اسلامی سیاسی جماعتوں پر اکتفا نہ کر کے شیعہ اور مرزائی پریس و پلیٹ فارم
بڑھ چڑھ کر اپنے عمل میں سرگرم ہیں۔ مرزائی جماعتوں کو حکم پر حکم مل رہا
ہے۔ کہ ان کا ہر ایک فرد جلدی ایک ایک ائی اور بنالے۔ ان حالات
میں اگر ایک تبلیغی اور مدافعتی پروگرام تجویز کیا جائے۔ تو یہ امر نہایت حد
تعجب انگیز ہے۔ کہ سب سے پہلے خود اہل سنت کے افراد معترض ہوتے
ہیں۔ کیا یہ مذہب سے بیزاری کے آثار نہیں؟
یاد رکھئے! کہ اگر آپ کی بے پرواہی کا یہی عالم رہا۔ تو اہل سنت کی
جماعت حقہ جو ہر قسم کی افراط و تفریط سے پاک و منزہ ہے۔ جس میں
فروعی اختلافات کی سب سے زیادہ سمائی اور برداشت ہے۔ جس نے
رواداری اور احتیاط کے عمل کو انتہائی حدود تک پہنچایا ہے۔ وہ آپ

کی آنکھوں کے سامنے خدانخواستہ فنا ہوتی نظر آئے گی۔

اسی ایک لاہور شہر میں مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کے علاوہ صرف قادیانی فرقہ کی چودہ پندرہ جماعتیں قائم ہیں۔ ملک کے باقی حصوں کی حالت آپ خود قیاس کر سکتے ہیں۔ ان جماعتوں کے افراد قادیان کے سالانہ جلسہ اور دیگر متعدد اور گوناگوں ہنگامی چندوں کی بھرمار کے علاوہ اپنی آمدنی کا کم از کم ۱/۱۶ حصہ مستقل طور پر بلاکم و کاست شمار کر کے باقاعدہ ادا کرتے ہیں۔ اس طرح ایک بے پناہ فنڈ ان ہی لوگوں سے جمع کیا جاتا ہے۔ جو ہماری غفلت کی وجہ سے ہماری جماعت سے مرتد ہوئے ہیں۔ پھر ان کا یہ جمع کیا ہوا روپیہ جماعت اہل سنت کے باقی افراد کی گمراہی پر صرف ہوتا ہے۔

اگر آپ تبلیغ اور اشاعت کے کام سے رہ گئے ہیں۔ تو کیا اسلام کی حفاظت اور مدافعت سے بھی رہ جاتے ہیں؟ حالانکہ مدافعت کی بہترین صورت تبلیغ ہی ہے۔ غور کریں۔ کہ ایسی غفلت کا نتیجہ کیا ہوا ہے اور کیا ہوگا؟

ضرورت ہے کہ جماعت اہل سنت کا ہر ایک فرد خواہ وہ کسی سیاسی جماعت کے ساتھ تعلق رکھتا ہو۔ مرکزی تنظیم اہل سنت کی امداد اور اس کی تقویت اپنا فرض سمجھے۔ اس کے ساتھ ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہے۔ کہ زندگی کے باقی جملہ شعبوں میں خواہ وہ سیاسیات سے تعلق رکھتے ہوں یا معاشیات سے۔ حسب صوابدید خود دیرینہ فرائض دلی اور روا داری سے مصروف عمل رہ کر جماعت اہل سنت کا نام روشن اور بلند کرتے

بات صرف اتنی سی ہے ۔ کہ آپ کام کے باقی محاذات کے ساتھ ایک محاذ جماعت اہل سنت کے قیام وبقار کا بھی شامل کریں ۔ پھر ہر ایک محاذ پر اپنی غور وتوجہ اور امداد کو تقسیم کریں ۔ اس طرح آپ ہر ایک محاذ پر بیک وقت کام کرنے کے قابل ہو سکیں گے ۔ اور یہی عمل ملک کی دوسری یونٹس کا ہے ۔ جس کی وجہ سے ان میں نہ کوئی اضطراب ہے اور نہ پریشانی ۔ بلکہ ان کے سب کام نہایت اطمینان ، نہایت سکون اور خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام ہو رہے ہیں ۔

الغرض جو کام ہماری بے ترتیبی کی وجہ سے یہاں اس قدر مشکل بنا ہوا ہے ۔ وہاں ترتیب کی وجہ سے نہایت سہل ہو رہا ہے ۔

ہمیشہ یاد رکھیے!

اگر دنیا میں دین کی ضرورت مسلمہ ہے ۔ تو دین کی حفاظت اور اشاعت میں بھی کوئی کلام نہیں ۔ آپ اپنے دین کی تبلیغ اور ایمان کے تحفظ کے لئے مرکز تنظیم سے وابستہ ہو جائیے!

مرکزی اجلاس

پہلا سالانہ جلسہ

(۱)

۲۰۔ کارروائی کی مختصر روئداد

بعونہ تعالیٰ مرکزِ تنظیم کا پہلا سالانہ جلسہ یکم ربیع الثانی ۶۴ھ مطابق ۱۶ مارچ ۴۵ء کو بعد نمازِ جمعہ بیرون دہلی دروازہ منعقد ہوا۔ حضرت علامہ سید سلیمان صاحب ندوی کی بجائے مولانا ظفر الملک صاحب علوی لکھنوی کرسی صدارت پر رونق افروز ہوئے۔ راقم الحروف نے حضرت علامہ سید صاحب ندوی کا حسب ذیل بیان پڑھ کر سنایا:۔

"افسوس ہے کہ خاکسار کو اپنی علالت کے سبب سے حاضری اور شرکت سے معذوری ہے۔ اہلِ سنت کی تنظیم مفید طریقہ سے ایسی کی جائے۔ کہ وہ اغیار کے حملوں سے محفوظ ہو جائیں نہایت مبارک خیال ہے۔ اللہ تعالیٰ اخلاص کے ساتھ ہم سب کو خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام (سید سلیمان)

یہ بیان پیش کرنے کے بعد میں نے تنظیم کی ضرورت اور تحریک کی اہمیت واضح کی۔ عرض کیا کہ فرق باطلہ کے چو طرفہ حملوں کی مدافعت، مسلمانوں کی جمعیت اور اسلام کی اشاعت کے لئے یہ مرکز معرض وجود میں آیا ہے

جو سیاسی سرگرمیوں سے قطعاً چھوڑ کر مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کے فرائض سرانجام دے گا۔ ہر سیاسی نقطۂ نظر کے سچے مسلمان کو ہماری دعوت ہے۔ اور ہر طبقہ کا سنی مسلمان اس پلیٹ فارم پر جمع ہو کر کفر کے حملوں سے مسلمانوں کو بچانے میں حصہ لے سکتا ہے۔

میرے ان معروضات کے بعد حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ العالی نے قریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک بعنوان "تنظیم اہل سنت کی ضرورت" اپنے ارشادات سے حاضرین کو مستفیض فرمایا۔

اجلاس دوم۔ بعد نماز عشاء بصدارت مولانا عبدالسلام صاحب لکھوی منعقد ہوا۔ جس میں اولاً راقم الحروف نے اغیار کی تنظیم، تبلیغ اور اسلام پر ان کے لگاتار حملوں کی تفصیلات پیش کرتے ہوئے ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کے جمود، غفلت اور بے حسی کو واضح کیا۔ اس کے بعد تحریک کے بانی محترم سردار احمد خاں صاحب پتافی رئیس جام پور نے ایک گھنٹہ تک اپنا قابل دید وشنید خطبہ صدارت استقبالیہ پڑھا۔ جس میں اسلام کی صداقت غیر مسلموں میں اضطراری طور پر اسلامی اصول و تعلیمات کی تبلیغ اور باطل فرقوں کی حقیقت وغیرہ تمام متعلقہ گوشوں پر مفصل و مدلل بحث کی گئی ہے۔ اس خطبہ کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ (مطبوعہ خطبہ مرکز تنظیم اہل سنت، شاہ منزل، نور محلہ، لاہور سے ۲/ کے ٹکٹ آنے پر ارسال کیا جاتا ہے۔ اور اسی کتاب کے اگلے صفحات میں خطبہ درج ہے)

خطبہ صدارت کے بعد مبلغ مرکز جناب مولانا لال حسین صاحب اختر نے بعنوان "ختم نبوت" ایک گھنٹہ تک تقریر فرمائی۔ اور قرآن و حدیث سے

ثابت کیا۔ کہ آنحضرتؐ کے بعد ہر قسم کا دعویٰ نبوت صریح کفر و ضلالت ہے۔

۴ ربیع الثانی مطابق ۷ / اپریل

اجلاس اول۔ تین بجے بعد نماز ظہر بصدارت حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب منعقد ہوا۔ صدر محترم نے اہل سنت کی تنظیم، جمعیت اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے متعلق مفید ہدایات دیتے ہوئے تحریک تنظیم کی پرزور الفاظ میں تائید و حمایت فرمائی۔ صدر محترم کے ارشادات کے بعد حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری نے "تنظیم اہل سنت کی ضرورت" کے عنوان پر ایک گھنٹہ نہایت مدلل تقریر فرمائی۔ آپ نے اسلام کی بنیادوں (کتاب اللہ اور اصحاب رسول اللہ) کے خلاف شیعوں کی ریشہ دوانیوں اور مدح صحابہؓ پر حکومت کی طرف سے پابندیوں کے خلاف پرزور صدائے احتجاج بلند کی۔ آپ کے بعد حضرت امام اہل سنت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی نے اپنے ارشادات طیبہ سے حاضرین کو مستفیض فرمایا۔

اجلاس دوم۔ ۱۰ بجے بعد نماز عشاء بصدارت مولانا ظفر الملک صاحب علوی لکھنوی منعقد ہوا۔ جس میں مولانا عبدالسلام صاحب لکھنوی نے فضائل صحابہؓ اور تردید رفض پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ نہایت مدلل اور مسکت تقریر فرمائی۔ آپ کے بعد تقریباً دو گھنٹہ تک حضرت سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی نے "توحید باری تعالیٰ" پر ایک جامع اور مفید تقریر فرمائی جس کا بحمد اللہ حاضرین پر بہت اچھا اثر ہوا۔

۲۳ ربیع الثانی ۱۸ مارچ

اجلاس اول - ایک بجے دوپہر کو بصدارت مولانا لال حسین صاحب اختر منعقد ہوا۔ جس میں مولانا بشیر احمد صاحب خطیب جامع مسجد لسپیرو نے تقریر ارشاد فرمائی۔

اجلاس دوم - تین بجے بعد نماز ظہر بصدارت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی منعقد ہوا۔ جس میں حضرت مدظلہ نے قریباً ایک گھنٹہ تک فضائل صحابہ اور تردید مذہب شیعہ کے متعلق اپنے ارشادات عالیہ سے حاضرین کی رہنمائی فرمائی۔

اجلاس سوم - چار بجے بصدارت صدر مرکز نواب زادہ محمود خاں صاحب منعقد ہوا۔ جس میں حضرت مولانا غلام غوث صاحب سرحدی نے "اہل سنت کی تعریف" پر اپنے بلند پایہ خیالات کا اظہار فرمایا۔ آپ نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا پابند فرقہ اہل سنت والجماعۃ کو ثابت کرتے ہوئے... دوسرے فرقوں خصوصاً قادیانیوں کی مدلل تردید فرمائی۔ آپ کے بعد راقم الحروف نے مرزا صاحب کی دو پیشگوئیوں متعلقہ محمدی بیگم و مصلح موعود پر مختصر طور پر بحث کرتے ہوئے ہر دو پیشگوئیوں کے غلط ہونے کے مسکت دلائل پیش کیے۔ آخر میں حاضرین کو اپنے اپنے حلقہ میں تشکیل جماعت اور قیام بیت المال کی ترغیب دی گئی۔ اور دعا کے بعد جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ جس پر حق تعالیٰ کا جس قدر شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔

ضروری درخواست :- مرکز تنظیم سال بھر سے یہ آواز بلند کر رہا تھا۔

دنیا نے دیکھ لیا - کہ صرف ہماری نہیں - بلکہ اکابر ملت اور بزرگ علماء امت کی متفقہ آواز ہے - بفضلہ تعالیٰ تحریک تنظیم کے پلیٹ فارم پر ملک کے چوٹی کے جس قدر علماء کا اجتماع ہوا وہ کہیں دیکھنے میں نہیں آیا - دار المبلغین لکھنؤ، جمعیۃ العلماء اور مجلس احرار کے عمائد و اکابر نے دنیا پر یہ حقیقت واضح کر دی کہ تنظیم اہل سنت ہم سب کا مشترکہ مقصد اور یکساں فرض ہے اب میں ہر سیاسی نقطہ نظر کے سچے مسلمان سے درخواست کرونگا - کہ تحریک کے دائرہ میں داخل ہو کر دین کی جس قدر خدمت وہ کر سکتا ہے - اس سے دریغ نہ کرے - اور اس کی بہترین صورت یہ ہے - کہ اپنے حلقہ میں مقامی انجمن تنظیم اہل سنت کا قیام کر کے مرکز سے اس کا الحاق کر دیا جائے۔

کبھی نہ بھولئے!

کہ

تحریک تنظیم اہل سنت سولہ آنے دینی تحریک ہے ۔۔

کانگرس، مسلم لیگ، مجلس احرار وغیرہ کسی سیاسی جماعت

سے اس کا قطعاً کوئی تصادم نہیں -

پہلا سالانہ جلسہ

(۲)

۲۱۔ خطبہ استقبالیہ

(از محترم سردار احمد خان صاحب پتافی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات! میں صحیح صحیح عرض کرتا ہوں۔ کہ میری معذرت کوئی رسمی معذرت نہیں۔ کاش! کہ میری بجائے کوئی اہل بزرگ تنظیم اہل سنت اور تبلیغ اسلام کی ضرورت واضح کر کے آپ حضرات سے اصلاح حال رہنمائی اور امداد کی درخواست کرتا۔ مگر اجمیلاً مجھے حاضر ہونا پڑا۔ میرے جیسوں کی سہولت کے لئے کسی شاعر نے کیا اچھا کہا کہ ؎

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے
نالہ محتاج نے نہیں ہے

یعنی فریاد کرنے کے لئے بیان و مضمون میں کسی ترتیب و موزونیت

کی ضرورت نہیں۔ بلکہ نثر یادی کے مضمون میں جتنا انتشار اور غیر موزونیت زیادہ ہو۔ اتنا ہی زیادہ وہ مضمون مقبولیت کے لئے موزوں ہوتا ہے۔

الغرض کچھ اسی قسم کی غیر موزونیت کے لحاظ سے مجھے موزوں سمجھا گیا ہے۔ ورنہ آنم کہ دانم۔ بہر حال متوقع ہوں کہ میری کمزوریوں سے چشم پوشی اور میری گذارشات پر غور ہو گی۔

صنعتی، تجارتی اور اقتصادی ہوا و ہوس نے اس وقت دنیا پر ملکی اور وطنی دھڑا بندی کا ایسا گہرا رنگ چڑھا دیا ہے۔ کہ اس کے سامنے مذہب بظاہر چند روز کا مہمان نظر آتا ہے۔ یورپ کے عیسائی جو کبھی متحدہ صلیبی جنگیں لڑا کرتے تھے۔ آج بے مثل و بے نظیر بے دردی کے ساتھ ایک دوسرے کی تباہی میں مصروف ہیں۔

ایشیا میں جاپانی بدھ نے چینی بدھ پر سات سال سے چڑھائی کر رکھی ہے۔ یہ بھی اقتصادی برتری اور فوقی اقتدار کا سحر ہے جس نے دونوں بدھوں کو بدھو بنا رکھا ہے۔

اس ملحدانہ دور اور اس عالمگیر اقتصادی ہنگامہ میں مذہبی آواز منہ سے نکالنا بجائے خود ایک گناہ کا مرتبہ رکھتا ہے۔ لیکن چونکہ ہندوستان میں بوجوہ چند در چند صنعت کو کچھ فروغ حاصل ہے نہ تجارت کے لئے کوئی راہ ترقی ہے۔ ملک کی موجودہ حالت اس لائق نہیں ہے کہ بین الاقوامی یا بین الممالک مقابلہ میں وہ خود کسی کا رقیب بنے یا کسی کو اپنا رقیب بنا سکے۔ لہذا ملکی صنعت ملکی تجارت اور ملکی اقتصادیات پر ایک طرح کا جمود طاری ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اہالیانِ ملک کو

یہاں مذہب کا نام لینے کی کچھ فرصت اور فراغت حاصل ہے ۔ گویا یہاں بھی مذہب ایک شغل ہے کاروبار کی حیثیت نہیں باقی ہے ۔ پھر بھی یہ آواز روز بروز زور پکڑتی جا رہی ہے ۔ کہ موجودہ مذہبی فرقہ جات کا وجود اور ان کی عصبیت ملک کی سیاسی و اقتصادی آزادی کے حصول میں حائل اور مانع ہے ۔ یعنی جب تک یہ رہا سہا مذہب بھی ترک نہ کیا جائے آزادی حاصل نہیں ہو سکتی ۔ اس میں شک نہیں ۔ کہ غیر ملکی اور اجنبی... حکومت کے قیام و دوام اور بقاء و استحکام کے لئے مذہبی افتراق بہت ہی مفید اور آب حیات کا درجہ رکھتا ہے ۔ اور اسی لئے ملک کی فضا ہر تفرقی و تشتت کے لئے نہ صرف موافق و سازگار ہے بلکہ ممد و معاون بھی ہے ۔ بایں وجہ موجودہ زمانہ کے نبیوں اور اماموں نے اپنی مقبولیت کے لئے یہی ملک منتخب کر رکھا ہے ۔ الغرض مذہبی اعتبار سے "ہر چہ خواہی کن" کے لئے یہ ملک بہت ہی موزوں ہے ۔ اسی لئے اکبر الہ آبادی نے فرمایا ۔ کہ "انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ" ۔

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے ۔ کہ کل اگر ہندوستان کو آزادی حاصل ہو جائے ۔ تو جیسا کہ ہمیں آزاد ممالک کا تجربہ ہے ۔ تب بھی مذہب کی خیر نہیں ۔ کیونکہ آزادی حاصل ہو جانے کی صورت میں یہ ملک بھی بین الاقوامی مقابلہ کی دوڑ میں پوری سرگرمی کے ساتھ شامل ہو جائے گا ۔ اور باقی ممالک کی طرح یہاں بھی مذہبی جذبات کھا جائے گا ۔ جس طرح آج مذہبی آزادی کے نام پر افتراقی سکیم کی آبیاری اور حوصلہ افزائی کی جاتی ہے ۔ کل سیلف گورنمنٹ کے دور میں بھی اندیشہ ہے کہ ہر

مذہبی تحریک کو تفرقہ کا نام دے کر اور اسے ملکی مفاد کے خلاف بتا کر مٹایا جائے گا
مذہب مردہ باد کے نعرے بلند ہوں گے۔

المختصر مذہب نہ آج مامون ہے۔ اور نہ کل محفوظ نظر آتا ہے۔ باقی مذاہب کی حالت نا قابل ذکر ہے۔ نہ ان میں کوئی زندگی کا ضابطہ ہے اور نہ موجودہ حالات میں وہ کسی سوسائٹی کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ اور نہ دے رہے ہیں۔

یہ تمام مذاہب صرف اپنا اپنا لیبل لئے پھرتے ہیں اور اسی لیبل کے تحت اپنی دھڑا بندی کر رکھی ہے۔

مگر بلاشبہ بالذات اسلام آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہونے کے سبب ایک مکمل ضابطۂ زندگی ہے۔ جس پر کوئی تحریک یا فتنہ نظریہ اور ترقی یافتہ مذہب فوقیت حاصل نہیں کر سکتی۔

افسوسناک امر یہ ہے۔ کہ ہم خود اسلام کو صحیح صورت میں پیش نہیں کر رہے ہیں۔ اور غیر مسلم طبقہ نے غیر شعوری طور پر یا بحالت مجبوری طوعاً و کرہاً اس کے جزوی جزوی حصے لے لئے ہیں۔ مگر نہایت طوطا چشمی کے ساتھ ان کو اپنی ڈسکوری (تحقیقات) بتا دیا۔

جیسا کہ مناکحت والی جائز اولاد کے ساتھ پدری اور خاندانی نسبت قائم رہتی ہے۔ اور غیر مناکحت و آوارگی کی اولاد اپنی آبائی و خاندانی روایات سے قطعاً محروم ہو جاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح غیر مسلم لوگ جب مسلمانوں کی تبلیغ کے بغیر آوارگی میں بس خود اسلامی اصول لیتے ہیں۔ تو وہ اسلامی نام اور اسلامی نسبت سے بدستور محروم رہتے ہیں۔

سوامی دیانند صاحب کی مثال لیجئے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ سوامی صاحب

بت کی پوجا کے لئے بت خانہ میں جایا کرتے تھے۔ ایک دن مندر میں جو پہنچے۔ تو وہاں ایک چوہے پر نظر پڑی۔ جو مورتی جی کی بے حرمتی اور گستاخی میں مصروف تھا۔ یعنی مورتی جی پر پوری بے باکی کے ساتھ ایک طرف سے چڑھتا۔ تو دوسری طرف سے اتر جاتا۔ اور اپنے اس عمل کو بڑی بے تکلفی اور بے خوفی کے ساتھ بار بار دہرائے چلا جاتا تھا نہ اسے پیشاب کا لحاظ، نہ پاخانہ کی احتیاط۔

سوامی صاحب نے اس حالت میں بت کی مجبوری، لاچاری اور عاجزی پر غور کیا۔ تو اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ اس طرح کی مورتیوں کے ساتھ کسی قسم کا احترام و عقیدت وابستہ رکھنا سراسر بیوقوفی ہے۔

ہم یہ ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کہ چوہے کے اس درس سے پہلے سوامی صاحب اسلامی عقائد اور اسلامی تعلیم سے مطلقاً بے خبر تھے۔ یا اسلام کی پیش کردہ توحید کی ان کو اطلاع تک نہ تھی۔ جو صدیوں سے ہندوستان میں پیش کی جا رہی تھی۔ مگر کہانی کہتی ہے۔ کہ بتوں کی عاجزی اور بے اختیاری کا سبق سوامی صاحب نے اسلام سے نہیں بلکہ ایک چوہے سے سیکھا۔

اگر یہ بات صحیح مان لی جائے۔ تو ہمارے لئے ضرور مقام افسوس ہے کہ اسلامی مبلغ کی بجائے تبلیغ توحید کا کریڈٹ ایک چوہا لے گیا۔ اور شاید یہی وجہ ہے۔ کہ سوامی صاحب پورے موحد نہ بن سکے۔ اگر وہ اسلامی مبلغ سے توحید کا سبق حاصل کرتے۔ تو ان کے موحدانہ عقائد میں وہ کمی باقی نہ رہتی۔ جو اب پائی جاتی ہے۔ بے شک۔۔

سوامی صاحب نے بت شکنی کا مرتبہ حاصل کیا۔ لیکن اسلام کی نسبت سے وہ بدستور محروم ہی رہے۔

ان کے بعد ہندو صاحبان تدریجاً اسلامی اصولوں کی طرف بڑھے۔ اور بڑھتے جا رہے ہیں۔ مگر اسلام کے نام سے ان کو بدستور انحراف ہے۔ دیکھئے آریہ سماج ایک جدید ترین تحریک ہے۔ اس کا بانی سوامی دیانند جیسا فارورڈ ریفارمر نہیاً نکاح بیوہ کے جواز کی جرأت نہ کر سکا۔ مگر ہندوؤں اور آریوں سے نہ رہا گیا۔ اور سوامی صاحب کی وفات کے بعد فوراً انہوں نے ان کی ایسی اپ ٹوڈیٹ تحریک میں بھی پھر ریفارم کی ضرورت محسوس کی۔ دبے پاؤں بڑھے۔ اور مناکحت بیوہ کا اسلامی عمل اختیار لیا۔ اب ہندو بیوہ دلہیاں منحوس اور چڑیل کی سی زندگی کی بجائے دلاریاں بن کر سہاگ کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔ مگر ان کو معلوم نہیں۔ کہ یہ کس رحمۃ للعالمین کا احسان ہے۔ وہ بے خبر ہیں۔ کہ کس پر درود بھیجیں۔ اور کس کو دعائیں دیں۔

دھڑا دھڑ دھوا بیاہ رچائے جا رہے ہیں۔ مگر اسلام سے پھر بھی انکار ہے۔ وجہ وہی ہے۔ کہ یہ عمل ہماری تبلیغ سے نہیں مانا گیا۔ بلکہ انہوں نے خود ہی بڑھ کر ایک گری پڑی چیز کی طرح اچک لیا۔ اور اسے پھر اپنی ڈسکوری بتلایا۔

گوشت خوری کو لیجئے! اس کو اسلام میں ایسا درجہ جواز حاصل ہے۔ یہ نہ فرض ہے۔ نہ واجب، لیکن آریہ سماج کے اٹھان کے وقت اس کی تردید آریہ سٹیج کا بہترین عنوان تھا۔ مگر جس زبان سے اس کی تردید یں ہوتی

ہیں - اسی زبان سے خوب چٹخارے لے کر گوشت کھانا شروع کر دیا گیا ہے
اب تو ماتس خور طبقہ کو روز بروز اکثریت حاصل ہوتی جا رہی ہے -

پھر طلاق بل اور وراثہ بل کے لئے بھی منہ میں پانی بھر آیا ہے - یہ
بلند آئے سو آئے - مگر اسلام کے ساتھ بدستور وہی معاملہ ہے کہ

"منکر مے بودن و ہم رنگ مستاں زیستن"

درحقیقت ان لوگوں کے اپنے مذاہب نے ان کا ساتھ دینا چھوڑ دیا
ہے صرف لیبل کی لاج رکھتے ہوئے محض دھڑا بندی چل رہی ہے - سود
کی حرمت پر غور کیجئے - اس کی عالمگیر ترویج اور سرمایہ دارانہ ماحول نے
حرمت سود کے صریح اسلامی نظریہ کو ایک وقت ایسا بری طرح گھیرا
کہ سود کو حرام سمجھنے والے لوگ احمق اور بے وقوف سمجھے جانے لگے۔
بعض متفرق اسباب و وجوہ کے باعث مسلمانوں پر جو نکبت و ادبار طاری
ہوا - تو اس کی وجہ بھی وہی بیان کی جاتی تھی - کہ چونکہ مسلمان سود کو حرام
سمجھتے ہیں - محض اسی لئے افلاس اور ادبار میں مبتلا ہیں - خود مسلمانوں
کے بڑے بڑے لیڈر جواز سود کی صورتیں اور تاویلیں تلاش کرنے میں مصروف
تھے - یہ صحیح ہے - کہ دار الحرب اور دار الاسلام کے قوانین مختلف ہیں لیکن
حکومت الٰہیہ نافذ ہونے پر حرمت سود کے متعلق اسلامی احکام اتنے
سخت اور اتنے شدید ہیں - کہ سود لینے والے کے علاوہ سود دینے
والے ، سودی معاہدہ لکھنے والے ، سودی معاہدہ پر شہادت ثبت
کرنے والے سب کے سب تعزیر اور عذاب کی لپیٹ میں آتے ہیں
اسلام سودی لین دین کے عمل کو خدا تعالیٰ کے بالمقابل ہو کر لڑنے

کا درجہ دیتا ہے۔

ہمارے مبلغین اس کی نحوست اور اس کی حرمت میں خدائی اور نبوی احکام تو ضرور منقول کرتے رہے۔ لیکن منقول کے ساتھ معقول کو اس درجہ پر قائل نہ کر سکے۔ جس درجہ پر مارکس نے سرمایہ شکنی کے ایک حد تک اسلامی نظریہ کو ایک منطقی بازی لگا کر فلسفہ کا رنگ دے کر اور سائنس بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اب امپیریلسٹ اور سرمایہ دار طبقہ کی روح گھر بیٹھے بیٹھے بھی اس سے کانپ رہی ہے جہاں ایٹم بموں اور راکٹ بموں کی رسائی نہیں۔ وہاں یہ سرمایہ شکن نظریہ عوام کے دل و دماغ میں گھستا چلا جا رہا ہے۔ مگر چونکہ مارکس کے مرتب کردہ نظریہ میں صرف ایجاد بندہ کا دخل ہے۔ اس لیے سوامی دیانند صاحب کی توحید اور اس کی بت شکنی کی طرح مارکس کی سرمایہ شکنی بھی ناقص اور ادھوری ہی رہی۔

پھر بھی اگر سوامی دیانند صاحب کا مقابلہ ایسے لوگوں کے ساتھ کیا جائے۔ جو کروڑوں دیوتاؤں کے قائل ہیں۔ اور انسانوں کو پرمیشور اور اوتار کا درجہ دیتے ہیں۔ اور بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ اور مارکس اور پیروکاران مارکس کا مقابلہ قارون صفت اور فرعون مزاج سرمایہ داروں کے ساتھ کیا جائے۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ گو ان لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا۔ لیکن ہماری طرف سے تبلیغی اہتمام کے بغیر طوعاً کرہاً محض اپنی اضطراری تحقیق کے ذریعہ سے وہ اسلام کے کس قدر قریب آ گئے ہیں اور صاحب بصیرت لوگ کم از کم اتنا ضرور سمجھ سکتے ہیں۔ کہ ایک

امی لقب اور صحرانشین دیہاتی انسان، جس نے سکول دیکھا، نہ کالج، مکتب دیکھا نہ ملا۔ جس کو کسی متمدن آبادیوں کے اقتصادی مسائل کے ساتھ کبھی سابقہ ہی نہ پڑا۔ اس نے توحید، مساوات، تقسیم دولت اور سرمایہ شکنی کے متعلق محض الہامی رہنمائی ہیں ایسے عالمگیر اور ایسے ہمہ گیر اصول و قوانین وضع فرمائے۔ کہ دنیا شعوری اور غیر شعوری رنگ میں انہی کی طرف لپک رہی ہے۔ انہوں نے مزدور کے ہاتھ کے چھالوں کو بوسہ دیا۔ مزدور کو حبیب اللہ کا لقب عطا فرمایا۔ تو مزدوری کو عبادت کا درجہ دیا۔ سرمایہ پر ٹیکس لگایا۔ متروکہ جائداد کو نرینہ، غیر نرینہ اولاد میں تقسیم کرایا۔ خزانہ کو عوام الناس اور جمہور کی ملکیت قرار دیا۔ غرباء کے بچوں کا وظیفہ مقرر فرمایا۔ بلکہ حمل تک کی کفالت بھی بیت المال کے ذمے ڈالی۔ خلفاء اور آمرین نے کمترین گذارہ سے کر اپنی معاشی اور تمدنی پوزیشن کو ایک عام اور معروف درجہ سے بڑھنے نہ دیا۔

چونکہ روز محشر، جزا و سزائے عقبیٰ کا عقیدہ بھی اسلام کے پیش نظر ہے اس لئے انسان کے طبعی قویٰ اور طبعی جوہر کے اختیاری استعمال کی آزمائش کے واسطے بے شک اس نے شخصی ملکیت کو بحال رکھا۔ لیکن تقسیم دولت کے قاعدے اور کلیئے ایسے مرتب فرمائے۔ جو کہیں بھی دولت کا ڈھیر نہ لگنے پائے۔

اب سوشلسٹ اور کمیونسٹ اپنے کو جتنا بھی پر لگا کر اڑیں جہاں تک غرب اور مسکین پروری اور سرمایہ شکنی کا تعلق ہے۔ ماشاء اللہ وہ اسلام کی گرد کو بھی نہ پہنچیں گے۔ اور جب تک ایسے لوگ قانون الٰہیہ کی

طرف رجوع نہ کریں۔ محض ان کی اپنی ایجادات ما افراط تفریط میں مبتلا ..... بے اعتدالیوں سے پر اور بالکل غیر متوازن رہیں گی۔

مارکس اور لینن کے نظریوں کے ناقابل عمل حصوں کی بڑی کانٹ چھانٹ ہوتی سنی جاتی ہے۔ اور لازمی طور پر ایسا کرنا ہوگا۔

گذارش یہ ہو رہی تھی۔ کہ لوگ اسلامی اصولوں اور اسلامی نظریوں کی طرف کتنی بڑی تڑپ محسوس کر رہے ہیں۔ اور ان کی تحصیل میں بسر خود کتنا ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ اگر ہم مسلمان فریضۂ تبلیغ کی تعمیل میں ہر زمانہ کے ضروری مسائل کو اسی زمانہ کے مروجہ اور مقبول طرز میں پیش کریں۔ تو ان ضروری مسائل کے ساتھ ساتھ اسلام بھی بہ سہولت قبول ہو۔ ہماری بے حسی اور ناقابلیت کے سبب لوگ ہماری تبلیغ کے بغیر اسلامی اصولوں یا ان کے لگ بھگ نظریوں تک اضطراری رنگ میں چونکہ خود پہنچتے ہیں۔ اس لئے اسلامی اصول لے کر بھی وہ اسلام سے منحرف رہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ اس کا مطلب ہمارے نا واعظین اور مبلغین نے یہی سمجھا۔ کہ نچلے طبقہ کو سمجھاتے وقت عالمانہ معیار گفتگو سے نیچے اتر کر سامعین کی قابلیت کے موافق بات کی جائے۔ لیکن انہوں نے دوسرے پہلو پر غور نہ فرمایا۔ کہ جب علوم جدیدہ سے فیض یاب اور تازہ ترین سائنس سے بہرہ ور طبقہ کو خطاب کرنا پڑے۔ تو ان کے سامنے عام مروجہ معیار سے ذرا اوپر ہو کر انہی کے مرتبہ کے موافق اور انہی کے مسلمات کے پیش نظر بات کی جائے۔

مارکس اور لینن نے چونکہ اسی مرتبہ پر بات کی۔ گو وہ ناقص اور ادھوری تھی مگر مانی گئی۔ اور مانی جارہی ہے۔ مگر ہمارے مبلغین اور ہمارے علماء کو وہ طرز بیان میسر نہ آیا۔ لہٰذا ان کے صرف بتوں ہی کو خاطر میں نہ لایا گیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ہمارے پاس نہ نچلے طبقہ کے ساتھ گفتگو کرنے کا کوئی انتظام ہے اور نہ اوپر والے طبقہ کے سامنے اسلام پیش کرنے کا کوئی اہتمام ہے۔ یعنی یہاں سرے سے تبلیغی ادارہ ہی ندارد ہے۔ اور امت محمدیہ باستثنائے بعض حضرات ایسے غیر ذمہ دار نا قابل اور پیشہ ور واعظین کی انفرادی تگ و دو میں پامال ہو رہی ہے۔ جو عام طور پر حسب منشا بدید مصلحت خود ایک دوسرے کی تردید میں کرتے پھرتے ہیں۔ اور جو اپنے اس تردید میں کسی کے جواب دہ نہیں۔ اور تقریباً یہی حال ائمہ مساجد کا ہے۔۔ جزوی اور فروعی مسائل میں اتنے الجھے۔ کہ معاملات عالیہ اور امور ذات مہمہ ان کی دسترس سے باہر ہو گئے۔ اور قوم کی اجتماعی تعمیر کا سوال ان کے لئے ایک اجنبی اور ناقابل فہم شکل اختیار کر چکا ہے۔ بالعموم یہ حالات حاضرہ پر ان کو عبور اور نہ دیگر فرقہ جات کے طریق کار اور ان کی سرگرمیوں سے ان کو آگاہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ایک مسجد نے دوسری مسجد کے خلاف محاذ لگا رکھا ہے۔ اور جتنی مساجد ہیں اتنے ہی مذاہب بن رہے ہیں۔ تقریر سے تقریر اور وعظ سے وعظ کٹ رہا ہے۔ گدیوں کی طرح امامت کی بھی میراث چلتی ہے۔

یہ حضرات نہ کسی اجتماعی ادارہ میں منسلک ہوتے ہیں اور نہ کسی کو منسلک ہونے دیتے ہیں۔ ہم حیران ہیں۔ کہ کیوں امت محمدیہ ضبط و تنظیم

اور جماعتی و اجتماعی رنگ میں کام کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھی۔
میں نے ایک پمفلٹ موسوم بہ "جہاد للبقاء" میں عرض کیا ہے۔ کہ ہمیشہ اور بالخصوص فی زمانہ بے تبلیغی، انتشار اور انفرادیت بلا مبالغہ موت و فنا کے مترادف ہیں۔ ایسے وقت میں بھی جماعت اہل سنت اپنا شیرازہ اتنا بری طرح بکھیر چکی ہے۔ کہ اس پر لفظ جماعت کا اطلاق ہی ناجائز ہے۔ بلکہ یہ برائے نام جماعت ایک آوارہ بھیڑ کی حیثیت میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ نہ یہ کسی سے سمجھے اور نہ اسے کوئی سمجھائے۔ در حقیقت یہ ایک افراتفری میں مبتلا ہے۔ پولیٹیکل کھلاڑیوں کے لیے ایک عمدہ فیلڈ ہے۔ ہر مذہبی موجد کے واسطے ایک بنا بنایا ذخیرہ ہے۔ جو کبھی دعویدار اٹھے اس کا ایک حصہ نہایت آسانی سے اس کے ساتھ اپنی پیروی اور اقتدا کے لیے جمع ہو جاتا ہے۔ اس کا نہ کوئی نظام اور نہ کوئی پروگرام۔ تبلیغی بے مرکزی کے سبب ان کے افراد اکثر آوارہ، مخالفین کے اعتراضات سے گریزاں، خالی الذہن اور ہر فتنہ کو قبول کرنے کے واسطے آمادہ اور مستعد پائے جاتے ہیں۔ ان کے یہی حالات لوگوں کو ہر مدعیان کرد عادی کی نہ صرف جرأت بلکہ دعوت دیتے ہیں۔ اسعد ملتانی نے خوب فرمایا ہے ؎

الله کے بندے معبود بنا بیٹھے
لوگوں میں نظر آئی جب خوئے جبیں سائی

غرض یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے جب تبلیغ اسلام کے نام پر کام شروع کیا۔ تو پھر اس زور سے جتنی بلبلیاں چاہیں ملا دیں۔ بالمقابل نہ کوئی نظام اور نہ کوئی انتظام۔ یہی ہماری بھیڑ ان کے گرد بھی جمع

ہوگئی۔ ان کی "نبوت" کا نزلہ محض اسی ضعیف، بے مرکز اور غیر منظم جماعت پر ہی گرا۔ ورنہ فرمائیے! مرزا صاحب نے کون سا نیا میدان مارا؟ اب بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ کہ کتنے فیصدی آریہ اور عیسائی، یہودی یا مجوسی مرزائیت میں داخل ہوئے یا ہو رہے ہیں؟

تبلیغ بیرون ہند کے متعلق بڑے بڑے دعوے کئے جاتے ہیں۔ مگر افریقہ اور وسط ایشیا میں زیادہ تر یہی ہمارے افراد جماعت اہلسنت ہی ان کے ایجنٹوں اور عاملوں کے معمول بنے ہوئے ہیں۔ یا ہم جیسے کوئی پست اور آوارہ لوگ۔ ورنہ ان کی یورپین اور امریکن تبلیغوں کے کیا کہنے۔ وہاں جو بھی ان کی دعوت چائے پر آ جائے۔ اس کو مسلمان بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ کجا قبول اسلام اور کجا یہ دعوتوں کی ٹیپ ٹاک! ہاں یہ منصب افراد جماعت اہل سنت ہی کا ہے۔ جن کو تبلیغی بے مرکزی انتشار و آوارگی کی وجہ سے "کوئی دستار میں رکھے کوئی زیب گلو کرے"۔ الغرض قادیانی ہوں یا لاہوری سب ہی کی رونق ہمارے افراد اہل سنت ہی نے بنا رکھی ہے۔ یہی جماعت سب کی چراگاہ اور یہی سب کا پلے گراؤنڈ ہے۔ غفلت کا یہی عالم رہا۔ تو خدا معلوم کیا کچھ ہو کر رہے گا۔

اس موقعہ پر جملہ معترضہ کے طور پر مرزائیت کے متعلق کچھ مزید عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کیونکہ ہمارے بعض مہربان حضرات متحدہ تبلیغی اداروں کے لئے متقاضی ہیں۔

سر سید کے بعد جب مرزا صاحب نے دوبارہ مسئلہ وفات مسیح کا

جھنڈا بلند کیا۔ تو مسلمانوں نے یہی سمجھا۔ کہ یہ بزرگ بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت
شکنی کا مزید قصد فرمانے لگے ہیں۔ مگر بعد میں معلوم ہوا۔ کہ یہ تمام جدوجہد
محض ایک سیٹ خالی کرانے کے لئے تھی۔ ورنہ اگر مسئلہ حیات مسیح
صرف مافوق الفطرت ہونے کے سبب ہی اس لائق تھا۔ کہ اس کی تردید
کر کے الوہیت مسیح کا بطلان کیا جائے تو پیدائش مسیح کے مافوق الفطرت
واقعہ کو جو مرزا صاحب کے تجویزہ معیار پر حیات مسیح سے کہیں زیادہ الوہیت
کا ممد و معاون، بلکہ موجد ہو سکتا ہے۔ کیوں اسی حالت میں چھوڑ دیا گیا؟

اب یہ کمی امیر جماعت احمدیہ لاہور نے اسرائیلیات کے سہارے سے خود
پوری کر لی ہے۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا باپ بھی ڈھونڈ نکالا ہے۔ میں نے
اسی پمفلٹ "جہد للبقاء" میں عرض کیا ہے۔ کہ اگر مرزا صاحب کو اپنے
تجویزہ معیار پر الوہیت مسیح کی جڑ کاٹنا مقصود تھا۔ تو عیسیٰ علیہ السلام
کا باپ ثابت کرنے کے واسطے بھی چند الہامات حاصل کر لئے جاتے۔
پھر تو قصہ ہی پاک تھا۔ نہ رہتا بانس اور نہ بجتی بانسری۔

الوہیت مسیح کا تخیل تو پیدا ہی حضرت مسیح کی طرز پیدائش سے
ہوتا ہے۔ جس کی بہترین تردید قرآن شریف نے تیرہ سو سال سے کر دی
ہے۔ نیا نبی آیا بھی اور گیا بھی۔ مگر پیدائش کے معاملہ کو ہاتھ نہ لگایا۔
بن باپ کی پیدائش سے ہی تو عیسائی لوگ حضرت مسیح کو خدا تعالیٰ
کا جز، نور اور معاذ اللہ نطفہ وغیرہ کا قرینہ اور مراد لیتے ہیں۔ پھر اس حقیقی
بیٹے کی قربانی سے کفارہ کی اہمیت بڑھائی جاتی ہے۔ ایک میں تین
اور تین میں ایک کا مضحکہ خیز اور ناقابل فہم فلسفہ محض اسی مافوق الفطرت

پیدائش سے ہی پیدا ہوا۔ مگر حیرت ہے۔ کہ مرزا صاحب کی نگاہ ۔۔۔۔ الوہیت مسیح کی اس قدر موٹی جڑ تک نہ پہنچ سکی۔ اور وہ صرف ہاتھ پاؤں ٹکانے کے لئے حیات ممات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ سے بہل گئے اور اپنی ساری عمر اور اپنی نبوت کا سارا زور اسی مسئلہ پر صرف کر کے سمجھ لیا۔ کہ نبوت کے کارنامہ کے لئے یہی کچھ کافی ہے۔ اور اس طرح بخیال خود عیسائیت کا بھی خاتمہ کر دیا۔ حالانکہ اگر کوئی عیسائیت تھی۔ تو وہ اب بھی بدستور اور حتی الامکان قائم و موجود ہے۔ اور جو اب نہیں وہ تھی بھی نہیں۔ اس میں مرزا صاحب کے آنے جانے کا کچھ بھی عمل و دخل نہیں۔ انہوں نے تو گھر ہی کی مرغیاں ماری ہیں۔

الغرض مرزا صاحب کے اٹھان کے وقت جو توقعات ان کے ساتھ وابستہ کر لی گئی تھیں۔ نہ صرف وہ خاک میں مل گئیں۔ بلکہ انہوں نے ایک جدید مذہب کھڑا کر کے مخالفین کی تعداد میں مزید ایک خطرناک نمبر کا اضافہ کر دیا۔ اور دام ہمرنگ زمین بچھا کر وہ نقصان پہنچایا۔ جو باقی مخالفین سے ممکن نہ تھا۔

مرزائیوں کا پالیٹکس

یہ لوگ کہنے کو تو پالیٹکس کو کھٹا بھی بتاتے ہیں۔ لیکن بقدر امکان۔ بلکہ امکان سے بھی بڑھ کر ہر جگہ ٹانگیں اڑاتی جاتی ہیں۔ گورنروں اور وائسرائوں تک براہ راست یا بالواسطہ نہ صرف راہ و رسم پیدا کیا جاتا ہے۔ بلکہ موقع ملے تو ملاقاتوں کی کوشش کی جاتی ہے۔ گوناگوں مشوروں سے اور خدمات

پیش ہوتے ہیں۔ جماعت اور اس کے بانی کا پالٹیکس امپیریلزم سے اتنا مرعوب ہونا اور مسکینی اور حیلہ بازی سے اتنا مملو اور متعفن ہے۔ کہ دیکھنے اور پڑھنے سے گھن آتی ہے۔ خاص کر بڑے مرزا صاحب کی عرضداشتیں حیرت انگیز ہیں۔ انگریز کو نبیا اور عقیدتاً اولوالامر اور ظل اللہ کا درجہ دیا گیا ہے۔ چنانچہ بغداد جب گورنمنٹ انگلشیہ کے قبضہ میں آیا۔ تو قادیان میں چراغاں ہوا۔ اور دیوالی منائی گئی۔

جہاد کو منسوخ اور حرام قرار دیا گیا۔ مگر منسوخی جہاد کے حکم کی تاویلیں مجبوراً ابھی سے شروع کر دی گئی ہیں۔ اب بات بات پر "مامور من اللہ" صاحب اپنے مریدوں سے جان کی قربانی طلب کر رہے ہیں۔ بندوق اٹھانا تو اولوالامر یعنی گورنمنٹ کے حکم سے ممنوع ہی ہے۔ کیونکہ یہاں تو صرف تبلیغ کی اجازت ہے۔ کہ جتنے چاہیں پڑھتے چلے جائیں۔ اولوالامر کی طرف سے یہ اجازت تو نہیں مل سکتی۔ کہ نبی اور مامور اسلحہ بھی کھینچنے لگیں۔ یہاں تو بعض اوقات مبلغین کو جیل پر بھی پابندی لگا دی جاتی ہے۔ جس کی تعمیل کے بغیر انڈر گورنمنٹ مبلغین کو چارہ نہیں ہوتا۔

پس ان حالات کے پیش نظر جناب مامور من اللہ نے حکم دے رکھا ہے۔ کہ تبلیغ یہی جانیں سمجھ

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

چلو تبلیغی جہاد ہی سہی! وہ منسوخی جہاد اور حرمت جہاد کا "نعرہ" حکم تو مصلحت ثابت ہوا۔ "جہاد" انسانی فطرت کی انتہائی نایاب سعی

کا نام ہے۔ اور اسلام ایک فطری مذہب ہے۔ یہ ایک دوسرے کو کب چھوڑ سکتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے صداقت اور اخلاص کا معیار بھی جہاد قرار دیا۔ باقی رہے موقع و محل کی رو سے اس کے اجر اور التوا کے احکام۔ سو وہ بھی پہلے ہی سے موجود ہیں۔ ان کے لئے مسیح نبوت کی کیا ضرورت تھی۔ بس دعویٰ جو کر بیٹھے۔ تو وفات مسیح اور تنسیخ جہاد کو ہی نبوی کارنامہ بنایا گیا۔

بعض پولیٹکل افراد اور سیاسی پارٹیوں کی دیکھا دیکھی جناب مامور من اللہ کو کبھی کبھی جناب اولو الامر یا ظل اللہ پر عیب جمانے کو بھی جی چاہتا ہے۔ تو صدر کانگریس کا پرخلوص اور پرتپاک استقبال باوردی مرزائی ..... رضا کاروں سے کرا لیتے ہیں۔ حالانکہ کانگریس بالکل اینٹی اولو الامر اور اینٹی ظل اللہ واقع ہوتی ہے۔

ایسی حرکتوں سے ان کو یہ دکھانا مقصود ہوتا ہے۔ کہ یہ "اولوالامرانہ" اور "ظل اللہی عقیدے" اور وفاداریاں محض وقت کی باتیں ہیں۔ ورنہ ان عقائد کے نیچے سینکڑوں تاویلیں وقت کے انتظار میں تڑپ رہی ہیں یعنی موقع ملے۔ تو کانگریس کو بھی ظل اللہ بنایا جا سکتا ہے۔

الغرض یہ لوگ گورنمنٹ کو مذہباً اور عقیدتاً ظل اللہ مانتے ہوئے کانگریس جیسی اینٹی ظل اللہ جماعت کے ساتھ بھی گٹھ جوڑ کرنے کے منتظر اور مشتاق پائے جاتے ہیں۔ جہاد کو منسوخ اور حرام کہتے ہوئے بھی مریدوں سے جان کی قربانی طلب کرتے ہیں۔ اور جن اسلحہ کی اجازت ہے۔ ان سے پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ سنا گیا ہے۔ کہ امر تسر میں ..

تعلیلی جہاد پوری قوت کے ساتھ عمل میں آیا۔

مسلمانوں کے ساتھ ان کا سلوک

جن مسلمانوں نے ان کو یہ رونقیں بخشی ہیں ان کے ساتھ ان کے سلوک کی یہ حالت ہے۔ کہ کھلے بندوں ان کی تکفیر کی جاتی ہے ان کے صغائر تک کا جنازہ ناجائز ہے۔ رشتے لئے جاتے ہیں۔ دئے نہیں جاتے۔ چھوٹے چھوٹے لوازم تک کی ضرورت ہو۔ تو مرزائی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس کے باوجود اسمبلیوں اور لوکل باڈیز میں یہ لوگ بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ مسلمان بن کر مسلمانوں کی نمائندگی کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ اس بھیڑ کو کوئی تمیز نہیں۔ چنانچہ پیر اکبر علی پنجاب اسمبلی میں ایک زندہ مثال کی صورت میں موجود ہیں۔ اور بھی مثالیں لوکل باڈیز میں ملتی ہیں۔ یہ لوگ ووٹ تو مسلمانوں سے لیتے ہیں۔ لیکن ان کا ہائی کمانڈ "خلیفہ" اور "مامور من اللہ" ہے۔ یہ سب ہماری مذہبی بے حسی، بے شعوری اور بے مرکزی کے معجزے ہیں۔

فن تاویل و تعبیر نے ان کے ہاں اتنے انڈے بچے دیئے اور اتنی ترقی اور عروج حاصل کیا۔ کہ سیاق و سباق اشارہ و کنایہ قرینہ و مراد تک کی پروا نہیں کی جاتی۔ جس رویا سے موجودہ "مامور من اللہ" نے اپنی ماموریت نکالی۔ وہ بھی اسی تاویلی ہمت کی رہین منت ہے۔ یہ پیر مرید سب ہی رائلوں کو رویا قرار دیتے ہیں

مصروف رہتے ہیں۔ صبح کو انہیں چیستاں بنا کر ان سے دور از کار فالیں
اور شگون لیے جاتے ہیں۔ اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ ناک کی
لعبیر دم اور دم کی دماغ پی جاتی ہے۔ الغرض اس عمل میں اس قدر
مہارت اور دسترس حاصل کر لی گئی ہے۔ کہ دن اور رات، ہاں اور
نہیں، فتح و شکست جیسے متضاد الفاظ کو آسانی مترادف بنا لیا
جاتا ہے۔ مثلاً جب پیشین گوئی بالکل غلط اور محض غلط ثابت ہو۔ بزور
تاویل اسی کے متعلق کہیں گے۔ کہ بفضلہ تعالیٰ وہ حرف بحرف پوری
ہوئی ہے۔

مسلمانوں کو کھلم کھلا کافر کہیں گے۔ ساتھ ہی واویلا کر کے
بتائیں گے۔ کہ مسلمان مکفر ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کا قصور صرف
اسی قدر ہے۔ کہ دعویٰ نبوت کو جھوٹا سمجھتے ہیں"

اجرائے نبوت پر پیکچر اور تقریریں کریں گے۔ تو تاویل کے زور سے اس
کا عنوان ہو گا "ختم نبوت"

ہماری آوارہ جماعت کے آوارہ افراد ایسی منطق اور ان ہی
تاویلات کا شکار ہو رہے ہیں۔ حالانکہ مرزائیت کے سارے ہی
عقائد پائے جاتے ہیں۔ ان میں نبوت کی ضرورت نہیں۔ اور جو
قادیانی ملاوٹ ہے۔ وہ اسلام نہیں۔

بہرحال اسی جماعت اہل سنت سے نکلے ہوئے افراد نے اب
تو نئی جمعیت بنا دی۔ لاکھوں روپے کے فنڈز اور کروڑوں
روپے کی جائدادیں بن چکی ہیں۔ گویا یہ اسی جماعت کا نتیجہ ہے

اور کسی جماعت کی گمراہی اور تباہی کے لئے کافی ہوتا ہے۔
پھر بھی ایسٹرن ٹائمز جیسے مشفق ناصحین کو ان کا بُعد ان کی بیزاری اور ان کا افتراق نظر نہیں آتا۔ اور ہم جو رہے سہے افراد اہل سنت کی تنظیم کا ارادہ کرنے لگے۔ تو الٹا ہمیں ہی نصیحت کی جاتی ہے کہ فرقہ وارانہ تحریک اچھی نہیں۔ افسوس کہ یہ بزرگ مذہبی اور قومی اداروں میں تمیز ہی نہیں کر سکتے۔ حالانکہ جماعت اہل سنت سے زیادہ اتفاق اور اتحاد کا حامی کون ہوگا۔ یہی رواداری تو ہے۔ جس کی وجہ سے جماعت تباہ ہو گئی۔ لیکن آج تک اپنا تبلیغی ادارہ قائم نہ کر سکی۔ مگر بالآخر ان کے ساتھ کوئی کیا ملے جو ملنے ہی نہ دیا۔
شیعہ اب شیعہ فرقہ کو لیجئے! ان کے ساتھ ملنے کے یہ معنی ہو رہا کہ ہم روئیں اور روتے رہیں۔ پھر صحابہ کرام کے حق میں برا بھلا کہیں نہ اور برا کہتے رہیں۔ اور اگر ایسا نہ کریں۔ یعنی نہ بین کریں اور نہ گالیاں دیں۔ تو گویا ہم مسلمان ہی نہیں۔
پھر نصیحت بھی ہمیں کی جاتی ہے۔ کہ متحدہ تبلیغ کرو۔ یعنی غیر مذاہب کو بھی روتے رہنے اور صحابہ کرامؓ کو برا بھلا کہتے رہنے کی دعوتیں دینے پھرو۔ فرمایئے! کیا یہ مذہب ہے؟

دشنام بمذہبے کہ طاعت باشد
مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

انہیں کوئی نہیں سمجھاتا۔ کہ رونے دھونے کی بجائے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ہدیہ تبریک و تحسین بھیجیں۔

اس قربانی کو شاعروں اور ذاکروں کا آجاڑ نہ بنائیں۔ کیونکہ یہ شاعر اس مجاہدانہ واقعہ پر مصیبت، ذلت، خواری اور عاجزی کا رنگ چڑھاتے ہیں۔ تو بجائے اس کے کہ اس مقدس عمل سے جذبہ قربانی اور ترغیب شہادت پیدا ہو۔ الٹا تاسف، مایوسی اور پشیمانی پیدا کرائی جاتی ہے۔ اور اس طرح شاعروں اور ذاکروں کے عمل سے اتنی بڑی قربانی ضائع ہو رہی ہے۔

یہ بات محض دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ کہ حضرت حسینؓ اور اہل بیت کو جتنا زیادہ عاجز اور درماندہ دکھایا جائے.... مجلسوں کی محفل اتنی ہی گرم اور پر لطف ہوتی ہے۔ اور جیسا کہ عرض ہوا۔ اتنی بڑی قربانی صرف شعراء اور ذاکروں کی طبع آزمائی اور محض فیس اور اجرت کا عنوان بن کر رہ گئی ہے۔ حالانکہ یہ مقدس عمل اتنے گرے ہوئے اور ذلیل سلوک کا مستحق نہ تھا۔

شیعہ اختلاف کا دوسرا عنوان مسئلہ خلافت ہے۔ اس کے نبٹنے نبٹانے کا وقت بھی وہی تھا۔ کہ خود حضرت علیؓ تلوار اٹھا کر بطور دعویدار کھڑے ہو جاتے۔ ان کی موجودگی میں ان ہی کے سامنے ایک کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری... پے در پے تین خلافتیں قائم ہوتی رہیں۔ مگر وہ نہ صرف خاموش رہے بلکہ مدد و معاون رہے۔ حضرت علیؓ کو اتنا بزدل بنایا جاتا ہے۔ کہ وہ اتنے عرصہ میں اپنا دعویٰ لے کر کھڑے نہ ہو سکے۔ اور اگر انہوں نے اختلاف اور مخالفت مناسب نہ سمجھی۔ تو اب تیرہ صدیاں

کے بعد یہ بے وقت کا شور کیسا؟

بقول شیعہ اگر انہوں نے عین وقت پر اور ٹھیک موقع پر تقیہ فرمایا۔ تو ان کے عمل کے خلاف اب تقیہ توڑنے کا کون سا احسن موقع ہاتھ لگ گیا ہے۔ جب کہ نہ خلافت ہے نہ خلیفے۔ در حقیقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت کے روادار تھے۔ اور یہ خلافتیں ان کو منظور تھیں۔ ورنہ تقیہ اگر محبوب عمل تھا۔ تو حضرت امیر معاویہ کے وقت کیوں اختیار نہ کیا گیا۔ اور ان کے خلاف کیوں کھلی کھلی لڑائی منظور کر لی گئی؟

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں بھی خدا معلوم ہم لوگوں کے کیا کیا خیالات ہوتے۔ لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت کر کے معاملہ کی اہمیت بالکل مٹا دی۔ اب حضرت حسن رض کے متعلق کیا کہا جائے گا؟

شاید ان پر تقیہ کا الزام لگایا جائے۔ لیکن حضرت حسین رض نے تھوڑے لشکر اور بالکل تھوڑی جمعیت کے باوجود تقیہ کی خاندانی اور آبائی سنت کیوں چھوڑ دی۔ حالانکہ وقت کی نزاکت اور مصلحت کے لحاظ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تقیہ کی سخت ضرورت تھی۔

باغ فدک اگر چھین لیا گیا۔ تو جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں واپس نہ فرمایا۔ اگر یہ الزام ہے۔ تو جناب

علی رضؓ کیوں بری ہیں۔

ماتم اور بین اعمال صالحہ۔۔۔ میں داخل ہیں۔ تو جب کنبے کا کنبہ آنکھوں کے سامنے شہید کر دیا گیا۔ تو خیمہ اور کیمپ سے تو رونے کی ایک بھی آواز سنائی نہ دی۔

دیکھئے! اور غور کیجئے!! شیعہ کے اختلافی عنوانات اور اصولوں کو جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرات حسنینؓ اور حضرات اہل بیت نے خود اپنے عمل سے کس خوبی اور کس صفائی سے ایک ایک کر کے توڑا۔

الغرض یہ ایک ماضی کو رونے والا مذہب ہے۔ اس کا کوئی مستقبل نہیں۔ ان کو اہل بیتؓ کے دائمی ماتم اور صحابہ کرامؓ کی دائمی بدگوئی سے فرصت ہی نہیں۔ تبرائی ملیشن کے بعد تو یہ فرقہ بالکل عریاں ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ چلنے سے بھی ہم رہے۔

ہاں! ممکن ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد تبدیل شدہ حالات میں ان کو اس دائمی ماتم اور دائمی بدگوئی جیسے اعمال اور مشاغل لغو اور فضول نظر آئیں۔ تو اس صورت میں ہمیں اتحاد میں کیا تامل ہو سکتا ہے

بہرحال ایسے فرقہ جات کے سوا اگر مسلمان حسب فرمان خداوندی اور حسب اقتضائے وقت فروعی اختلافات مٹا کر دعوت و تبلیغ کا فریضہ سنبھالیں تو مشکل ہی کیا ہے۔

ماشاء اللہ حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی سلسلے تو مسلمہ طور پر ایک دوسرے کے لئے محترم ہیں۔ ان کے جملہ مابینی اختلافات کو محض

فروعات کی حیثیت حاصل ہے۔ رہا مقلد، غیر مقلد کا سوال، اس میں بھی یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ استخراج مسائل کی استعداد ہر شخص میں نہیں اور جن میں یہ استعداد پائی جاتی ہے۔ وہ بھی برابر نہیں۔ ورنہ ہر ایک شخص کو مرتبہ اجتہاد حاصل ہے۔ لہذا قرآن اور حدیث کی روشنی میں تقلید یعنی ایک فائق شخص کے قول اور فعل سے استفادہ ایک فطرتی امر ہے۔

مگر اعتراض ہوتا ہے۔ کہ تقلید شخصی نہ چاہیئے۔ "تقلید شخصی کی بحث میں بھی اگر ائمہ اربعہ کی شخصیت ہی پیش نظر ہے۔ تو میں عرض کروں گا۔ کہ کاش! وہی تقلید شخصی ہی میسر آجائے۔ مگر وہ تقلید شخصی ہے کہاں؟ اب تو اجتہاد کا کام گھر گھر کی بڑھیا اور گاؤں گاؤں کی گدی نے سنبھال رکھا ہے۔ جو ہاتھی نماز عادتاً کے وقت عدالتوں میں اپنے متعلق پابندی رواج کا بیان دیتے ہیں۔ اور وہ پیش اگر مریدوں اور عقیدت مندوں میں مجتہد بن جاتے ہیں۔

سکولوں اور کالجوں کی پیداوار مغربی فلسفہ کی مقلد ہے۔ وہ حضرات ائمہ کو جانتے ہی نہیں۔

عوام کی حالت یہ ہے۔ کہ سندھ میں حضرت شاہ باز نامی ایک بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے متولیان ابھی تک سنی چلے آتے ہیں۔ مگر مرید اور عقیدت مند سب شیعہ ہیں۔

ملتان میں جناب بہاء الحق صاحب کی اولاد اور متولی شیعہ

ہو رہے ہیں۔ لیکن اکثر مرید سنی بھی ہیں۔ اور بدستور مرید بھی ہیں۔ اور بڑی بڑی رقوم نذرانہ میں پیش کرتے ہیں۔

پیر عادل شاہ ضلع ڈیرہ غازی خاں میں ایک سنی بزرگ گزرے ہیں۔ ان کی اولاد اور متولی شیعہ ہو گئے ہیں لیکن مرید بدستور سنی ہیں۔ چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ اور بخیال خود مرادیں پاتے ہیں۔

پیر سید جلال مرحوم اوچ والے . . . .
ایک اہل حدیث بزرگ تھے۔ لیکن کوئی خرابی ایسی نہیں جو اُن کے مزار پر نہ ہوتی ہو۔

کیا یہی تقلید ائمہ ہے؟ جس پر مباحثے اور مناظرے ہوتے ہیں؟ آپ چاہیں۔ تو خواہ مخواہ ایسے عوام کو مقلد قرار دیں۔ لیکن ہم تو ان کو غیر مقلد ہی کہیں گے۔

تقلید ائمہ تو در حقیقت مفقود اور . . کالعدم ہے۔ اور بحث مباحثہ میں محض لکیر پیٹی جا رہی ہے۔ ورنہ کجا مقلد و غیر مقلد کی اصولی بحث اور کجا یہ اندھیر گردیاں!

شرک، بدعات اور قبر پرستی جیسے اعمال کو تقلید ائمہ کی طرف منسوب کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ کیوں نہ کہا جائے۔ کہ یہ تمام بداعمالیاں ترک تقلید کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔

فی الحقیقت مسلمانوں کے یہ اعمال نہ تقلیدی ہیں اور نہ . . غیر تقلیدی۔ بلکہ یہ کوئی اور بلا ہے۔ اور خدا جانے یہ کہاں سے

نازل ہوتی ہیں گے۔

بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

مقلد اور غیر مقلد دونوں کا فرض ہے۔ کہ ان خرافات کا سراغ ... لگائیں۔ اور کرنے کا کام یہی ہے۔

ناحق تقلید شخصی و غیر شخصی پر وقت ضائع کیا جا رہا ہے۔ میرا تو دعویٰ ہے۔ کہ مسلمان ائمہ حضرات کی تقلید تک واپس آ جائیں تو باقی شخصی اور غیر شخصی کی مشکل خود بخود حل ہو جائے گی۔ اور ائمہ ... حضرات کے اقوال خود بخود سمجھا دیں گے۔ کہ قرآن اور حدیث کے بالمقابل ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ مگر ائمہ حضرات کے نزدیک کوئی پھٹکے بھی

پس آمین بالجہر اور رفع یدین جیسے عنوانات پر جھگڑے لڑانا۔ اور تبلیغ اسلام کا حقیقی میدان واگذار کر دینا کہاں کی مسلمانی اور کہاں کی دانشمندی ہے۔ ایسے فروعی مسائل تو صرف مقلد غیر مقلد میں ہی نہیں، بلکہ مقلد اور مقلد میں بھی اختلافی ہیں۔

پس مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ فریضہ تبلیغ اسلام کی طرف متوجہ ہوں۔ اور قولاً و فعلاً اسلامی اصول دنیا کے سامنے پبلش کریں۔ اور تبلیغ اسلام کا معیار اور تبلیغی کلام کا رنگ خواہ وہ تحریری ہو یا تقریری جہاں علیٰ قدر عقول الناس تجویز ہو۔ وہاں علیٰ قدر عقول علماء علوم جدیدہ و علماء سائنس بھی پیش نظر رہے۔

ہم نے جہاں تک مذکورہ جملہ خرابیوں کا سراغ لگایا۔ سب کی

جز تبلیغی بے مرکزی پائی۔ اس کام اور اس میدان میں جماعت اہل سنت کی غفلت کی کوئی انتہا نہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جہاں آریہ، مرزائی شیعہ اور عیسائیوں کے منظم مرکزی ادارے اور ان کے پریس و ...... پلیٹ فارم غیر معمولی طور پہ مصروف عمل نظر آئیں گے۔ وہاں جماعت اہل سنت کے کسی اجتماعی تبلیغی ادارہ کی نشاندہی آپ ہندوستان بھر میں نہ کر سکیں گے۔

اب وہ مراکز بڑی بڑی جائدادوں کے مالک بن چکے ہیں۔ ان کے ماتحت بے شمار جماعتوں کے جال بچھ گئے ہیں۔ آریہ سماج کی ڈائمنڈ جوبلی زیر تجویز ہے۔ تو دونوں مرزائی جماعتیں اپنی اپنی جوبلیاں منا چکی ہیں۔ لاہوری جماعت نے پنجاب میں اور قادیانی جماعت نے سندھ میں لاکھوں روپے کی مالیت کے مربعہ جات حاصل کر لئے ہیں۔ لیکن جماعت اہل سنت کے واسطے ہنوز روز اول ہے۔

کب کام پروان چڑھے۔ اور کیسا ...... جوبلیاں منائی جائیں جبکہ ابھی تقاضے راہ اذکی ستاتا بھی

یہ نہ تساہل کہا جا سکتا ہے۔ اور نہ غفلت۔ بلکہ یہ مطلقاً اندھا پن ہے نہ ہمیں خود اسلامی فرائض کا احساس ہے۔ اور نہ دوسروں کی ...... سرگرمی عمل سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔

غیر مسلم جماعتوں میں تبلیغ اسلام تو در کنار، جب اپنے مسلمانوں کی بھی دیکھ بھال اور سنبھال نہ رہی۔ تو آپ کیا جانیں۔ کہ اب مسلمان کس حالت میں ہیں۔ آپ افراد جماعت کو ساؤنڈ کریں۔ اور علاقہ جات

کی سروے کریں۔ تو معلوم ہو گا۔ کہ جو لوگ مرزائیت اور شیعیت سے
بچے ہوئے ہیں۔ وہ یا تو الحاد میں مبتلا ہیں۔ یا جاہلانہ رسوم اور جمود میں۔ ان
کا دل و دماغ مذہب کے تعمیری پروگرام کو قبول ہی نہیں کرتا۔ عوام کا
تو ذکر ہی کیا۔ خواص کے سامنے جب دعوت و تبلیغ کا پروگرام رکھا
جائے۔ تو طبائع کی ناہمواری پہ تحیر طاری ہو جاتا ہے۔ مثلاً
کوئی بزرگ علی گڑھ یونیورسٹی، حمایت اسلام کالج لاہور، اور ازیں
گونہ درس گاہوں کو مذہبی اور تبلیغی مراکز سمجھے بیٹھے ہیں۔ تو کوئی مسلم لیگ
اور جمعیۃ العلماء اور خاکسار تحریک کو تبلیغی ادارے بتاتے ہیں۔ ان کا
جواب ہوتا ہے۔ کہ اس قدر اداروں کی موجودگی میں مزید تبلیغی اداروں
کی کیا ضرورت ہے۔ وہ اتنا نہیں سمجھتے، کہ ہندو مہا سبھا، ہندو یونیورسٹی
ڈی اے وی کالج لاہور اور سینکڑوں ہندو سکولوں کی موجودگی
میں آریہ سماج اور سناتن دھرم سبھا کی جداجدا پرتی ندھی سبھاؤں
اور ان کے جداجدا پلیٹ فارموں کی کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح مسلم
یونیورسٹی، اسلامیہ کالجوں اور اسلامیہ سکولوں کی موجودگی میں مخصوص
شیعہ پلیٹ فارم کی کیا ضرورت ہے۔ پھر قادیانیوں اور لاہوریوں
کو اپنے جداگانہ تبلیغی مراکز قائم کرنے کی کیا حاجت ہے؟ اور جب
یہ سب منظم مذہبی پلیٹ فارم اور مذہبی مراکز اپنے اپنے مخصوص عقائد
کی تبلیغ میں۔۔۔ پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ سال سے مصروف عمل ہیں
تو آپ کے پاس بالمقابل مذہبی دعوت یا مذہبی مدافعت کے لئے کون سا
تبلیغی ادارہ موجود ہے؟

دوستوں کی خدمت میں مزید عرض کیا جاتا ہے۔ کہ آپ کے یہ تعلیمی اور سیاسی ادارے بلاشبہ اسلامی مفاد کے لئے بہت مفید اور بہت نافع ہیں۔ لیکن ان سے جناب کو تبلیغی اداروں کا مغالطہ نہ لگے۔ بلکہ ہم تو یہ عرض کریں گے۔ کہ دہلی یا دیوبند یا سہارن پور اور ندوۃ العلماء جیسی درس گاہیں بھی تدریسی ادارے ہیں نہ کہ تبلیغی۔

اسلامی مرکزی تبلیغی ادارہ قائم ہو جائے تو بے شک انہی جملہ درس گاہوں کے سہارے سے چلے گا۔ لیکن یہ بذات خود تبلیغی ادارے نہیں ہیں۔

پھر عرض کیا جاتا ہے۔ کہ جیسا کہ دیگر فرقہ جات کے تعلیمی اداروں کے بالمقابل ہمارے تعلیمی ادارے ہیں۔ ان کے سیاسی اداروں کے بالمقابل بھی ہمارے سیاسی ادارے ہیں۔ لیکن ان کے مذہبی تبلیغی .... اداروں کے بالمقابل آپ اپنی جماعت اہل سنت میں اسی مرتبہ کا کوئی اجتماعی تبلیغی ادارہ جیسا کہ عرض ہوا۔ ہندوستان بھر میں نہ دکھا سکیں گے۔

لہذا واضح رائے عالی ہو۔ کہ جماعت اہل سنت کا تبلیغی ادارہ چیزے دیگر ہے۔ جو طول و عرض ہندوستان میں ناپید ہے۔

اس قدر تفصیلی گذارش اور دماغ سوزی کے بعد کہیں جا کر دوستوں اور بزرگوں کی طبیعت صاف ہونے لگتی ہے۔ پھر وہ چونک کر فرماتے ہیں۔ کہ واقعی یہ بڑی غلطی اور بہت بڑی فروگذاشت ہے۔

عرض کیا جاتا ہے۔ کہ ہاں جناب! اس مذہبی ہنگامہ میں جماعت

اہل سنت کا مرکزی تبلیغی ادارہ نہ ہونا فرد گذاشت نہیں۔ بلکہ یہ ایک خطرناک حادثہ ہے۔ اور اسی کا کارن ہے۔ کہ دیگر گمراہ اور گمراہ کن فرقہ جات کو بڑی سہولت اور آسانی کے ساتھ گنجائش اور سمائی مل گئی ہے ؎

الغرض حیرت کی بات ہے۔ کہ ایک آریہ سماجی کے لئے اپنے سیاسی، تعلیمی اور مذہبی پلیٹ فارموں کا سمجھنا اور ان میں امتیاز کرنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ یعنی وہ اپنے مشترک وجداگانہ سیاسی، تعلیمی اور تمدنی اداروں کے ساتھ آریہ پرتی ندھی سبھا جیسے مخصوص مذہبی ادارہ میں اپنی شمولیت اور ان کی امداد ضروری سمجھتا ہے۔ اسی طرح ایک سناتن دھرمی ہندو اس امر کے سمجھنے میں کوئی الجھن محسوس نہیں کرتا۔ کہ اپنے مشترک وجداگانہ سیاسی و تعلیمی اداروں کے ساتھ اس کے لئے سناتن دھرم پرتی ندھی سبھا بھی اس کی خاص توجہ اور خاص امداد کی مستحق ہے۔

عیسائی سیاست سارے ہندوستان پر مسلط ہے۔ لیکن ہر ایک عیسائی اپنے مخصوص مشن کے ساتھ منسلک اور مربوط ہے۔ اور اس کی امداد اپنے پر فرض سمجھتا ہے۔

شیعہ جہاں اسلامیہ کالجوں، سکولوں میں اور جہاں کانگریس لیگ، مجلس احرار اور خاکساروں میں شامل ہیں۔ وہاں اپنے مخصوص مذہبی اداروں کے پورے ممد و معاون ہیں۔

مرزائی لوگ چار آنہ والی ممبری حاصل کرکے انجمن ترقی تعلیم

امرتسر، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، حمایت اسلام کالج لاہور جیسے مشترک اداروں میں گھسنے کی پوری کوشش کرتے ہیں لیکن ان کی اعلیٰ اور حقیقی امدادیں اور قربانیاں اپنے مخصوص مذہبی اداروں کے لئے وقف ہیں۔

نگہ ہے ہماری نظر اتنی اونچی
برابر ہے ہم کو بلندی و پستی

افراد جماعت اہل سنت لیس ان ہی سکولوں کالجوں اور اپنے مشترک سیاسی اداروں کو اپنی تبلیغی جماعتیں سمجھے بیٹھے ہیں۔ ان کو پرواہ نہیں کہ جماعت اہل سنت جیسی جماعت حقہ کے استحکام اور بقاء کے لئے ان کے کیا فرائض ہیں۔ ان کو معلوم نہیں۔ کہ حق بھی اپنے بقا کے لئے طاقت و تدارک کا طالب ہے۔ اگر یہ جماعت اپنے فرائض کی ادائیگی پر کمربستہ رہتی تو موجودہ جدید فرقوں کا وجود ہی نظر نہ آتا۔

اب جب کہ کوئی منظم مرکزی شیرازہ نہیں۔ تو افراد جماعت خواہ عوام ہوں۔ یا خواص۔ ایک طرح کی عام مذہبی لاپرواہی اور بے ذوقی میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ حالانکہ باقی ہر ایک فرقہ کے افراد کو... اپنے مخصوص مذہبی پلیٹ فارم اور مذہبی ادارہ کے ساتھ خاص انس، الفت اور محبت ہے۔

جماعت اہل سنت کے کسی فرد کو کوئی اعلیٰ عہدہ و ملازمت مل جائے۔ یا کانگرس، مسلم لیگ، خاکسار وغیرہ میں سے کوئی سیاسی جماعت اسے سونگھ لے۔ تو فوراً اس کے دماغ میں مذہبی غیر جانبداری کا خمار چڑھ جاتا ہے۔ پھر وہ اپنی جماعت اہل سنت

کے تذکرہ کو تفرقہ کا نام دیتا ہے۔ ذرا زیادہ متوجہ کیا جائے۔ تو
مجموعی اور گول مول جوابات ملتے ہیں۔ مثلاً جب پاکستان حاصل
ہو گا۔ تو یہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ عرض کیا جاتا ہے کہ جناب
جب تک پاکستان حاصل ہو گا۔ تب تک یہ جماعت شاید ہی کچھ
باقی رہے۔

یا پھر شیعہ، مرزائی، آریہ، عیسائی کو بھی کچھ نصیحت فرمائیں۔ جب
کہ ان کے پریس، پلیٹ فارم اور فنڈز ان کے مخصوص عقائد کی
تبلیغ اور گمراہی کے لئے وقف ہیں۔

مگر نہیں۔ وہ ازیں گونہ نصائح اور ارشادات کے سننے میں ہی
منتخب کریں گے۔ جن کے پاس کچھ بھی نہیں۔ اور جو ابھی تک کچھ کرنے
کا ارادہ ہی کر رہے ہیں۔ اور لطف یہ ہے۔ کہ مرزائی کو کوئی نہیں کہتا
کہ پاکستان حاصل کر لینے تک مسلمانوں کو مرتد کرنا چھوڑ دو۔ شیعہ کو
کوئی متوجہ نہیں کرتا۔ کہ ذرا خلافت حاصل کر لینے دو۔ پھر کسی سید
سردار کو ایک دفعہ پھر خلیفہ منتخب کر لیں گے۔ بشرطیکہ کوئی شیعہ
بزرگ ہی بالمقابل کھڑا نہ ہو جائے۔

الغرض جب بھی سمجھانے کو اٹھے گا۔ تو انہیں ہی سمجھانا شروع کرے گا
جو پہلے ہی بے حس و حرکت ہیں۔

یاد رکھو! تبلیغ مذہب کے متعلق ہماری یہ غفلت اسی پر [illegible]
نہیں ہے۔ جیسا کہ شروع میں عرض کیا۔ جب کہ [illegible]
اور سیاسی رو کا ولولوں کے سبب [illegible] چکے تھے [illegible]

کچھ فارغ ہے۔ اور حکومت کی مصلحت بھی مذہبی آزادی کے نام پر اس امر کی روادار ہے۔ کہ ملک میں فرقہ وارانہ مذہبی جذبات ... ابھرے ابھرے رہیں۔ نبی ، امام ، اور مامور جتنے بھی چاہیں بڑھیں اور پھیلیں پھولیں۔ لیکن جب ہندوستان آزاد ہو کر بین الاقوامی دوڑ میں شامل ہو گا۔ تو لازماً مذہبی جذبات پھیکے پڑیں گے۔ .... "مذہب مردہ باد" کے نعرے بلند ہوں گے۔ تو اندیشہ یہ ہے۔ کہ اس وقت سب سے پہلے اسی جماعت اہل سنت کا خالی الذہن مسلمان اس رو میں بہنے گا۔ کیونکہ اس کے حال پر آج اس کے اعمال شاہد ہیں۔ اس کی طبیعت ابھی سے مذہب سے برگشتہ اور اکھڑتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ وہ مر آئے گئے کے پیچھے نہ لگتا۔ وہ اس وقت بھی اپنے مخصوص تبلیغی ادارے سے بے پرواہ ہے۔ جب کہ دوسرے مذاہب والے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کی خوبیاں منا چکے ہیں۔

المختصر جماعت کی غفلت اور بے پرواہی بعض اصحاب کی نگاہ میں ناقابل برداشت ہو گئی ہے۔ اور انہوں نے مرکزی تبلیغی ادارہ کی بنیاد رکھ دی ہے۔

گو ہم نے بہت تغافل برتا۔ لیکن اس کی پرواہ نہ کرنی چاہیے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہی فرقے مذہب کے علمبردار ہیں جن کا ساتھ ان کا مذہب نہیں دے رہا۔ اور نہیں دے سکتا۔ اسلام ہی سے مذہبی اعمال ، مذہبی اصول اور مذہبی سہولتیں

لے کر اپنی غیر مذہبی اور سیاسی دھڑا بندی کو انہوں نے مذہبی جماعت کا نام دے رکھا ہے۔ بالآخر عصبیت تقسیم ہو گی۔ تو حقیقت نکھر کے گی عمل کی دنیا میں مذہب وہی کامیاب رہے گا۔ جو عمل درآمد کے لئے کارآمد ہوگا۔

ہم پالیٹکس کو ہرگز برا نہیں کہتے۔ بلکہ اسلام میں تو وہ مذہب ہی میں شامل ہے۔ خواہ ... اس کے عمومی ..... مرتبہ میں شامل ہو یا محدود اور مخصوص درجہ میں۔ نہ ہمیں سکولوں کا مجوزہ یا دیگر تجارتی اور پرونشل اداروں پر کچھ اعتراض ہے۔ بلکہ مذہب اسلام اور تبلیغ مذہب اسلام کو بھی اپنے دل و دماغ اور اپنی داد و دہش میں کوئی جگہ بلکہ پہلی جگہ ملنی چاہیئے۔ جس کا ایک ایک عقیدہ ہر غیر مسلم کے دل کو اندر اندر کھا رہا ہے۔ عیسائی آرزومند ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو صاحب عیال و اطفال مان کر بھی وہ موحد کہلا سکے۔ آریہ متمنی ہے۔ کہ روح اور مادہ کو اللہ تعالیٰ کا ہم عصر یا ہم عمر اور غیر مخلوق مان کر وہ موحد اور نور الٰہی کو وحدہٗ لاشریک سمجھنے والا بنے۔ ہر چند ان کو اپنے اپنے مذہب نے بریک لگا رکھی ہے۔ مگر وہ توحید کے لئے بیتاب ہیں۔

لیکن ہم نہ خود اسلام کی قدر کرتے ہیں۔ اور نہ اسے دوسروں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ بے شک آپ مجلس احرار، جمعیۃ العلماء، مسلم لیگ اور کانگرس میں شامل رہیں۔ ہمارا یہ پلیٹ فارم ان کے باہمی اتحاد یا باہمی تقابل کی باتوں کے لئے غیر موزوں ہے۔ آپ اپنے سیاسی مقام کو نہ چھوڑتے ہوئے مرکزی تبلیغی

ادارہ کے معاون و مددگار بن جائیں۔ اور یہ ادارہ آپ کی طرف سے دنیا کو دعوت اسلام دے گا۔ اور متعلقہ قائم شدہ جماعتوں کی حفاظت نگہداشت اور مدافعت کرے گا۔

غور کرو باقی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ مذہب بھی آپ کی قربانیوں کا مستحق ہے۔ اس مقام پر دوسری تحریکوں کا عذر درمیان میں نہ لائیں اور نہ خواہ مخواہ اشکال پیدا کریں۔

دوسرے لوگوں کو دیکھیں کتنی آسانی کے ساتھ اپنے دینی دنیاوی کام سرانجام دے رہے ہیں جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

عشق چوں مشکل نمود یار چہ آساں گرفت

جو کام دوسروں کے لئے آسان ہے۔ وہ آپ کے لئے کیوں مشکل ہے۔ مسٹر جناح اگر شیعہ کی ماتمی مجالس میں بالالتزام شامل ہوتے ہیں۔ سر ظفر اللہ فیڈرل کورٹ کا جج ہو کر بھی قادیانی سب کمیٹیوں کی ممبری میں کام کرتا ہے۔

مہاراجہ پٹیالہ خود بیلچہ لے کر گوردوارہ کے لئے مٹی کی ٹوکری بھرتا ہے۔ اور وہی مٹی کی ٹوکری اپنے سر پر اٹھا کر لاتا ہے۔

سر ٹیک چند ہائی کورٹ کا جج ہو کر اور سر چھوٹو رام پنجاب گورنمنٹ کا وزیر بن کر آریہ سماج کے جلسے اٹینڈ کرتے رہے۔ تو آپ کے بیرسٹر اور جج، پروفیسرز، پرنسپلز اور آپ کے وزیر آپ کی مذہبی مجالس میں آنے سے کیوں شرماتے ہیں۔

وہ زیادہ سے زیادہ حمایت اسلام کالج جیسے مشترکہ المذہب

سے نیوٹرل ادارے تک دلچسپی لیں گے۔ مگر اس سے ذرا آگے جماعت اہل سنت کے مخصوص پلیٹ فارم اور اس کی ذمہ داریوں میں شامل ہونے سے گھبرائیں گے۔ بلکہ ایسی تحریک کو تفرقہ کا نام دیں گے وجہ یہ ہے۔ کہ ہم نے خود اپنے مذہبی پلیٹ فارم کو بے وقعت کر رکھا ہے۔ پس ہماری التماس ہے۔ کہ اس کام کی سرانجامی کے لئے ذی علم، اہل ثروت اور اہل وجاہت لوگ آگے بڑھیں، اور کام کو سنبھالیں۔

اس وقت زیادہ تفصیلوں میں جانے کی ضرورت نہیں۔ محض مختصر لفظوں میں یوں گذارش ہو سکتی ہے۔ کہ بالمقابل مختلف مذاہب کے تبلیغی مراکز اور تبلیغی اداروں کے پیش نظر ٹھیک متوازی لائن پر دعوت وتبلیغ، حفاظت ومدافعت کا کام ہاتھ میں لیا جائے۔ باقی تفصیلیں اس پروگرام کے تحت میں آجاتی ہیں۔

مقام غور ہے۔ کہ بالمقابل دوسرے فرقہ جات کی جملہ خرابیاں اور ان کے جملہ داں بن اور خیراتیں کس قدر جلدی سماجوں سبھاؤں اور جماعتوں میں منتقل ہو گئی ہیں۔ لیکن جماعت اہل سنت تبلیغی بے مرکزی کے سبب جماعتی اور اجتماعی زندگی سے دور، جماعتی اور اجتماعی امداد سے محروم اور افراد کی لوٹ میں بدستور گرفتار ومبتلا ہے۔ جس کی وجہ سے قدم بڑھنے میں نہیں آتے۔ اور قوم کی کمر ٹوٹ رہی ہے۔

جماعت اہل سنت کی عربی درسگاہوں سے پرزور التجا ہے۔ کہ تبلیغی ادارہ کے حسب ضرورت قابل، ہمدرد اور ایثار پیشہ نوجوان مہیا

کریں۔ ہم تہ دل سے ان کی خدمات کے معترف ہیں۔ لیکن اس قدر شکوہ کی اجازت چاہتے ہیں۔ کہ ہماری یہ درس گاہیں نوجوانوں کو تعلیم و تربیت کے اس مرتبہ پر نہیں پہنچا رہیں۔ جو موجودہ حالات میں دنیا کی رہنمائی کے لئے ضروری ہے۔

مرکز کو مستقل تعلق یا تبلیغی دورہ جات کے لئے جب مبلغین کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو اس قدر درس گاہوں کی موجودگی میں مبلغین دستیاب نہیں ہو سکتے۔ عام طور پر ان درس گاہوں سے فارغ شدہ حضرات درس تدریس کی پر امن اور آرام دہ زندگی کے لئے جا بجا پھرتے نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ تبلیغی نا قابلیت کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔ گو تدریس بجائے خود بھی ایک مفید کام ہے۔

۳ نئے دن سنا جاتا ہے۔ کہ نصاب تعلیم کی تبدیلی زیر غور ہے لیکن پھر معاملہ کھٹائی میں پڑ جاتا ہے۔

آخر میں صاحب صدر اور حاضرین کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں۔ کہ استحکام و استقلال مرکز شہروں میں محلہ وار اور دیہاتوں میں گاؤں وار یا موضع وار جماعتوں کی تشکیل کے کام میں امداد و رہنمائی فرمائیں تاکہ جملہ افراد اہل سنت جماعتوں میں منظم ہو جائیں۔ اور ہر قسم کی داد و دہش از قسم خیرات، ایصال ثواب، نذر نیاز اور زکوٰۃ وغیرہ جماعتوں کے بیت المال میں جمع ہو کر تبلیغ اسلام اور تردید فرقہ جات باطلہ کے علاوہ توسیع تعلیم ترغیب صنعت و حرفت و تجارت اور .... مسلمانوں کے عام نقصان۔ اور ان کے اپ لفٹ کے پروگرام

میں صرف ہو۔
اور یہی تنظیم اہل سنت کے اغراض و مقاصد ہیں۔
والسلام

زندگی فرائض کی ادائیگی کا نام ہے!

آؤ اپنا اپنا فریضہ انجام دیں!!

مرکز تنظیم کا فرض ہے۔ کہ پریس اور بہترین پمفلٹ مبلغین کے ذریعے دشمنانِ دین کے حملوں کی مدافعت اور اشاعت اسلام کا اہتمام کرے۔

مقامی انجمن تنظیم کا فرض ہے۔ کہ حفاظت مسلمین کے سلسلہ میں مرکز کی خدمات سے فائدہ اٹھائے۔ اور مرکز کی رہنمائی میں مقامی دینی اور دنیوی ضروریات پوری کرے۔ اور مرکز کو ٹھوس مالی امداد دے۔ اور۔

برادران اسلام کا فرض ہے۔ کہ ہر جگہ انجمن تنظیم کی تشکیل کر کے اپنے تمام احباب و متعلقین کو جماعت سے وابستہ کر دیں۔ اور اپنی تمام امداد و عشر اور خیرات سے مقامی انجمن کا بیت المال بھر کر اسے مضبوط اور مستحکم کر دیں۔ بعونہ تعالیٰ مرکز نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔ اب آپ بھی اپنا فرض پورا کریں!

پہلا سالانہ جلسہ

(۳)

۲۲۔ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی

کے ارشاداتِ عالیہ

اہل سنت والجماعت فرقہ ناجیہ ہے۔ اور روئے زمین پر یہی فرقہ سب سے بڑا ہے۔ سوادِ اعظم اہل سنت والجماعت ہے۔ اور حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِی عَلٰی ضَلَالَۃٍ۔ شیطان اس کے پیچھے برابر لگا ہوا ہے۔ اس کی کوششوں سے اہل سنت کے خلاف بے بنیاد اعتراضات کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے۔ مختلف طریقوں سے اس جماعت کی جڑ اکھیڑنے کی کوشش کرنا شیطان کا کام ہے۔ ہر ملک میں ایسی کوششیں جاری ہیں۔ مگر چونکہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ہے۔ اسی ہندوستان میں چالیس کروڑ میں دس کروڑ بدنصیب مسلمان ہیں۔ اس لئے کفر کے حملے کامیاب نہیں ہوتے۔ آج تمام فرقے مسلمانوں کے خلاف جماعت بندی کر رہے ہیں۔ مسیحیت ایڑی سے چوٹی تک کا زور

لگا رہی ہے۔ حکومت کے بجٹ میں مسیحیت کی اشاعت کے لئے کافی رقم رکھی جاتی ہے۔ دوسری جماعتیں بھی مسلمانوں کو مرتد کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہی ہیں۔ لالہ لاجپت رائے کا مضمون میں نے پڑھا تھا۔ انہوں نے ایک دفعہ لکھا تھا۔ کہ ہندوستان میں جتنی قومیں آئیں سب ہندوؤں میں جذب ہو گئیں۔ سبھی نے دھوتی پہن لی۔ وہی طریقہ، وہی تہذیب اختیار کر لی جو ہندوؤں کی تھی۔ مگر مسلمان جب سے آئے ہیں۔ اپنی تہذیب کو زندہ کئے ہوئے ہیں۔ یہ ہم میں مدغم نہیں ہو گئے۔ ان سے صلح جب ہو سکتی ہے۔ کہ یہ ہندوؤں کی تہذیب اختیار کر لیں۔ نام رکھیں تو محمد رام، علی رام، دھوتی پہنیں صورت بھی ہماری جیسی بنائیں۔ منہ پر داڑھی نہ ہو۔ جب ان سے ہماری صلح ہو سکتی ہے۔

ان کا جواب ان ہی دنوں ایک اخبار نے دیا تھا۔ کہ مسلمان ایسی ہڈی ہیں۔ جو ہندوؤں کے گلے میں ہڈی بن کر اٹک گئے ہیں۔ اب یہ ہڈی نہ اندر جاتی ہے۔ نہ باہر نکل سکتی ہے۔

مسلمانوں کی یہ بڑی تعداد تبلیغ کا ثمرہ ہے۔ باہر سے کتنے مسلمان... یہاں آئے زیادہ سے زیادہ دو تین چار یا پانچ لاکھ کہ لو۔ مگر آج یہ دس کروڑ ہو گئے ہیں۔ یہ سب علماء کی کوششوں اور اسلام کی حقانیت اور سچائی سے مسلمان ہوئے ہیں۔

کیا اسلام بزور شمشیر پھیلا؟

بادشاہوں نے کبھی تبلیغی مشن قائم نہیں کئے۔ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔ میں نہیں کہتا۔ یورپین مصنفین لکھتے ہیں۔ مسٹر آرنلڈ نے لکھا ہے۔ کہ اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلتا۔ تو دہلی کے نواح میں مسلمان سو فیصدی

اور غیر مسلم ۸۶ فیصدی نہ ہوتے۔ دہلی شاہان اسلام کا مرکز تھا۔ اگر ان کی تلوار کی دھار سے اسلام پھیلتا۔ تو دہلی اور یو۔ پی میں ۱۰۰ فیصدی مسلم آبادی ہونی چاہیئے تھی۔ نہ کہ سلہٹ اور بنگال کے مرکز سے دور افتادہ علاقہ جات میں ۸۰ - ۹۰ فیصدی مسلمان ہوتے۔

الغرض شاہان اسلام نے کبھی اس کے لئے تلوار کے استعمال کی اجازت نہیں دی۔ ہاں صداقت، حقانیت اور نیکی کی تلوار، حکمت و دلیل اور برہان کی تلوار سے بہت لوگ مسخر کئے گئے۔

غالباً مسٹر آرنلڈ لکھتے ہیں۔ کہ ترکی میں ایک دفعہ تین ہزار خاندان بیک وقت مسلمان ہوئے۔ یہ حقانیت اور سچائی کی تلوار سے ہی مسلمان ہوئے۔ اولیاء اللہ نے لاکھوں بندگان خدا کو مسلمان بنایا۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز کی تبلیغ و توجہ سے لاکھوں مسلمان ہوئے۔ اسی طرح شیخ داؤد چشتی اور دوسرے اکابر اولیاء کے دم قدم سے بہت سے لوگ اسلام کی دولت سے بہرہ یاب ہوئے۔ ہندوستان میں تو اسلام اہل اللہ اور علماء کی کوششوں ہی سے پھیلا۔ بادشاہ تو عموماً آپس میں ہی لڑتے رہے۔ انہوں نے کوئی مشن قائم نہیں کیا۔

تزک جہانگیری میں صریح ہدایت بادشاہ کی منقول ہے۔ کہ دین کے معاملہ میں کسی پر جبر نہ کیا جائے۔ خود قرآن میں مذکور ہے۔ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ تو جبر و تشدد سے منع کیا جاتا ہے۔ مردم شماری کی رپورٹیں دیکھ لو ۱۸۷۱ء میں جب کہ یہاں مسلمانوں کی حکومت تھی۔ پانچ اور چھ کروڑ کے درمیان بمشکل مسلمانوں کی تعداد تھی۔ یہ تعداد آج دس کروڑ ہو گئی۔ آج کہاں مسلمانوں کی

بادشاہت اور تلوار کا زور ہے ؟

تمہارے اسلاف نے اسلام پھیلایا تھا۔ تمہارا فریضہ بھی یہی ہے۔ اسلام کی اشاعت۔ امن وامان کا قیام ملک کی آزادی۔ یہ سب تمہارا فرض ہے۔ انگریز نے ہم سے ہندوستان لیا تھا۔ اسی لیئے ہمیں ہی اس سے اپنا ملک واپس لینا چاہیئے۔

غیر مسلم دوستوں کو کھرا جواب

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ تم غیر ملکی ہو۔ تم ہندوستان سے نکل جاؤ۔ ان سے کہہ دو۔ کہ یہ غلط ہے ہندوستان تو ہر حیثیت سے مسلمان کا وطن ہے تاریخی حیثیت سے دیکھ لو۔ حضرت آدم علیہ السلام کہاں اترے تھے؟ اسی ہندوستان میں! مذہبی حیثیت سے دیکھو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔ کہ ہندوستان میں کئی انبیاء علیہم السلام کی قبور مبارکہ ہیں۔

مسلمان یہاں آئے۔ مگر انگریز کی طرح نہیں۔ کہ لوٹ کھسوٹ کر پھر انگلستان چلے جائیں۔ انہوں نے تو ہندوستان کو اقامت گاہ بنا لیا۔ یہ صرف زندگی ہی میں نہیں۔ مرنے کے بعد بھی ہندوستان کو لے کر بیٹھا ہے مسلمان عقیدہ رکھتا ہے۔ کہ مرنے کے بعد اسی جگہ کی مٹی سے اٹھوں گا اور جنت میں جاؤں گا۔ تو میرا تعلق ہندوستان سے نہ قیامت تک ہے۔ بلکہ قیامت کے بعد بھی ہے۔ ہندو صرف زندگی میں ہندوستانی ہے۔ مرنے کے بعد خدا جانے وہ گھاس پھوس یا کسی جانور کے قالب میں داخل جائے۔ یا چڑیل یا شالن بن جائے۔

مگر مسلمان تو مرنے کے بعد زندگی سے زیادہ جگہ لے کر ہندوستان

میں بیٹھ جاتا ہے۔ جیتے جی دو فٹ جگہ لیتا ہے۔ تو مرنے کے بعد چھ فٹ کی قبر بنتی ہے۔ پھر کسی مسلمان کے باپ یا بھائی کی قبر کو ہاتھ تو لگا کر دیکھو۔ کہ وہ مرنے مارنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ بخلاف اس کے ہندو کی راکھ بھی ہندوستان میں نہیں رہتی گنگا اسے بہا کر خلیج بنگال میں پھینک دیتی ہے۔

بہر حال ہندوستان مسلمان کا وطن ہے۔ اور مسلمانوں کا فرض اولین ہے۔ کہ ہندوستان کو آزاد کرانے کے لئے سب سے زیادہ جدوجہد کریں۔ ہندو کو غلامی سے اتنا نقصان نہیں جتنا مسلمان کو ہے۔ اسی ہندوستان کے لئے تمام عالم اسلامی کو برباد کیا جاتا ہے۔ شعائر اسلامی برباد کئے جا رہے ہیں۔

افسوس! کہ آج مسلمان بزدل ہے۔ محمد بن قاسم ۱۷-۱۸ برس کا نوجوان چند ہزار کی جمعیت لے کر کروڑوں پر حملہ کر دیتا ہے۔ اور فتح پاتا ہے۔ مگر آج تم ڈرتے ہو۔ کہ انگریز کا سایہ چلا گیا۔ تو زندگی ممکن نہیں۔ آج تم پاکستان، پاکستان کا نعرہ لگاتے ہو۔ مگر قربانی اور نکر لینے کے لئے تیار نہیں ہو۔ کوئی قوم باتیں بنانے سے کامیاب نہیں ہوتی صرف باتوں سے پاکستان نہیں بنے گا۔ پاکستان بنانا منظور ہے۔ تو اس کے لئے بھی کچھ کام تو کرو۔

خیر میں دور چلا گیا۔ یہ اسٹیج اس قسم کی باتوں کا نہیں ہے۔ مولوی نور الحسن نے شروع میں کہہ دیا تھا۔ کہ یہ بالکل غیر سیاسی اور خالص دینی تبلیغی سٹیج ہے۔ بہر حال تبلیغ دین ہم سب کا فرض ہے۔ اسلام دنیا بھر کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اور ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ اسے ہر جگہ پہنچائے

حضورؐ کا ارشاد ہے بَلِّغُوا عَنِّی وَلَوْ آیَۃً۔ تو ہمیں ہر حیثیت سے ہندوستان میں اسلام کا کام کرنا چاہیئے۔ مگر صلح سے، محبت سے، پریم سے کام نہ کروگے۔ تو کامیابی مشکل ہے۔ آج اسلام پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں۔ ان سب کا جواب دو۔ مگر میٹھے طریقے سے مخالف کے اعتراضات کا جواب دینا چاہیئے۔ جواب دو، منظم طریقہ سے جواب دو۔ مناظرہ کا جواب مناظرہ ہے۔ اخباروں کا جواب اخباروں سے، پمفلٹوں کا جواب پمفلٹوں سے، تحریر کا جواب تحریر سے تقریر کا جواب تقریر سے دو۔ مگر جواب میٹھا اور شیریں ہونا چاہیئے۔

آنحضرتؐ کی عادت مبارک تھی۔ کہ کسی کا نام تک نہ لیتے تھے۔ کسی کی کوئی بات ناگوار ہوتی۔ تو عام الفاظ میں اس کی اصلاح فرما دیتے تھے اس کا نام خاص طور پر نہ لیتے تھے۔ تو تمہارا وظیفہ استاد و شاگرد، باپ اور بیٹے کا ہے۔ تم قوم کے پیچھے دوڑو۔ اصلاح کی ہر ممکن کوشش کرو۔ یہ تمہارا وظیفہ ہے۔

یہ تحریک ان مبارک مقاصد کو لے کر اٹھی ہے۔ خدا سے دعا کرتا ہوں۔ کہ اپنے فضل و کرم سے مرکز تنظیم اپنے مقاصد عالیہ میں کامیاب ہو۔ آمین!

("شہباز" لاہور ۲۹ جولائی ۴۵ھ)

پہلا سالانہ جلسہ

(۴)

۲۳۔ حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی کے ارشاداتِ گرامی

"مرکزِ تنظیم" کوئی فرقہ وارانہ ادارہ نہیں۔ اور نہ اسے یہ پوزیشن دینی چاہیئے۔ بلکہ اہل سنت والجماعت وہ جماعت ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے طریق عمل کی پابند ہے۔ اور اسی کا نام اسلام ہے یہ جماعت اعتدال اور توسط کا راستہ اختیار کرتی ہے۔ افراط و تفریط سے دور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو مخلوق کی ہدایت و اصلاح کے لئے رسالت و نبوت کا تمغہ دے کر مبعوث فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام کی اس ساری جماعت میں سے سب سے اعلیٰ، سب سے افضل، سب سے اشرف اور مکمل تر اور قیامت تک کے لئے دستور العمل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دستور العمل ہے۔ قولہ تعالیٰ:۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (آیہ) ہر مسلمان کا عقیدہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع اور مکمل قانون دے کر بھیجا گیا۔ آپ کی بعثت تمام روئے زمین کے

باشندوں کے لئے ہے۔ قولہ تعالیٰ تبارک الذی .... یکون للعالمین نذیرا ۔ الآیہ

قرآن تمام روئے زمین کے لئے اور قیامت تک کے لئے نہ صرف دینی، بلکہ دینی اور دنیوی فلاح کا کل قانون اور کامل ترین دستور العمل ہے ۔۔۔ اہل سنت کا یہی اصول ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ، یہ دو چیزیں قیامت تک کے لئے نجات کی کفیل ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کتاب اللہ کی تفسیر، شرح اور قرآن کی تفصیل ہے۔ پھر آنحضرتؐ کی زندگی کا عمل صحابہ کرامؓ کے اعمال زندگی سے ثابت و متحقق ہوتا ہے۔ نیز جو چیز باقی رہ گئی تھی، صحابہ کرامؓ نے اسے پورا کر دیا۔

غرض کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور عمل صحابہؓ کا اتباع اہل سنت کا مسلک و مذہب ہے ۔ اور یہی اسلام ہے ۔

تو یہ تنظیم اہل سنت، تنظیم المسلمین ہے ۔ اس میں کسی فرقہ کی دل آزاری نہیں ہے ۔ بلکہ انسان کو سیدھا راستہ دکھلانا ہے ۔ دنیا کو یہ بتلانا مقصود ہے ۔ کہ زندگی کی صحیح اور سیدھی شاہراہ پر کس طرح چل سکتے ہیں ۔ اس صراط مستقیم کی تبلیغ مقصود ہے ۔ یہ ہر مسلمان کا فرض ہے ۔ اس فرض کی ادائیگی میں ہر مسلمان ۔۔۔ یکساں طور پر اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہے ۔

میں منتظمین جلسہ اور محرکین تحریک سے عرض کروں گا ۔ کہ وہ مسلمانوں کی سرد مہری سے مایوس نہ ہوں مقصد نہایت صحیح ہے ۔ اس آسمانی ہدایت کی جو جناب رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عنایت فرمائی ہے ۔ تبلیغ و اشاعت مقصود ہے ۔ اگر اس وقت مسلمان اس میں

دلچسپی نہیں لیتے ۔ تو آپ مایوس نہ ہوں ۔ بلکہ الٹا اپنی مساعی کو دوچند کر دیں۔ اپنی ہر ممکن قوت اس نیک کام پر لگا دیں ۔ وقت آ لئے گا ۔ کہ مسلمان حقیقت حال کو سمجھیں گے ۔ اور آپ کے جلسوں میں تل دھرنے کو بھی جگہ نہ ہو گی ۔
آپ کا مقصد نہایت صحیح اور مبارک ہے خدا ئے برتر ہر مسلمان کو اس میں شرکت اور حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ! (زمیندار ۲۵/۳/۲۶)

ضروری درخواست

مرکز تنظیم سے جو آواز سال بھر سے اٹھ رہی تھی ۔ برادران اسلام نے دیکھ لیا ۔ کہ مخدوم العلماء مفتی اعظم حضرت علامہ دامت برکاتہم نے کس قدر زوردار الفاظ میں اس کی تائید و حمایت فرمائی ۔
حقیقت یہ ہے ۔ کہ فی وقت تنظیم المسلمین اور تبلیغ کا کام نہایت ضروری ہو رہا ہے ۔ جب کہ دوسرے فرقہ جات باطلہ پورے اور انتہائی زور کے ساتھ جماعت اہل سنت کی گمراہی کے درپے ہیں ۔ اور مسلمان بدستور غافل ہیں لہٰذا میں برادران اہل سنت سے پر زور درخواست کروں گا ۔ کہ وہ حضرت مدظلہ کے ارشادات کی تعمیل میں مرکز کی طرف متوجہ ہوں ۔ اپنے اپنے حلقہ اثر میں مقامی جماعتیں قائم کریں ۔ اپنی قربانیوں اور امدادوں سے ان کے بیت المال بھر دیں ۔ اب انفرادی خیراتوں کا زمانہ نہیں رہا ۔ ورنہ اس قدر عمل کافی ہو سکتا ہے ۔ کہ طعام پکا کر برادری میں یا چند غربا میں تقسیم کر کے سمجھ لیا جائے ۔ کہ بس کام اسی قدر ہے ۔ آپ اپنی جملہ خیراتیں اپنی مقامی

انجمنوں میں داخل کرکے ان کے فنڈز ہزاروں تک پہنچائیں۔ اسی سے مرکز کی بھی امداد کریں۔ اسی سے مقامی تبلیغی جلسے منعقد کرانے کا اہتمام کریں۔ اسی سے غریب اور ذہین طلبہ کی دینی دنیاوی تعلیم کا انتظام کریں۔ اسی کے ذریعے قوم کے اندر زندگی کا شعور پیدا کرائیں۔ اور اسی کے ذریعے مخالفین کے متعلق تردیدی لٹریچر مہیا کریں۔ (مہتمم مرکز) ("زمیندار" ۲۶ مئی ۴۵ء)

۲۴۔ مختصر کارروائی اجلاس معراج شریف

معزز خواتین کا مبارک اجتماع

۲۸ / جون: ۱۰ بجے صبح برکت علی اسلامیہ ہال میں بصدارت بیگم صاحبہ تصدق حسین ایم۔ ایل۔ اے خواتین لاہور کا تبلیغی اجلاس ہوا۔ جس میں اندرون لاہور باغبانپورہ اور لاہور چھاؤنی کی بہنوں نے شرکت کی۔

محترمہ بیگم صاحبہ محمد اسحاق نے تلاوت قرآن سے کارروائی کا آغاز فرمایا۔ عزیزہ افتخار النور اور مجیدہ خانم نے تقریر سے پہلے نعت رسول کریم پڑھی۔ بہن فتحیاب بیگم نے مختصر تقریر کی۔ اور بہن نسیم اختر نے سیرت رسول کریم پر مضمون پڑھا۔ اتباع سنت خصوصاً تبلیغ اسلام پر زور دیا۔ اور اس سلسلہ میں مرکز تنظیم کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے اس کے ساتھ اشتراک و تعاون کی دعوت دی۔

محترمہ بہن شوکت آرا (باغبانپورہ) نے ایک بسیط مضمون پڑھا جس میں مسلمانوں کی موجودہ سیاسی بیداری اور پولیٹیکل تنظیم و ترقی کے زمانہ میں ان کی دینی بے حسی

اور جمود پر اظہار افسوس کیا۔ موجودہ مسلمانوں خصوصاً عورتوں اور نوجوانوں کا اپنے اسلاف کے ساتھ مقابلہ کر کے آج کے دینی انحطاط کو واضح کیا۔ "یحییٰ فرشتہ" کی وحی اور محمدی بیگم کے ساتھ نکاح آسمانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہندوستانی "نبی" کی خانہ ساز نبوت کو بے نقاب کیا۔ اور اس فتنہ کی ذمہ داری مسلمانوں کے انتشار اور ملت کی بد نظمی اور لامرکزیت پر عائد کی۔ محترمہ بیگم صاحبہ مرزا محمد اسحاق نے اپنے ارشادات عالیہ سے بہنوں کو مستفیض فرمایا۔ آپ کے بعد محترمہ فاطمہ بیگم پرنسپل جناح گرلز کالج نے معراج شریف پر اظہار خیالات فرمایا۔ اور محترمہ بیگم صاحبہ تصدق حسین نے خطبہ صدارت ارشاد فرمایا۔ آخر میں بیگم صاحبہ محمد اسحاق انچارج شعبہ خواتین نے "مرکز تنظیم اہل سنت" کا تعارف کرتے ہوئے تحریک سے تعاون کی اپیل کی۔ اور محلہ وار مجالس تنظیم کے قیام کی دعوت دی۔ جس پر چند بہنوں نے لبیک کہتے ہوئے اپنے نام نوٹ کرا لیے۔

اجلاس میں چند مرزائی بہنوں نے بھی شرکت کی جنہیں محترمہ شوکت کے بیان سے کچھ صدمہ ہوا۔ ان بہنوں سے مجھے ہمدردی ہے۔ لیکن جن باتوں کا بہن صاحبہ نے ذکر فرمایا۔ اس سے انکار کون کر سکتا ہے۔ ان حقائق کے اظہار سے اگر مرزا صاحب کے کسی عقیدت کیش کو صدمہ پہنچتا ہے۔ تو اس کا علاج برافروختگی اور برہمگی نہیں۔ بلکہ مرزائیت سے توبہ اور مرزا صاحب سے بغاوت ہے۔ ایسے نبی کا کلمہ پڑھنا آخر کیا معنی رکھتا ہے جس کی زندگی کے مسلمہ حالات اور ناقابل انکار واقعات سے انسان چڑ جائے۔ میں ان بہنوں سے ہمدردانہ درخواست کرونگا۔ کہ وہ "احمدیت" پر نظر ثانی کریں۔ کیونکہ یہ کفر و اسلام کا سوال ہے۔ میں آخر میں تمام بہنوں خصوصاً صدر صاحبہ منتظمہ جلسہ محترمہ بیگم محمد اسحاق، محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ اور دیگر مقررین کے بہنوں کا شکر گزار ہوں۔

(تنظیم ۲۹ ۱۳)

۲۵۔ بیت المال

(از محترم المقام سردار احمد خان صاحب پتافی)

اسلام کی نظر میں بیت المال کی جو اہمیت ہے وہ محتاج بیان نہیں شارع علیہ السلام نے اسے ارکان اسلام میں بنیادی مقام عطا فرمایا ہے۔ اگر بیت المال کے بغیر اسلام کا نظام خلل پذیر نہ ہوتا۔ تو سرا زجمیت کے علمبردار جانشین رسول اس کی خاطر اصحاب رسول کی بے بہا جانیں میدان میں لڑا دینے کا فیصلہ نہ فرماتے۔ تاریخ شاہد ہے جب سے زکوٰۃ کا نظام مختل ہوا ملت اسلام کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا۔ دنیا نے یہ دردناک منظر دیکھ کر صدیق اکبرؓ کے فہم و فراست اور علم و ذہانت کی داد دی۔

بحمداللہ تحریک تنظیم بیت المال کی اہمیت سے غافل نہیں ہے۔ اور قیام بیت المال ہمارے جماعتی پروگرام کا پہلا قدم ہے۔ جہاں بھی انجمن تنظیم کی تشکیل ہوتی ہے وہاں اولین کام بیت المال کا قیام ہوتا ہے۔

بانی تحریک محترم سردار احمد خان صاحب پتافی نے اس موضوع پر اظہار خیال فرمایا ہے۔ امید کرتا ہوں۔ کہ قارئین کرام خصوصاً متفقین

تحریک محترم سردار صاحب کی اس درد مندانہ صدا کو اس غور اور توجہ سے
سنیں گے جس کی وہ مستحق ہے۔

(مہتمم مرکز)

جو صاحب کسی انجمن میں شامل ہو چکے ہیں ان کا پہلا کام یہ ہے۔ کہ وہ اپنے جملہ خیرات وصدقات کو "خیرات خور طبقہ" سے بچائیں۔ اور اسے انجمن کے بیت المال میں جمع کریں۔ یہ سرمایہ تبلیغ حقہ، تردید عقائد باطلہ اور مسلمانوں کو ہوشیار و بیدار کر کے ان کے اندر ذہنی و دماغی انقلاب پیدا کرنے میں خرچ ہوگا۔ ذہنی انقلاب اور دماغی اصلاح کی غرض کے بغیر اندھا دھند آوارہ طور پر خیراتیں دینا اور بانٹنا محض پیشہ ور گداگروں کی تعداد کو بڑھانا ہے۔ آج صورت یہ ہے۔ کہ جس کو ایک دفعہ کچھ دے دو۔ وہ اسے اپنا معمول بنا لیتا ہے۔ اور قرض خواہ کی طرح ایک مستقل محصل اور معمول دار بن جاتا ہے۔ آپ کی خیرات اگر کسی سے گداگری نہ چھڑا سکی۔ تو وہ خیرات کیا ہوئی۔ وہ تو گداگری کی ایک درسگاہ ٹھیری۔ محتاجوں اور معذوروں کے سوا کسی شخص کو خیرات دینے کا مقصد یہ ہونا چاہئے۔ کہ لینے والے کے قوٹے بیدار ہوں۔ اس کے گزارے کے وسائل مہیا ہو جائیں۔ اور اس سے سوال کی عادت چھوٹے۔ نہ یہ کہ ایک دفعہ خیرات لے کر ہمیشہ کے واسطے معاش کے رہے سہے وسائل بھی ترک کر کے مستقل گداگر بن جائے۔

صدقات کا غلط مصرف :۔ اس وقت ہماری خیرات نے چھوٹے

چھوٹے سوالیوں کے علاوہ بڑے بڑے خاندانوں کو بے کار اور نکما کر دیا ہے جن کی نگاہ آٹھوں پہر اور بارہ مہینے ہماری خیرات اور نذر و نیاز پر لگی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ شادی کریں۔ تو وہ امیدوار، موت واقع ہو تو وہ حقدار۔ بھانڈہ بستر، نقد اور زیور، زمین اور جانور تک نہ چھوڑیں۔ اور غضب یہ ہے کہ ان کی اپنی شادی غمی ہو۔ تو بھی ہم سے طالب امداد ہوں۔ کسی رسم کی پابندی میں اگر کسی کو کچھ دیں گے۔ تو دس گنا لے کر اٹھیں گے۔ الغرض ہماری خیرات آج کل بڑے گناہوں اور عظیم نقصانات کا سرچشمہ اور ذریعہ بنی ہوئی ہے۔

دیکھو! خیرات کا بڑا حصہ نذر نیاز، منت منوتی کے رنگ میں ضائع اور برباد ہو رہا ہے۔ دوسرا بڑا حصہ پکے ہوئے طعام کی صورت میں باہمی اور رسمی لین دین کے طور پر آپس میں بانٹ لیا جاتا ہے۔ یا چوراہے پر یا مسجد میں آتے جاتے اور راہ چلتے لوگوں میں مستحق اور غیر مستحق کی تمیز کے بغیر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس قسم کی چیزیں کھلانے والے تو کار خیر سمجھتے ہی ہیں۔ لیکن ستم یہ ہے۔ کہ کھانے والے بھی ایسی چیزوں کا کھا جانا کار ثواب سمجھتے ہیں۔ اور یہ خرابی یوں واقع ہوئی۔ کہ نذر و نیاز اور اوراحی خیراتیں وصول کرنے والے طبقے نے ایک دستور یہ بنا رکھا ہے۔ کہ مریدوں سے وصول شدہ مال کے کچھ حصہ کا طعام پکا کر لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اس مسئلہ سے ایک جدید مسئلہ رائج ہو گیا ہے۔ کہ "ایسے طعام کو حاصل کرنا اور کھا جانا بھی کار ثواب ہے"۔

وہابی۔ اس غلط عقیدے نے لوگوں کا رہا سہا اخلاق بھی تباہ کر دیا ہے۔ لڑ جھگڑ کر، دھکے کھا کر بلکہ پگڑی اتروا کر بھی اس قسم کی خیرات حاصل کرتے ہیں

لوگ شرم محسوس نہیں کرتے۔ اور خیرات کھا جانے کا چسکا اب اس حد تک بڑھ چکا ہے۔ کہ جہاں سے بھی خیرات کی بو خوشبو آئے وہاں لوگ مستحقین کا حق مار کر غیرت وحمیت کو خیرباد کہہ کر بخیال خود ثواب حاصل کرنے کے لئے بری طرح ٹوٹ پڑتے ہیں۔ تاکہ خیرات بھی کھائیں اور ثواب بھی کمائیں الغرض لوگ ثواب کمانے کے اس قدر عادی ہو چکے ہیں۔ کہ جس اجتماع میں دیگیں نہ پکیں۔ وہ اجتماع ہی پھیکا رہتا ہے۔ جو شخص غرباء و مساکین کے حق کو نگاہ رکھ کر خیرات کھانے سے قدرے پرہیز کرے۔ الٹا اسے "وہابی" کہا جاتا ہے۔

المناک نتائج۔ آپ غور کریں گے۔ تو معلوم ہو گا۔ کہ اول تو خیرات وصدقات اور نذر ونیاز کی اس لوٹ مار کے باعث بیت المال اور قومی فنڈ بننے میں نہیں آتے۔ اور قوم کی کمر ٹوٹ رہی ہے۔ دوسرے طعام کے چسکے میں عوام بلکہ خواص تک کا اخلاق بگڑ چکا ہے۔ حالانکہ خیرات کا کھا جانا کوئی اچھا فعل نہیں ہے۔ بلکہ ماحاامکان اس سے بچنا اور دور بھاگنا چاہئے۔ تاکہ مستحق لوگ اس سے محروم نہ رہیں۔ اگر کہیں وعظ نصیحت کی مجلس میں ازیں گونہ کھانا کھلانے کا انتظام کیا جائے۔ تو عوام کی اخلاقی حالت اس قدر خراب ہو چکی ہے۔ کہ ان کی دلچسپی محض کھانے پینے تک ہی محدود رہ جاتی ہے۔ اور کھانا کھا چکنے کے بعد مجمع قلیل رہ جاتا ہے۔ اور باقی لوگ جو بچ جاتے ہیں۔ وہ بھی چونکہ زیادہ "ثواب" حاصل کرنے کی خاطر پرخوری کر چکے ہوتے ہیں۔ لہٰذا تقریروں کے دوران میں یا تو سو جاتے ہیں یا اونگھتے ہی رہتے ہیں۔ جہاں جہاں انجمنیں قائم ہوں ان پر لازم ہے۔ کہ خیرات وصدقات کھانے کو کار ثواب سمجھنے کی شدی

ذہنیت کو تبدیل کریں۔ عوام میں خودداری، غیرت، صبر و قناعت کا احیا کریں تاکہ لوگوں سے طمع اور لالچ کی عادت چھوٹے۔ اور اس کی بجائے خود اعتمادی استغناء، ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا ہو۔ اور خیرات صدقات کا رخ بیت المال کی طرف پھرے۔ لوگوں میں تحفہ تحائف اور خیرات صدقات کی تمیز پیدا کریں۔ تحفہ اور ہدیہ دوستوں رشتہ داروں اور برادری میں تقسیم ہو سکتا ہے۔ لیکن صدقات و خیرات کا مصرف صرف بیت المال ہی ہے۔ ہمارے ملک میں اغیار کی جو جماعتیں فی وقت منظم اور ترقی یافتہ ہیں۔ ان کی ترقی کا یہی ایک راز ہے۔ کہ انہوں نے قومی اور جماعتی خیراتوں کو "پیشہ ور خیرات خور طبقہ" سے بچایا۔ اور انہیں من و عن جماعت کے فنڈ میں منتقل کر دیا۔ ان کے بالمقابل ہماری خیرات کسی سے کم نہیں۔ لیکن وہ محض بے محل، بے ٹھکانہ اور بے نشان ہو کر ضائع ہو رہی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہماری قوم اس قدر داد و دہش کے باوجود روز بروز پستی کے گڑھے میں گرتی چلی جا رہی ہے۔

بیت المال۔ یاد رکھو! ہمارے بیت المال اٹھیں گے تو قوم اٹھے گی۔ خیرات منظم ہو گی تو قوم منظم ہو گی۔ ہمارے انتشار کا ایک بہت بڑا سبب یہی ہے کہ ہماری خیرات منتشر ہے۔ لہذا اکرامیہ کو عرض کیا جاتا ہے کہ فضول اور آوارہ زندگی کی بجائے انجمنیں بناؤ۔ اور ان کے ممبر بنو۔ خیرات، صدقات، نذر نیاز عشر و زکوٰۃ، شادی غمی، موت فوت، ایصال ثواب، یہ سب ادا کرو اور دیگر کار خیر انہیں سب دو۔ اور دل کھول کر دو۔ مگر بات صرف اس قدر ہے۔ کہ اپنی انجمن کے بیت المال میں دو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جواب دہ اور دیگر اقوام کے بالمقابل ذلیل و رسوا ہو گے۔

یہ کوئی ایسی ویسی تجویز نہیں ہے۔ بلکہ ایک بہت بڑا انقلاب آور کام ہے جس پر ہمارے عروج وزوال کا دار و مدار ہے۔ اس تحریک کے اجراء پر صدقہ و خیرات کھانے والا چھوٹا بڑا سارا طبقہ چونک کر بری طرح تمہارے پیچھے پڑے گا۔ طرح طرح کے فتوے دئیے جائیں گے۔ بڑی بڑی... بددعائیں دی جائیں گی۔ جو انشاء اللہ دعاؤں کا کام دیں گی۔

دیکھئے! ہم کیا برا کر رہے ہیں۔ بس یہی نا! کہ اس وقت جب ہمارے پاس نہ کوئی خراج ہے۔ نہ ٹیکس۔ لے دے کر صرف یہی ہاتھ کی میل یعنی یہی صدقات و خیرات ہیں۔ مگر ان کو بھی نذر نیاز، منت منوتی کے رنگ میں کھو بیٹھیں۔ تو فرمائیے! کہ اشاعت اسلام اور قومی بیداری کے لئے آپ کہاں سے سرمایہ مہیا کریں گے۔ بس ہم اس میل کچیل یعنی خیرات صدقات، نذر نیاز کی جملہ اقسام کو منظم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اسی صورت میں۔ کہ ہر مقامی جماعت یا انجمن اپنی خیرات اپنے بیت المال میں جمع کرے۔ پھر اپنے حلقہ کی اسد ہار، ابھار اور مسلمانوں کی دینی، دنیوی تعلیم، صنعت و تجارت کی ترغیب، تبلیغ اسلام اور تردید فرقہ جات باطلہ پر خرچ کرے۔ اور مسلمانوں میں جماعتی اور بین الاقوامی شعور پیدا کرے۔ جونہی یہ شعور پیدا ہو گا۔ وہ خود بخود اپنے معاملات سنبھال لیں گے۔ بس مشکل اسی وقت تک ہے۔ جب تک کہ جماعت اہل سنت اپنے مکان و امکان سے ناواقف سیچی مگر کڑوی بات۔ آخر میں ہم تعویذ گنڈے دے کر نذر نیاز وصول کرنے والے، شادی غمی، موت وفوت کی خیراتیں لینے والے حضرات کی خدمت میں التماس کرتے ہیں۔ کہ دیکھو! قوم کی ہڈیاں چچوڑی جا چکی ہیں۔ قوم

نڈھال اور تباہ ہو چکی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کے واسطے قوم کا پیچھا چھوڑ دیں اور قوم کی خیراتیں بیت المال میں جمع ہونے دیں۔ آپ خود انجمنوں میں کام کریں اور انجمنوں سے اپنا مناسب حق الخدمت بھی لیں۔ لیکن خدارا کام میں روڑے نہ اٹکائیں۔

غور کیجیے کہ باقی قومیں کہاں سے کہاں تک پہنچ چکی ہیں۔ اور آپ نے اپنی قوم کو کن خرافات میں مشغول کر رکھا ہے۔ قوم نہ رہی تو آپ بھی نہ رہ سکیں گے۔ آؤ مل کر قوم کو بیدار کریں۔ فرقہ جات باطلہ کی تردید کریں۔ خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و احکام کی تبلیغ کریں۔ قوم میں تعلیم پھیلائیں۔ تجارت کی ترغیب دیں۔ قوم کو دیگر فرقہ جات کے بالمقابل ایک فائق مرتبہ پر پہنچانے کی کوشش کریں۔

کیا آپ کو یہ پروگرام صرف اس لئے ناپسند ہے۔ کہ ذاتی طور پر آپ خسارہ میں رہیں گے۔ دیکھئے اس عظیم الشان کام کے بالمقابل آپ کی غرض کس قدر دنی اور کس قدر حقیر اور کس قدر ذلیل ہے۔ خدا آپ کو حق سننے سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

("زمزم" ۱۹۵۰ء)

۲۶ - بیت المال

زکوٰۃ و صدقات کا رخ بدلو!

غلط مصارف! غلط نتائج!

(از مہتمم مرکز تنظیم اہل سنت)

(۱)

ترسم کہ بکعبہ نہ رسی اے اعرابی
کایں راہ کہ تو مے روی بترکستان است!

زوال آشنا اور رو بہ تنزل قوم لاکھ جامد و بے عمل سہی! مگر پھر بھی اس میں لاکھوں افراد ایسے ہوتے ہیں۔ جو فرائض و واجبات سے گزر کر نوافل و مستحبات تک کے عامل و پابند ہوتے ہیں۔ تعجب ہے کہ یہ فعال عنصر اور یہ متحرک طبقہ قوم کی کشتی کو نذر دریا ہونے سے کیوں نہیں بچاتا - بات یہ ہے کہ اعمال و افعال کا جو بت ہم دیکھتے ہیں یہ صرف بت ہوتا ہے - بے جان بت! جب ہمیں ملکہ وکٹوریہ یا لارڈ لارنس کا بت دیکھ کر کبھی حیرت نہیں ہوتی کہ یہ کیوں حرکت نہیں کرتا - چلتا پھرتا، بولتا چالتا، کھاتا پیتا کیوں نہیں؟ تو اس پر کیوں تحیر و تعجب ہوتا ہے۔ کہ بے روح اعمال اور بے جان افعال کیوں نتیجہ خیز اور انقلاب انگیز نہیں ہوتے - انقلاب آفریں چیز تو دراصل لطیف روح ہے - کثیف جسم نہیں! جس طرح جسد بے روح بے کار و بے فائدہ، بلکہ

وبالِ جان اور ضرر رساں ہے۔ اسی طرح عمل بے جان نہ صرف مفید اور نتیجہ خیز نہیں۔ بلکہ الٹا خطرناک اور ہلاکت آفریں ہے۔

آج بدنصیب ملت اسلام جمود و مادیت اور بے عملی و تعطل کے نشہ میں جس قدر مخمور و سرشار ہے۔ پھر بھی لاکھوں فرزندان توحید ارکان اسلام پر دیانت اور نیک نیتی، سختی اور پابندی سے عمل پیرا ہیں۔ مگر چونکہ ان اعمال و ارکان میں روح اور جان نہیں اس لئے فلاح قوم کے بہترین اصول اور عروج ملت کے عمدہ سے عمدہ قواعد بھی صحیح اثرات و نتائج پیدا نہیں کرتے۔

زکوٰۃ۔ غور فرمائیے! دین فطرت نے قوم کی ملی و جماعتی ضروریات اور شخصی و انفرادی مشکلات کا مسئلہ کس خوبی و کامیابی سے حل کیا۔ سوشلزم، کمیونزم اور بالشویزم نے بھی تقسیم دولت کے جابرانہ و قاہرانہ پروگرام اور رسوائے عالم نامنصفانہ نظریات ایجاد کئے۔ مگر ؎

"مریض پیٹ" پہ رحمت خدا کی مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

عوام الناس کو روٹی ملی، نہ اضطراب و بے چینی رفع ہوئی! مگر اے اسلام! تیری صداقت، تیرے اصولوں کی حقانیت پر سو جان سے قربان جائیے! اگر دنیا کو چین و آرام، سکون و اطمینان، فراغت و فراخی اور آسودگی و فارغ البالی نصیب ہوئی تو تیرے قدموں کی برکت سے۔ تیرے اقتصادی نظام کے اجراء و نفاذ کے وقت، دنیا گواہ ہے، تاریخ شاہد ہے۔ کہ فاروق اعظم اور عثمان ذی شان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں بیت المال، مال و دولت سے معمور ہو گئے۔ دینے والے ڈھونڈتے پھرتے تھے۔ مگر لینے والا کہاں؟ ایک

بھی نظر نہ آتا تھا۔ قوم کی قوم غنی و متمول ہو گئی۔ تمام مجلسی و ذاتی ضروریات پوری ہو گئیں۔ نہ کوئی جماعتی حاجت باقی رہی نہ شخصی ضرورت! آج وہی زکوٰۃ ہے۔ اور وہی زکوٰۃ گذار۔ مگر چونکہ جان نہیں اس لیئے نہ جماعتی کام چلتے ہیں نہ شخصی اغراض پوری ہوتی ہیں۔ قوم میں فقر و افلاس کا خاتمہ تو کجا ناداری و فاقہ مستی بڑھ رہی ہے۔ گداگروں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہے۔ بجائے اس کے۔ کہ ہمارے صدقات گداگر کو "کما کر کھانے والا" بناتے "کما کر کھانے والوں" کو گداگر بنا رہے ہیں، گلی کوچہ، دربدر پھرنے والے ہٹے کٹے سائلوں سے لے کر بڑے بڑے اونچے "دوکان دار" "خالی دوکان" میں ہماری جیب پر نظر جمائے بیٹھے ہیں۔ صدقات و خیرات کے غلط مفہوم اور بے جا مصرف نے قوم کا اخلاق اس قدر پست اور ذہنیت اس درجہ مسخ کر دی ہے۔ کہ لوگ "دینے" کی بجائے "لینے" اور "کھلانے" کی بجائے "کھانے" کو کار خیر سمجھتے ہیں۔ "لینے والا ہاتھ" دینے والے سے بہتر اور نیچے والا ہاتھ اوپر والے سے برتر مانا جاتا ہے۔ جہاں کہیں کوئی خیرات ہو، عوام لڑ بھڑ کر پگڑی اتروا کر بھی ایک دو نوالے بہر حال کھاتے ہیں، گویا ثواب کماتے ہیں۔ شخصی کیرکٹر یوں تباہ ہوا۔ اخلاق، خودداری غیرت و حمیت اور عزت نفس کا یوں دیوالہ نکلا۔ مگر اس سے بھی دوسرا بڑا نقصان یہ ہوا کہ:۔

بیت المال نہ رہا۔ یہ غلط تقسیم یہ بیجا مصرف "بیت المال" کا دشمن جان ہے۔ اور جب تک صدقات خیرات منظم ہو کر بیت المال میں نہ آئیں گی۔ ہماری قومی زندگی ذلیل و خوار رہے گی۔

اغیار کی تنظیم اور ترقی کا راز:۔ دوسری قوموں اور منظم جماعتوں کی ترقی

کا راز اسی قومی فنڈ میں مضمر ہے۔ ان کے منہ پر رونق و شگفتگی اور سرخی و تروتازگی بیت المال کے خون سے ہے۔

ہندوؤں نے بذریعہ لیکچر اور قومی صدقات کا رخ پیشہ ور، کام چور خیرات خور طبقہ سے موڑ کر قومی فنڈ کی طرف کر دیا۔ آج جو بھی دامن لے کر نکلتا ہے۔ قومی فنڈ کا رخ کرتا ہے۔ کیا اسے گلی کوچہ میں کوئی یتیم نہیں ملتا؟ ملتا ہے۔ اس کے پڑوس میں کوئی بیوہ نہیں رہتی؟ رہتی ہے۔ مگر وہ سب سے منہ موڑ کر، سب کو اپنے حال پر چھوڑ کر سبھا اور سماج کے دفتر کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے۔ آج خود سماج یتیم ہے۔ آج سبھا بیوہ ہے۔ وہ قوم کی حیات پر افراد کی زلیست کو بخوشی قربان کر دیتا ہے۔ وہ مہنتوں، بھگتوں اور برہمنوں کو ایک پیسہ دینے کا بمشکل روادار ہوتا ہے۔ مگر قومی فنڈ کے لئے صرف گوسوامی گنیش دت جی کو تین ماہ کی قلیل مدت میں چھ سات لاکھ روپیہ دے دیتا ہے۔ لاہور کے اعلاش میں ایک لاکھ پانچ ہزار روپیہ پیش کر دیتا ہے (ویر بھارت ۲۴ ھ ۵) اب سکھوں کو لیجئے! سکھوں نے تو مہنتوں سے ڈٹ کر، مار کٹائی اور ہنگامہ آرائی کے بعد آئینی طور پر قومی آمدنی کو حرام خور افراد کی جیب سے "قومی فنڈ" میں منتقل کر لیا ہے۔ انہوں نے پیشہ ور خیرات خور افراد کی گردن پر بے دریغ چھری رکھ کر قوم کو بچا لیا۔

مگر ہم! افراد کی خوش حالی اور تعیش کے بقا کے لئے ملت کو موت کے گھاٹ اتارنے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے۔ مانو نہ مانو مگر سن لو اور یاد رکھو! جب تک ہماری زکوٰۃ، ہماری خیرات منتظم نہ ہوگی قوم نہ اٹھے گی۔ جب تک

بیت المال نہ بنے گا۔ کام نہ چلے گا۔ اگر بیت المال کے بغیر قوم زندہ رہتی ۔ اگر انفرادی طور پر تقسیم زکوٰۃ سے ملت کی رگ جاں نہ کٹتی۔ تو امت کے محسن اعظم، صدیق اکبرؓ مشکل ترین اوقات میں، ناسازگار حالات میں۔ اجلہ صحابہؓ کی ناموافقت کے باوجود سب سے پہلے ایسے لوگوں کے خلاف علم جہاد بلند نہ فرماتے۔ اسرار نبوت کے راز دار اور انوار رسالت کے آئینہ دار کی نظر وہاں پہنچی جہاں کسی کی نظر نہ پہنچی۔ آپ کی بصیرت اور آپ کے علم و حکمت پر قربان جائیے۔ بیک نظر آپ نے دیکھ لیا۔ کہ آج صدقات منتشر ہوتے ہیں۔ تو قوم منتشر ہوتی ہیں۔ اگر زکوٰۃ گھر گھر بٹتی ہے۔ تو ملت کا گھر لٹتا ہے۔ شیرازہ امت بکھرتا ہے۔ اگر بیت المال مضبوط نہیں۔ تو اسلام کی بنیادیں آج متزلزل ہوتی ہیں۔

ملت اسلامیہ کی موجودہ بدبختی و پستی کے اسباب و وجوہ میں ایک اہم سبب اور ایک بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ ہمارے صدقات کا مصرف قوم و ملت نہیں۔ کھاتے پیتے موٹے تازے اشخاص و افراد ہیں۔ قوم نڈھال اور خستہ حال ہے۔ مگر اسے کوئی نہیں پوچھتا۔ تبلیغی مرکز کا تو خیر سے وجود ہی عنقا ہے۔ تعلیمی اداروں اور سیاسی جماعتوں کا حال ملاحظہ فرمائیے سب قوم کی جان کو رو رہے ہیں۔ بیت المال نہ ہونے کے باعث دم توڑ رہے ہیں۔ سراپا ایثار چودھری افضل حق مرحوم اگر بیوی کا زیور بیچ کر دفتر کا کرایہ ادا کرتے ہیں۔ تو حضرت مولانا محمد طیب صاحب کابل کی گلیوں کی خاک چھان کر ملازمین دارالعلوم کو تنخواہیں دیتے ہیں۔ کوئی نہیں جو مخلص قومی کارکنوں کی حالت زار پر رحم کرے۔ کوئی نہیں، جو یتیم قوم

بے کس ملت اور غریب اسلام پر ترس کھائیے۔ ہم میں کوئی جگل کشور برلا ہے نہ باوا گورمکھ سنگھ، مہاراجہ محمود آباد ہے نہ سر ظفر اللہ خاں۔

تشکیل جماعت۔ یاد رکھو! مرکز تنظیم اہل سنت صرف تبلیغی ادارہ نہیں کہ اس کی سرگرمیاں وعظ و تقریر یا دعوت و تبلیغ اور نصیحت و موعظت تک محدود ہوں، یہ مرکز تنظیم ہے۔ اس کا اولین فرض آوارہ قوم اور منتشر و منتشر افراد کو منظم کرنا، ایک مرکز پر لانا ہے۔ اس کا پہلا کام شہر بشہر، قصبہ بہ قصبہ قریہ بہ قریہ جماعتوں کی تشکیل ہے۔

قیام بیت المال۔ جہاں کہیں جماعت بن جائے وہاں اس کا پہلا کام بیت المال کا قیام ہے۔ پہلا قدم زکوٰۃ و صدقات کی تنظیم ہے۔ کوشش کی جائے کہ ایک پیسہ بلکہ ایک خیرات نور طبقہ کے پاس نہ جائے۔ اراکین انجمن اپنے حلقہ اثر سے تمام زکوٰۃ و خیرات انجمن کے بیت المال میں جمع کریں جو باہمی صلاح و مشورہ سے جائز مصارف اور اہم مقاصد پر خرچ ہو گا (مرتب)

مذاہب باطلہ

خصوصاً تردید مرزائیت کے متعلق لٹریچر ملنے کا

پتہ

مکتبہ اہل سنت، نور محلہ، لاہور

۲۷۔ بیت المال

زکوٰۃ و صدقات کا رخ بدلو!

آنکھیں کھول کر اغیار کے قومی فنڈ دیکھو!

(از مہتمم مرکز تنظیم اہل سنت)

(۲)

خروس اور شہباز سب اوج پر ہیں
مگر ایک ہم ہیں۔ کہ بے بال و پر ہیں

مردم شماری کے حسب ذیل اعداد و شمار سے معلوم ہوگا۔ کہ وہ اسلام جو آندھی اور سمندر کی تلاطم خیز موجوں کی طرح اطراف عالم میں بڑھتا چلا آرہا تھا۔ روز روز پسماندہ ہوا جاتا ہے۔ اور دیگر مذاہب روز افزوں ترقی پذیر ہیں:۔

اقوام	سنہ ۱۹۰۱ء	سنہ ۱۹۱۱ء	سنہ ۱۹۲۱ء	اضافہ فیصدی سنہ ۱۹۰۱ء سے سنہ ۱۹۱۱ء تک	اضافہ فیصدی سنہ ۱۹۱۱ء سے سنہ ۱۹۲۱ء تک
مسلمان	۶۲۴۵۸۰۷۷	۶۶۶۴۷۲۹۹	۶۸۷۳۵۴۳۲	۶٫۷	۳٫۱
عیسائی	۲۹ لاکھ	۳۸ لاکھ	۴۷۵۴۰۶۴	۳۲٫۴	۲۲٫۷
آریہ	۹۲ ہزار	۲ لاکھ ۴۳ ہزار	۴۶۷۵۷۸	۱۶۳٫۴	۹۲٫۴

اسی پر بس نہیں، ابھی سنئیے! اور جگر تھام کر سنئیے!

فتنۂ ارتداد: ۔ کس قدر قلق انگیز اور اضطراب آفریں ہے یہ حقیقت!
مگر ہے حقیقت!! کہ دنیا کو دعوت ایمان دینے والے اور دامن اسلام میں
لانے والا مسلمان آج خود مرتد ہوا جاتا ہے۔ کس درجہ دردناک اور الم
انگیز ہے یہ صورت حال۔ کہ رشد و ہدایت کا پیغمبر خود کفر و ضلالت میں پھنس گیا
ہے۔ کتنے روح فرسا اور رنجدہ ہیں یہ واقعات! کہ الجزائر کے پچاس ہزار
مسلمان عیسائی ہو گئے۔ شردھانند نے بیس لاکھ مسلمانوں کو مرتد کیا۔
(انگلش مین ۵ / ۲ دسمبر ۱۹۲۶ء) اور مہاسبھا نے ۱۹۲۷ء تک صرف ایک صوبہ
بنگال میں پچاس ہزار فرزندانِ توحید کو ہندو بنایا۔ (ہمدم ۲۸ مئی ۱۹۲۷ء)
اب سوال یہ ہے۔ کہ اسلام جو دین فطرت ہے۔ جس کے اصول و عقائد
عالمگیر، اعلیٰ و ارفع اور عقل و طبیعت کے موافق ہیں۔ وہ کیوں اس قدر پیچھے
رہا جاتا ہے؟ اور وہ مذاہب باطلہ جن کے اصول و مبادی قطعاً غیر فطری،
نامعقول اور انتہائی لچر اور فضول ہیں۔ کیوں آگے بڑھے چلے جاتے ہیں
میں اس کا جواب عرض کرنے کے لئے قارئین کو تھوڑی دیر کے لئے
واقعات کی دنیا میں لے جانا چاہتا ہوں۔ آپ حالات کی روشنی میں
دیکھ لیں۔ کہ اغیار اپنے فرقہ کی تبلیغ و اشاعت میں کس درجہ....
جانفشانی اور ایثار و فدائیت سے کام لے رہے ہیں؟

عیسائی: ۔ سب سے پہلے عیسائیوں کو لیجئے! یہ حکمران قوم نشۂ اقتدار و
حکومت میں بدمست ہو کر اپنے اس فریضہ سے غافل نہیں ہوئی۔ بلکہ
روز افزوں دلچسپی لے رہی ہے۔ اور تبلیغی فنڈ میں زیادہ سے زیادہ

روپیہ دے رہی ہے۔

ا۔ ۱۹۱۳ء میں ہندوستان میں ۱۳۶ مسیحی جماعتیں کام کرتی تھیں جن کے لئے عیسائی قوم ۵۲ کروڑ روپیہ سالانہ بخش کرتی تھی (الجمیعۃ دہلی ۲۷/ ۱/ ۱۹۴۴) ۱۹۲۳ء میں مسیحی مشن ۱۶۷ ہو گئے۔

ملک میں ۱۲۴۰ تبلیغی مراکز میں ۲۱۸۰ مشنری کام کرنے لگے۔ ۱۹۳۸ء سے ۱۷۰۰۰ پادری برسرکار ہیں۔ جن پر عیسائی قوم ۶۰ کروڑ روپیہ سالانہ خرچ کرتی ہے۔ اور ۴۰ ہزار انسان ہر ماہ عیسائی ہوتے ہیں۔ (برہان دہلی جولائی ۱۹۳۶ء)

۲۔ مولانا محمد علی مرحوم کے اخبار "ہمدرد" (۹/ اگست ۲۵ء) میں ہے۔ عیسائی تبلیغ پر انگلستان کا فقط ایک چرچ آف انگلینڈ ہر سال دس لاکھ پونڈ یعنی ڈیڑھ کروڑ روپیہ خرچ کرتا ہے۔ اور دوسرے گروہوں کا خرچ ملا لیا جائے۔ تو مجموعی رقم ۲۵ لاکھ پونڈ (پونے چار کروڑ روپیہ) سالانہ ہوتی ہے۔

۳۔ "ایمان" (۶/ جولائی ۱۹۳۴ء) لکھتا ہے۔ اب جہاں عیسائیوں کی ۴۳ لاکھ کی جمعیت موجود ہے۔ سو سال پہلے ان کا عدم وجود برابر تھا۔ یہ صداقت کی فتح نہیں بلکہ محض قربانی کی فتح ہے۔ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی بائبل کے تراجم پر ہر سال پچاس لاکھ روپیہ صرف کرتی ہے۔ ۱۹۳۲ء تک انجیل کے ۴۳ کروڑ ۱۸ لاکھ ۵۲ ہزار ۵۹۷ نسخے دنیا میں تقسیم کئے۔

۴۔ "زمیندار" (۲۴/ اکتوبر ۱۹۳۶ء) بعنوان "ہندوستان میں مسیحی

تبلیغ کے حیرت انگیز اعداد و شمار مسلمانوں کی تبلیغی انجمنوں اور سرمایہ دار مسلمانوں کے لئے سرمۂ بصیرت" لکھتا ہے۔ ہندوستان میں ۲۳۷ مشن کام کر رہے ہیں گذشتہ سال کا خرچ جس میں مشن کی جائداد بھی شامل ہے ۲۹۶۸۹۲۔۔۔۷۴۵ روپیہ ہے۔

۵۔ انگلستان کے بعد امریکہ کی طرف نظر کیجئے۔ ایمان (۶ جولائی ۳۲ء) میں ہے۔ "ہنری فورڈ کے بعد راک فیلر دنیا کا سب سے بڑا دولت مند ہے۔ یہ ابتداء میں مزدور تھا۔ اور اس قابل بھی نہ تھا۔ کہ گلوبند خرید سکے۔ اس نے اپنی پہلی کمائی میں سے تبلیغ عیسائیت کے لئے ۵ پنس چندہ دیا تھا۔ پورے مہینے میں ۳ شلنگ اور دو ہفتوں میں ۲ شلنگ"

دیکھئے! اب یہی غریب اور مزدور راک فیلر کروڑپتی بنتا ہے۔ اخبار نیچ ویکلی (۱۵ جون ۳۲ء) لکھتا ہے:۔ مسٹر راک فیلر دنیا کے مشہور تیل کے بادشاہ تھے۔ اس کے خیراتی کاموں میں خرچ کا اندازہ ۱۲ کروڑ پونڈ لگایا جاتا ہے۔ وہ اپنے فرقہ کے تبلیغی کاموں میں بڑی امداد دیتا تھا۔ ۱۹۱۵ء میں نیویارک کے ایک گرجا میں تبلیغ کے لئے اپیل کی گئی۔ ۳۸ منٹ کے اندر ۴۸۰۰ پونڈ کی رقم آ گئی۔ راک فیلر نے ۳۲۰۰ پونڈ کی رقم اپنی جیب سے دے دی"۔

غور فرمائیے! مزدور تھا تو دو پیسوں سے تبلیغی فنڈ کی امداد کرتا تھا۔ اور کروڑپتی بنا تو سوا پانچ لاکھ روپیہ بیک وقت دے دیئے۔ نہ فقیر "تبلیغ" و "بیت المال" میں حصہ لینے سے محروم و معذور رہے۔ نہ سرمایہ دار غافل و بے پروا۔ مگر ہم ہیں۔ کہ اگر فقیر دست نگر، محتاج و فاقہ مست ہے

تو امیرزشہ دولت میں مخمور و بدمست، دین سے یکسر بے پرواہ خدا و رسول سے مستغنی، اور تبلیغ کی ضرورت اور بیت المال کے تصور سے ناآشنا!

۶- مسیحی رسالہ "المائدہ" لاہور رقمطراز ہے :- ۱۹۲۲ء میں لندن مشنری سوسائٹی کو ۲۳۰۰ پونڈ میتھوڈسٹ مشن کو ۱۵۹۰۰ پونڈ، اس مشن کی زنانہ شاخ کو ایک لاکھ پونڈ اور بپٹسٹ مشن کو ۱۰ ہزار پونڈ اور بائبل سوسائٹی کو ۹ ہزار پونڈ اور چرچ مشن کو ۳۲۰۰ پونڈ گذشتہ برس سے زیادہ آمدنی ہوئی۔ (پیغام صلح" ۳ نومبر ۱۹۲۳ء)

ہندو :- حکمران قوم کی بلند پروازیوں کے بعد اب ذرا غلام برادران وطن کی اولوالعزمی ملاحظہ ہو :-

سب سے پہلے سیٹھ جگل کشور برلا کو لیجئے :

(۱) سوامی شردھانند ایک خط میں لکھتے ہیں :- کہ سیٹھ جگل کشور برلا دس ہزار روپے ماہوار آریہ سماجی کام کے لئے دیتے ہیں۔ (تیج دہلی $\frac{12}{25}$ ۲)

(۲) الامان دہلی $\frac{11}{26}$ ۱۳ بعنوان "زندہ قوم کے زندہ افراد" لکھتا ہے :- سیٹھ جگل کشور برلا ہندوؤں کا کوئی ادارہ نہیں جو ان کی امداد کا رہین منت نہ ہو۔ کانگرس کو لاکھوں روپے دیتے ہیں ہندو سنگھٹن کے وہ علمبردار ہیں۔ اور لاکھوں روپیہ سوامی شردھانند کی نذر کیا۔ حال ہی میں وہ لاہور گئے۔ تو وہاں ڈی اے وی کالج کو دس ہزار روپیہ اور آریہ پرتی ندھی سبھا کو ۲ ہزار روپیہ سناتن دھرم کالج لاہور ۴ ہزار روپیہ آریہ پرتی ندھی سبھا کو ریاست ٹراونکور میں کام کے لئے ۵ ہزار روپیہ آل انڈیا سکھ مشن امرتسر کو ۲۰ ہزار روپیہ دیا۔ (اس کے علاوہ ہزار ہزار اور ۵۰۰ کی بہت سی قمیں لکھ کر "الامان" لکھتا ہے) ہمارے کتنے روؤسا ہیں۔ جنہوں نے کسی

تبلیغی ادارہ کی سیٹھ برلا کے عشر عشیر کے برابر بھی امداد کی ہو۔ ہمارے متمول حضرات کو سیٹھ برلا سے سبق حاصل کرنا چاہیئے"۔

(۳) - (تیج دہلی ۱۵ ۶/۳) سیٹھ جگل کشور برلا نے انڈیا ہریجن سیوک سنگھ کو ۲۵ ہزار روپیہ کی گراں قدر رقم عطا کی ہے۔

(۴) ہندو مہاسبھا بھون نئی دہلی کی عمارت پر ۱ لاکھ ۱۲ ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ جس میں ۹۵ ہزار سیٹھ برلا نے دیا۔ (دیر بھارت ۸ مئی ۱۹۴۳ء)

(۵) گوسوامی گنیش دت جی نے کہا۔ کہ سیٹھ جگل کشور برلا ہندو دھرم کی اُنتی کے لئے اکر ڈیڑھ لاکھ روپیہ دان کر چکے ہیں۔ (پرتاپ ۳۰ اپریل ۱۹۴۳ء)

(۶) سناتن دھرم کالج کی سلور جوبلی پر سیٹھ صاحب کے دان کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔ سناتن دھرم پرتی ندھی سبھا ۱ لاکھ سناتن دھرم کالج ۲۵ ہزار۔ ہندو دستکاری سکول ۱۰ ہزار۔ دیانند دستکاری سکول ۵ ہزار سناتن دھرم آیورویدک کالج ۲½ ہزار۔ سناتن دھرم سبھا اوکاڑہ ۴ ہزار آریہ سماج ہائی سکول اوکاڑہ ۳ ہزار (ہزار ہزار اور ۵۰۰ کی رقمیں اور بہت سی ہیں) (دیر بھارت ۲ ار مئی ۱۹۴۳ء)

(۷) دیر بھارت میں بعنوان ہندو دھرم سیوا سنگھ ٹرسٹ" ہے۔ پنجاب میں سناتن دھرم سبھا اور آریہ سماج سی پی، بہار، بنگال اور راجپوتانہ میں بہت سی دوسری سنستائیں ہریجنوں اور پرانی جاتیوں کو عیسائیوں کے چنگل سے بچانے اور بھگوان کرشن کا پیغام سنانے میں بڑی سرگرمی دکھا رہی ہیں مسلمان ریاستوں میں بھی ہندو دھرم کا نام ذکر اٹھا ہے۔ یہ سارا کام تقریباً ادھورا رہتا۔ اگر تیس لاکھ کے سرمایہ سے ان سب تحریکوں اور جماعتوں کی مالی امداد کے لئے ایک

خاموش اور ٹھوس کام کرنے والی سنتھا میدان میں نہ آتی ۔

۱۹۴۱ء میں دان ویر سیٹھ جگل کشور برلا کے دل میں ایک خیال آیا اسی کا نتیجہ ہے ۔ "آل انڈیا ہندو دھرم سیوا سنگھ ٹرسٹ" سیٹھ جی نے تقریباً ۲۵ لاکھ روپیہ اسی ٹرسٹ کو دیا ۔ دو لاکھ سیٹھ رام کرشن ڈالمیا نے ، ایک لاکھ سیٹھ سورج مل ناگرمل نے اور دو لاکھ دیگر بھائیوں نے ۔ سوا لاکھ سر پدم پت سنگھانیا نے سناتن دہرم ، آریہ سماج یا کسی اور دھارمک مشن کی کوئی بڑی سے بڑی پرتی ندھی سبھا ایسی نہیں ہے ۔ جسے اس ٹرسٹ سے مدد نہ ملتی ہو ۔ لاہور ، دلی ، رہتک ، آگرہ ، اجمیر ، ہوشیارپور ، بنارس ، .... بھاگل پور ، بمبئی ، ستارہ ، پونا ، رانچی ، ناسک ، ٹراونکور ، مارواڑ ، متھرا وغیرہ پچاسوں مقامات پر مختلف سنتھائیں اس ٹرسٹ کی ۔ ۔ ۔ امداد سے نہایت مفید کام کر رہی ہیں ۔ مثال کے طور پر ضلع کانگڑہ میں ودیا پرچار کے لئے چھ ہزار سالانہ ملتا ہے ۔ کتنے پرچار مشن ہندوستان میں چل رہے ہیں ۔ رات سکولوں کی کئی انسٹی ٹیوشنوں اور واد جنگ سبا رناتھ بنارس کی بودھ سوسائٹی کو بھی ٹرسٹ سے بھاری امداد مل رہی ہے ۔ اگر جنگ نہ چھڑتی ۔ تو ہندو دھرم سیوا سنگھ کے پرچارک جاوا ، سماٹرا ، چین اور جاپان تک دہرم کا سندیش لے کر پہنچتے

(ویر بھارت ۲۱ / ۴۲)

آپ نے دیکھ لیا ! ایک ہندو سرمایہ دار کی قربانی اور ایثار سے ہندو قوم کتنی اونچی ہو گئی ۔ اس نے کس قدر زبردست تبلیغی کام کر لیا ۔ کیا کسی مسلمان سرمایہ دار کے دل میں کبھی بھولے سے بھی یہ خیال آ سکتا ہے ۔ جو سیٹھ برلا کے دل میں آیا ۔ ایک برلا پر کیا موقوف ہے ۔ ہندو قوم میں سینکڑوں نہیں

ہزاروں ایسے برلا ہیں۔ جنہوں نے ہندو مت کی ترقی و توسیع پر لاکھوں روپیہ پانی کی طرح بہا دیا۔ ایک برلا کے کارنامے جب ختم ہونے میں نہیں آتے تو انسان دوسرے افراد کی قربانیاں پیش کرنے کی کیا جرأت کرے۔ بھڑ ولے کے چھتے میں کون ہاتھ ڈالے۔ اس لئے اب میں ہندو قوم کی دھرم پرچار کے سلسلہ میں صرف سوا سال کی مالی قربانیوں کا نقشہ حاضرین کو دکھانے پر قناعت کروں گا۔

۱۔ اخبار "ایمان" بعنوان "وید پرچار کے لئے ایثار" لکھتا ہے:۔
باوا گورکھ سنگھ کے ایک لاکھ روپیہ سمیت دو مہینوں میں وید پرچار کے لئے ۲ لاکھ ۵ ہزار روپیہ جمع ہو گیا۔ نیز آپ نے (باوا گورکھ سنگھ نے) ہندو سکھ اتحاد اور ہندو سکھ نوجوانوں کی تربیت کے لئے ایک لاکھ روپیہ یک مشت اور ۲½ سو روپیہ ماہوار کا دان ۵ سال تک دیا۔ ($\frac{۵}{۴۲}$)

۲۔ سناتن دھرم کالج سلور جوبلی کے موقع پر ایک چندہ ۳۰ لاکھ ۲۷ ہزار جمع ہوا۔ سیٹھ ڈالمیا نے ۷۲ ہزار دیا (دیر بھارت $\frac{۵}{۴۴}$ ۴)

۳۔ لالہ خوشدیال جی ریٹائرڈ پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور نے تمام زندگی سماج کے لئے وقف کر دی۔ اپنی کوٹھی میں آریہ سماج کا دفتر بنا رکھا تھا۔ ۶۵ سال کی عمر میں رات دن سماجی لٹریچر کا ترجمہ کرتے رہتے تھے۔ اب انتقال ہوا تو ۵۰ ہزار سماج کو دے گئے۔ ("ایمان" $\frac{۱}{۴۲}$ ۲۰)

۴۔ "ایمان" بعنوان "آریہ تبلیغ" لکھتا ہے:۔ آریہ پراونشل سبھا لاہور کی گولڈن جوبلی پر سبھا کے صدر نے بتایا۔ وید پرچار فنڈ میں ۸ لاکھ ۵ ہزار روپیہ موجود ہے۔ باوا گورکھ سنگھ کی امداد سے جو ۲ لاکھ روپیہ

حال ہی میں جمع ہوا ہے۔ وہ اس کے علاوہ ہے۔ اب اس گولڈن جوبلی پر ۵۰ ہزار روپیہ اور جمع کیا جائے گا۔ مصیبت زدگان قحط بنگال کی امداد کے لئے باوا گورمکھ سنگھ نے ۲ ½ لاکھ روپیہ کا غلہ دیا۔ سوا لاکھ روپیہ متفرق طور پر آیا تھا۔ (یہ بیان کرکے "ایمان" لکھتا ہے) آہ! ہمارا دل پھٹا جاتا ہے۔ ہماری آنکھیں خون بہاتی ہیں۔ ہماری یہ دلی آرزو تھی کہ کسی مسلمان کو باوا گورمکھ سنگھ کی کرسی پر دیکھیں۔ افسوس کہ ہماری یہ آرزو کسی طرح شرمندہ تعمیل نہیں ہو سکی۔ ہم لکھنا یہ چاہتے تھے۔ کہ اے غیر مسلم بھائیو! مسلمانوں کے نمونے کی پیروی کرو۔ مگر افسوس! کہ ہم یہ لکھ نہیں سکتے اس لئے مجبوراً ہم یہ لکھتے ہیں۔ کہ اے برادرانِ ملت! کیا آپ وید پرچار کے لئے آریہ سماج کی قربانیاں دیکھ رہے ہیں؟ ("ایمان" ۱۵)

"ایمان" کا یہ نوٹ کسی حاشیہ آرائی کا محتاج نہیں۔ البتہ مسلمان بھائی سے اتنا ضرور عرض کروں گا ؂

برہمن از بتاں طاقِ خود آراست
تو قرآں را سرِ طاقے نہادی (اقبالؒ)

۵۔ یہی "ایمان" بعنوان "قربانی کی مثال" لکھتا ہے:۔ آریہ پرادیشک سبھا لاہور نے ابھی گولڈن جوبلی پر کئی لاکھ روپے جمع کئے ہیں۔ اب ۲۷ نومبر کو آریہ سماج انارکلی اور آریہ سماج وچھووالی لاہور کے سالانہ اجلاس ہوئے۔ پہلے اجلاس میں ۷۵ ہزار جمع ہوا۔ اور دوسرے میں ۵۰ ہزار۔ (۲۵ ۱/۱۲ ؁)

۶۔ آریہ کانگریس کے اجلاس دہلی میں کانفرنس نے ۲۳ فروری کو فیصلہ

کیا۔ کہ ستیارتھ پرکاش کی رکھشا کے لئے ۲ لاکھ روپیہ کا فنڈ جمع کیا جائے
اس فنڈ میں ۱½ لاکھ روپیہ پنڈال ہی میں جمع ہو گیا۔ (پرتاپ ۲۵ فروری ۴۴ء)

۷۔ گورو کل کانگڑی کے سالانہ جلسہ ۷۔ ۸۔ ۹ اپریل میں ایک لاکھ
سے زائد نقد روپیہ جمع ہوا۔ (ویر بھارت ۱۲/۴۴)

۸۔ ہندوستان بھر میں آریہ دھرم سیوا سنگھ کی برانچیں قائم کرنے کے
لئے سنگھ نے ۵۰ لاکھ روپیہ منظور کیا۔ (پرتاپ ۲۱/۴۴)

۹۔ لالہ خوشحال چند خورسند نے اعلان کیا ہے۔ کہ ستیارتھ پرکاش
کی ایک لاکھ کاپی مفت تقسیم کی جائے گی۔ (احسان ۹/۴۴)

۱۰۔ سناتن دھرم پرتی ندھی سبھا کے جنرل اجلاس ۴۴ء میں گوسوامی
گنیش دت جی نے بتلایا۔ کہ انہوں نے صوبہ کا دورہ کر کے تقریباً چھ لاکھ
روپیہ جمع کیا۔ اور ماہ جولائی میں بھی ایک لاکھ روپیہ جمع کیا گیا۔ اور یہ روپیہ
جہاں بھی جمع کیا گیا۔ مقامی سبھا کے سپرد کر دیا گیا۔ اب پرتی ندھی سبھا
کی باری ہے۔ صرف دس منٹ تک فہرست کھلی رکھوں گا۔ چنانچہ دس
منٹ کے اندر اندر ایک لاکھ چار ہزار ۶۴ روپیہ جمع ہو گیا۔ (ویر بھارت ۵-۷-۴۴)

یہ کبھی نہ بھولنا چاہئے۔ کہ یہاں ہم نے صرف وہ قربانیاں پیش کی
ہیں۔ جو ہندو خود اپنے دھرم کی ترقی اور پرچار کے لئے کر رہی ہے۔ ورنہ
یہ لوگ تعلیم، زبان، صنعت و حرفت، صحت، ہندو سکھ اتحاد اور سیاسی
جدوجہد وغیرہ کے سلسلہ میں جو خرچ کر رہے ہیں۔ ان کے بیان کے
لئے تو ایک دفتر چاہیئے۔ صرف ایک مثال دے کر اس "قصہ زلف یار"
کو ختم کرتا ہوں۔

کستوربا میموریل فنڈ - کستوربائی گاندھی کے انتقال کے بعد اعلان کیا گیا - کہ ان کی یادگار قائم کرنے کے لئے ۷۵ لاکھ روپیہ جمع کیا جائیگا جس میں صوبہ بہار نے دس لاکھ، صوبہ سندھ نے ۷ لاکھ پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے - (ایمان ۱۵) اسی فنڈ میں ٹاٹا نے ۱½ لاکھ اور برلا نے ایک لاکھ دے دیا - اور اسی فنڈ میں سن کے خاتمہ تک ایک کروڑ پچیس لاکھ روپیہ جمع ہوگیا - (زمزم ۱۱) غور فرمائیے! اپیل پون کروڑ کی اور ملے سوا کروڑ - میں نے مانگا جام اس نے خم دیا -

مسلمان - اغیار کے کارنامے دیکھ لئے! اب ذرا اپنے گریبان میں بھی جھانک لیں - اوہ! یہاں تو کھاتہ ہی خالی ہے - بلکہ تبلیغی فنڈ کا کھاتہ سرے سے ہے ہی نہیں - ادہر آڑھتی اور دلال کے ہاں . بلکہ ہر دکان پر دہرم کھاتہ کھلا ہے - ادہر مسلمان بیت المال کے نام سے ناآشنا ہے - اور تبلیغی ذوق تک سے محروم! اقدام و قربانی تو بجائے خود! ؎

ادہر ہے زور بھی زر بھی تڑپ بھی
بجز نعرہ ادہر کچھ بھی نہیں ہے!
یہاں آہ و فغاں ہیں اور نالے
غرض جز چشم تر کچھ بھی نہیں ہے
غضب یہ ہے کہ اپنی قوم کے پاس
بہت کچھ ہے مگر کچھ بھی نہیں ہے

ان حالات میں اگر مردم شماری کی یاس آفریں رپورٹیں اور ارتداد کے لرزہ انگیز واقعات ہمارے سامنے نہ آئیں تو کیوں؟ اغیار نے

بے کس یتیم اور بے نوا بیوہ کو خدا کے رحم و کرم پر چھوڑ کر، بلکہ اپنا پیٹ کاٹ کر عمر بھر کی کمائی جھولی میں ڈالی۔ اور چرچ، سماج، مندر، سبھا اور گوردوارہ کی راہ لی۔ لاکھوں روپے قوم کی نذر کئے۔ ادھر ہم ہیں۔ کہ عمر بھر تیجے، چالیسویں، برسی، گیارہویں اور نذر نیاز کے مسائل و مباحث پیٹ کے دھندوں اور کھانے پینے کے جھگڑوں میں مصروف و منہمک اور باہم دست و گریباں ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے ؎

یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا ہم محوِ نالۂ جرس کارواں رہے

حقیقت یہ ہے۔ کہ مسلمان خرچ کرتا ہے۔ اور کیا عجب ہے۔ کہ دوسرے فرقوں سے زیادہ خرچ کرتا ہو۔ مگر مصرف غلط اور بیجا ہے۔ تو دولت مغرب کی طرف جا رہی ہے اور اس کی تھیلیوں کا منہ مشرق کی طرف کھلا ہے۔ بیت المال بجانب شمال ہے۔ اور یہ جنوب کی طرف جا رہے ہے۔

آخری گزارش۔ ہماری دردبھری اور مخلصانہ استدعا ہے۔ کہ آپ خرچ وہی کریں۔ جو کرتے ہیں۔ زیادہ نہ کریں۔ بلکہ چاہیں تو کچھ کم کر لیں مگر سمت بدل لیں۔ زکوٰۃ و صدقات اور جمیع خیر خیرات کا رخ بیت المال اور صرف بیت المال کی طرف کر دیں۔ آپ اپنے صدقات نافلہ، واجبہ اور نقد و جنس سے مقامی انجمن تنظیم اور مرکز کے بیت المال کو بھر دیں۔ اور پھر دیکھیں کہ دنیا میں اسلام کا ڈنکا بجتا ہے یا عیسائیت و سماج کا!

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ (تنظیم ۱۵ ۴۴)

تردیدِ مرزائیت میں قابلِ مطالعہ لٹریچر

فیصلہ مقدمہ بہاولپور - جس میں اسلامی ریاست کے فاضل جج محترم محمد اکبر خاں صاحب بی۔ اے - ایل - ایل - بی نے مرزائی کو مرتد قرار دے کر مسلمہ کا نکاح فسخ فرمادیا - ۲۱۵ صفحے - ٹائیٹل رنگین اور دیدہ زیب قیمت ڈیڑھ روپیہ -

بیانات علمائے ربانی - حجۃ الاسلام علامہ انور شاہ صاحب کاشمیری وغیرہ اکابر علمائے امت کے مفصل بیانات اور مجتہدانہ نکات بدلائل قاطعہ - جن کی بنا پر مذکورہ بالا فیصلہ ہوا - ٹائیٹل رنگین ۱۸۴ صفحے - قیمت ڈیڑھ روپیہ -

تحقیق لاثانی } مرزا صاحب کی پیشگوئی متعلقہ بہ نکاح محمدی بیگم کی بینظیر تحقیق ہے - ۲۰۰ صفحے قیمت ایکروپیہ ۱۲/

حقیقت مرزائیت - مرزائیت کے گھر کے بھیدی مباہلہ صاحب کی قابل دید تالیف ۱۵۲ صفحے - قیمت صرف ایک روپیہ -

ترک مرزائیت } از فاتح قادیان مناظر اسلام مولانا لال حسین صاحب اختر اپنی اس تالیف میں مولانا نے بتایا ہے - کہ انہوں نے مرزائیت کو کیوں ترک کیا - قادیانی مذہب کی ضلالت اور گمراہی اس کتاب کے مطالعہ سے پوری طرح سے کھل جاتی ہے - قابل دید چیز ہے - ٹائیٹل نفیس ۱۲۰ صفحات قیمت عہ

ملنے کا پتہ :- مینجر مکتبہ اہل سنت شاہ منزل - نور محلہ لاہور -

مرکزی بیت المال

کی

تبلیغی ضروریات

کے لئے

اپیل

۲۸۔ مرکزی بیت المال کیلئے مالی امداد کی درخواست

(از مہتمم مرکز تنظیم اہل سنت)

(۱)

یارب! یہ التجا ہے کرم تو اگر کرے
وہ بات دے زبان کو، جو دل میں اثر کرے

تحریک تنظیم کی ضرورت واہمیت۔ باقی دنیا سے قطع نظر اسی ۔۔۔ ہندوستان میں عیسائی، شیعہ، آریہ اور مرزائی مراکز اپنے اپنے متعلقین کی امدادوں اور اپنے اپنے معاونین کی قربانیوں کے باعث روز بروز نہایت مضبوط اور مستحکم ہو رہے ہیں۔ ان کے کارکن اور پرچارک ہر جگہ مسلمانوں کو گمراہ اور مرتد کرتے پھرتے ہیں۔ کیونکہ مسلمان ہی ہیں۔ جو بے نظم و بے ربط، بے مرکز و بے ملت ہونے کے باعث ہر فتنہ کو قبول کرنے اور ہر گمراہی کو لبیک کہنے پر ہر وقت آمادہ و تیار ملتے ہیں۔

اغیار کی سیاسی، تعلیمی و مذہبی اور صنعتی و تجارتی اداروں کے بالمقابل مسلمانوں کے سیاسی، تعلیمی، صنعتی و تجارتی ادارے تھوڑی کمی بیشی کے ساتھ بے شک نظر آئیں گے۔ لیکن ان کے تبلیغی مرکزوں کے بالمقابل

اسی رنگ اور اسی پیمانہ پر کوئی اسلامی تبلیغی مرکز آپ کو ہندوستان بھر میں کہیں دکھائی نہ دیگا۔ آپ اسے مسلمانوں کی بدقسمتی یا ملت... اسلامیہ کے لئے ایک حادثہ کہیں! بہر حال یہ بھاری کمی اب تک موجود تھی۔ جسے پورا کرنے کے لئے بعونہٖ تعالیٰ مرکز تنظیم اہلِ سنت وجود میں آیا ہے۔

امداد و قربانی کا بہترین مصرف۔ اب یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ یہ تبلیغی مرکز آپ کی ہر امداد، ہر داد و دہش اور ہر قسم کی معاونت و دستگیری کا مستحق ہے۔ آپ اس بارے میں جتنا زیادہ غور و خوض فرمائینگے تحریک ہذا کو انشاء اللہ امداد و قربانی کا بہترین محل اور افضل ترین مصرف پائیں گے۔ کیونکہ تبلیغ و اشاعت اسلام تمام حسنات کا منبع اور سرچشمہ اور تمام عبادتوں کی بنیاد و اساس ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ اس قسم کی امداد کی تعین سے پہلے مخالف و گمراہ کن جماعتوں کا مطالعہ پوری توجہ اور پوری تفصیل کے ساتھ کر لیا جائے۔ ان کے ساز و سامان، ان کے اخبارات و رسائل۔ ان کی آمد و خرچ کے لاکھوں کے بجٹ، ان کے عزائم و ارادے ملاحظہ فرمائے اور زیر غور لائے جائیں۔ تاکہ اندازہ ہو سکے۔ کہ کس معیار پر ہمیں کام کرنا مطلوب ہے۔ اور اس مقصد کے لئے امداد و قربانی کا معیار کیا ہونا چاہیئے۔

ہمیں یہ خدشہ اور خطرہ ہے۔ کہ آپ دیگر فرقہ جات کی تبلیغی سرگرمیوں اور مالی قربانیوں کی تفصیلات سے شاید بے خبر ہونے کے باعث زیر بحث

کام کے معیار اور مرتبہ کا ٹھیک ٹھیک اور صحیح صحیح اندازہ نہ لگائیں۔ اور محض اسی وجہ سے اس معیار پر اس اسلامی تبلیغی مرکز کی امداد نہ فرما سکیں، جو موجودہ وقت میں نہ صرف مطلوب ہے، بلکہ درحقیقت ایک اہم اور مقدس فریضہ کا درجہ رکھتی ہے۔

آخر میں ہم پھر یہی گزارش کریں گے۔ کہ تحریک ندا کم از کم ایسے عامیانہ سلوک کی ہرگز مستحق نہیں۔ کہ محض دفع سوال کے طور پر کچھ دے دلا کر چلتا کیا جائے۔ یہ مشن ان باطل اداروں کے بالمقابل قائم کیا گیا ہے جو اپنی پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ سالہ جوبلیاں منا چکے ہیں، انہوں نے ملک بھر میں اپنی اپنی برانچوں اور شاخوں کے جال بچھا دئے ہیں جن کے فنڈز اور جائدادیں سرسری قیاس اور تصور سے بالاتر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

ہم ابھی اس سلسلہ میں جناب کی محبوب قربانی، محبت بھری امداد و معاونت اور زندگی کے آخری دم تک پر کیف دلچسپی اور پرسوز توجہ کے آرزومند اور متمنی ہیں۔

پچھلی غفلت اور بے توجہیات سے توبہ و استغفار کرتے ہوئے اگر اس وقت بھی ہم اشاعت اسلام اور حفاظت دین کا کوئی تدارک و اہتمام کر گزرے۔ تو تلافی مافات ہو سکتی ہے۔ اور اگر ہم اب بھی نہ جاگے اور برابر خواب غفلت میں سرشار رہے۔ تو آج جو فتنے پھیلتا پھیلے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ کل یہی تربیت پر ہو آئیں گے۔ اور خدا نخواستہ گمراہ شدہ صاحبزادگان اور جانشینان یہی مال و دولت اہنی گمراہ کن

اداروں پر خرچ کر کے دوسرے مسلمانوں کی ضلالت و گمراہی کا موجب ہو رہے ہوں گے۔ کیا ہی اچھا ہو۔ کہ آنجناب ہماری دردمندانہ .... درخواست اور مخلصانہ استدعا کو قبول فرماتے ہوئے آج اپنی آمدنی اور جائداد کا ایک معقول حصہ دین کی حفاظت اور اسلام کی اشاعت میں لگا کر کل اسی جائداد کو کفر کی نشرواشاعت اور باطل کی تائید و حمایت میں صرف ہونے سے بچالیں وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ ط

یاد رکھنے کی دو باتیں

کبھی نہ بھولئے کہ :-

۱۔ تنظیم اہل سنت سیاسی کشمکش سے بالکل الگ ہے بلکہ یہ خالص تبلیغی تحریک ہے۔ اس کا تصادم مذاہب باطلہ مثلاً عیسائیت، آریہ سماج، مرزائیت، شیعیت اور الحاد و دہریت سے تو ہو سکتا ہے۔ مگر مسلم لیگ .... کانگریس یا کسی اور سیاسی جماعت سے نہیں۔

۲۔ تحریک تنظیم کا مقصد : فروعی اختلافات اور جزئی نزاعات کو یک قلم مٹا کر اصول دین میں متحد اور بنیادی عقائد پر متفق تمام طبقات اہل سنت کو منظم کرنا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہر زندہ اور سچے مسلمان کی خدمت میں ـــــ خواہ وہ کسی سیاسی نقطۂ نظر کا مالک ہو یا کسی فقہی مسلک سے وابستہ ہو۔ ہماری پرزور، مخلصانہ اور دردمندانہ دعوت ہے۔ کہ وہ ان بر لئے

تمام باہمی اختلافات کو نظرانداز کر کے اس پلیٹ فارم پر کفر و باطل کی تردید و مخالفت اور حق و اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا مشترک فرض انجام دے۔ اسی میں ہماری دنیوی فوز و فلاح اور اسی میں ہماری اخروی نجات اور عاقبت کی بھلائی ہے۔

فانی زندگی کا غیر فانی کام

ہمیشہ یاد رکھئے کہ:۔

مرکز تنظیم کا استحکام و استقلال ہماری چند روزہ زندگی کا.... نصب العین اور حیات مستعار کا پائدار کام ہے۔ ہر مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہئے۔ کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے اس دینی مرکز کو اتنا مضبوط اور مستحکم بنا دے۔ کہ یہ نہ صرف اندرون ملک، بلکہ بیرون ہند حفاظت و اشاعت اسلام کے اہم فریضے سے بھی عہدہ برآ ہو سکے۔ آج جہاں یورپ، امریکہ اور جاپان میں اسلامی تبلیغ کی شدید ضرورت ہے۔ وہاں اسلامی ممالک میں فتنہ مرزائیت کا سدباب بھی نہایت ضروری ہے۔

درحقیقت اندرون ملک اور بیرون ہند، ہر جگہ مسلمانوں کو گمراہ کن جماعتوں نے بری طرح گھیر رکھا ہے محض باہمی کمزوری اور انتشار و افتراق کے سبب ان کی یہ حالت ہے۔ کہ انہیں توڑ کر جو کوئی دشمنی رکھنے والا کوئی ذریعہ تجویز کر لے۔ اس سرزمین کی حفاظت و نگرانی، ان کی اکثریت، اکابر اور ان کی اپنی ملت کا کام کچھ آسان کام نہیں۔ انہا

بارگراں سے سبکدوش ہونے کے لئے مرکز کو لاکھوں روپے کی ضرورت ہے۔

فرزندان اسلام کی دینی حمیت اور ملی غیرت سے توقع ہے کہ وہ اپنی غیر معمولی امداد اور وسیع ایثار و قربانی سے مرکز کو اس قابل بنا دیں گے کہ وہ یہ اہم فرائض سر انجام دے سکے۔

نوٹ:۔ یہ مضمون ایک چٹھی کی صورت میں طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے (مرتب)

خطبہ استقبالیہ

(از مہتمم مرکز تنظیم اہل سنت لاہور)

۲۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو جب کہ مرکز تنظیم کے دوسرے سالانہ جلسے کا خطبہ استقبالیہ چھپ چکا تھا۔ اور تمام تیاریاں ... مکمل تھیں۔ لاہور میں عام جلسوں پر پابندی لگا دی گئی۔ اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے ہمیں انعقادِ جلسہ کی خاص اجازت دینے سے انکار کر دیا۔

اب آپ یہ خطبہ استقبالیہ منگوا کر گھر بیٹھے ہمارے سالانہ اجلاس کی پہلی نشست کا لطف حاصل کریں۔

۲۹۔ اشاعتِ حق اور تردیدِ باطل کیلئے

ایک لاکھ کی اپیل

(۲)

مرکزِ تنظیم کا مالی سال یکم اپریل سے شروع ہوتا ہے۔ جہاں پہلے سال نومبر ۱۹۷۳ء سے آخر مارچ ۱۹۷۵ء تک ایک سال ۵ ماہ کی کل آمدنی ......
۹-۱۱-۹۹۳۶ روپے تھی۔ وہاں اس سال ۳۱ مارچ تک مرکزی بیت المال میں بفضلہ تعالیٰ ۹-۱۵-۱۱۶۹۶ روپے کی رقم آئی۔

پہلے سال کی نسبت یہ آمدنی ڈیڑھ گنا سے بھی زیادہ ہے۔ آپ کے نزدیک یہ ترقی شاید حوصلہ افزا ہوگی۔ لیکن میرے نزدیک روح فرسا ہے کیونکہ ہمارا مقابلہ اپنے پہلے سال سے نہیں۔ بلکہ اغیار کے ساتھ ہے۔ جن کے تبلیغی مراکز آج اپنی ساٹھ سالہ جوبلیاں منا رہے ہیں۔ اور ایک جلسہ پر آٹھ لاکھ سے اوپر جمع کر لیتے ہیں۔

ہمارا صحیح مقام۔ تحریک تنظیم کسی خاص مقامی ضرورت، وقتی مدافعت ہنگامی ہیجان، ولولہ اور عارضی جوش و خروش کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ ہم ٹھوس بنیادوں پر وسیع تر دائرہ میں ثبات و استقلال کے ساتھ تردید باطل کا مقابلہ

اور مدافعت کرنے کے لئے اٹھے ہیں، ہمارے کام کا معیار بلند، ہمارے عزائم بلند تر، ہماری سکیمیں ہمہ رس اور ہمارا پروگرام ہمہ گیر ہے۔ ہم ان عالم گیر فتنوں کی مدافعت کے لئے میدان عمل میں اتر آئے ہیں۔ جن کا سالانہ بجٹ بیس لاکھ کا بن رہا ہے۔

جب میں اعدائے اسلام کے سازوسامان، ان کے لاکھوں کے بجٹ، کروڑوں کی جائدادیں، متعدد اخبارات ورسائل، بیسیوں پرچارک اور پروپاگنڈسٹ دیکھتا ہوں۔ اور ادھر اپنے صرف ۱۱ ہزار سالانہ پر نظر کرتا ہوں تو سوچتا ہوں۔ کہ مسلمان کب بیدار ہو گا۔ جب پانی سر سے گزر جائے گا! مسلمانو! خدارا جاگو، اور اپنے واحد تبلیغی مرکز کے بیت المال میں بیس اور آٹھ لاکھ نہ سہی، کم از کم ایک لاکھ روپیہ تو جمع کر دو۔

اگر چند ہزار مرزائی ایک سال کا بجٹ بیس لاکھ کا بناتے ہیں۔ اگر پنجاب کے آریہ سماجی ایک جلسہ میں آٹھ لاکھ روپیہ جمع کر لیتے ہیں۔ تو دنیائے اسلام کے واحد تبلیغی ادارہ ——— مرکز تنظیم ——— کے استحکام کے لئے ہندوستان کے کروڑوں فرزندان توحید کو سال بھر میں ایک لاکھ روپیہ جمع کر لینا کیا مشکل ہے لیکن ملت کے موجودہ جمود، دینی بے حسی، تبلیغ واشاعت اسلام سے بے توجہی اور تردید ومدافعت باطل کی طرف بے التفاتی کی طرف نظر کرو! تو ایک لاکھ کا جمع کرنا مشکل، بہت مشکل بلکہ ناممکن سا نظر آتا ہے۔

مشکل کا حل۔ مشکلات کیسے پیش نہیں آئیں لیکن مشکل کے سامنے ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جانا شیوۂ مردانگی نہیں۔ مشکل کشا پروردگار کے اولوالعزم بندے خطرات کو دعوت دیتے بلاؤں کو خوش آمدید کہتے اور مشکلات کو

حل کرتے ہمیشہ آگے ہی بڑھتے رہے ہیں۔ ہر سال صرف ہندوستان میں جو ہزاروں کلمہ گو مرتد کئے جا رہے ہیں۔ اگر انہیں اسلام پر ثابت قدم رکھنا اور غیر مسلمین تک دعوت اسلام پہنچانا منظور ہے۔ اگر برادران اسلام کو اپنا دین اور اپنی آئندہ نسل کا ایمان عزیز ہے۔ تو انہیں بہرحال اس مشکل کو حل کرنا ہو گا۔

اس مشکل کا واحد حل ہماری متحدہ کوشش ہے۔ اگر ہم سب مل کر کوشش کریں۔ تو یہ مشکل حل ہو جاتی ہے۔ یہ بوجھ ہم سب مل کر ہی اٹھا سکتے ہیں۔ آؤ! ہم سب مل کر اس ایک لاکھ کو آپس میں بانٹ لیں اور اس بار گراں سے سبکدوش ہو جائیں۔ (زمزم ۲۳ مئی ۱۹۳۶ء)

دنیوی ترقی کے لئے

آپ بڑی خوشی سے جس پولیٹیکل پلیٹ فارم پر چاہیں کام کریں۔ لیکن خدارا اپنی جماعت اہل سنت کے مذہبی پلیٹ فارم کے قیام و استحکام میں پورا حصہ لے کر اخروی نجات کی بھی فکر کریں۔

اشاعت اسلام اور مدافعت کفر کیلئے ایک لاکھ روپیہ کی اپیل

لاہور میں مرکزی دفتر کی تعمیر

بیرون ہند تبلیغ کا انتظام

مَن انصاری الی اللہ

(۳)

میں بلاتا تو ہوں ان کو مگر اے جذبۂ دل!
ان پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

قادیانی دوست ہوں یا لاہوری مہربان، ہمیشہ حق کے مقابلہ میں لاجواب ہو کر یہ رٹ لگانا شروع کر دیتے ہیں کہ تحریک تنظیم سے پہلے کئی تحریکیں ہمارے مقابلہ میں اٹھیں مگر فنا ہو گئیں۔ مرکز تنظیم بھی چند دن کا مہمان ہے۔ اس کا بھی وہی حشر ہو گا۔

اگر میں مرزائیوں کی طرح "چپ نہ رہوں" تو دوسری بات ہے۔ لیکن از راہ انصاف میں سمجھتا ہوں میرے پاس ان الفاظ کا کوئی جواب نہیں۔ جہاں تک کسی علمی بحث یا اسلام اور مرزائیت کی باہمی آویزش کا تعلق ہے۔ پسپا ہو

یا پلیٹ فارم۔ ہر جگہ مرکز نے ان لوگوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ بیسیوں بیس لاکھ روپیہ سالانہ کے بجٹ بنانے والے اور سینکڑوں پراپاگنڈسٹ اور متعدد اخبارات و رسائل رکھنے والے قادیانیوں اور لاہوریوں کی مجال نہیں کہ مرکز تنظیم اہل بے سروسامان مرکز تنظیم سے آنکھ ملا کر بات بھی کرسکیں۔ لیکن ان دل خراش سطور کی جواب دہی میرے بس کا روگ نہیں۔ اور یہ کس بات کی جواب دہی کر بھی کیا سکتا ہوں، تو جو میرے متعلق نہ ہو۔

قادیانی چیلنج کا موزوں جواب ـ درحقیقت یہ سطور امت مسلمہ کی غیرت ملی کو ایک کھلا چیلنج ہے۔ جس کا موزوں جواب ملت اسلامیہ ہی دے سکتی ہے اور وہ بھی قول سے نہیں، عمل سے، دلائل و براہین سے نہیں، ایثار و قربانی سے! جب ہمارے تبلیغی ادارہ کا عدم استقلال اور تنظیمی مرکز کی بے ثباتی ہی مرزائیت کے حق اور اسلام کے باطل ہونے کا معیار اور مسلمانوں کے ارتداد کا موجب ہو کر رہ جائے۔ تو مرکز تنظیم کا استحکام و استقلال مسلمانوں پر شرعاً فرض ہو جاتا ہے۔ کسی تحریک کے استقلال و استحکام اور بقا و قیام کے مادی اور دنیوی اسباب میں سے ایک بنیادی چیز اس کی جائداد، اس کا اپنا دفتر اور اپنا مکان ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے خلاف کتنی آندھیاں آئیں، کتنے طوفان آئے مگر جانتے ہو کس چیز نے دارالعلوم کا بال بھی بیکا نہ ہونے دیا۔ لوگ اسے کسی کی روحانیت کا ثمرہ اور کرامات کا کرشمہ قرار دیں۔ میں تو اسے اینٹ گارے اور چونے کا کرشمہ کہونگا۔ دارالعلوم کی اپنی لاکھوں روپے کی شاندار بلڈنگ ہے۔ جس نے ایشیا کے اس جامعہ ازہر کو خاک میں ملنے سے بچا لیا

اگر عام مدرسوں کی طرح یہ بھی کسی مسجد میں ہوتا۔ تو آج اس کا نام ونشان بھی نہ ملتا۔

بہرحال میں ملت اسلامیہ سے درخواست کروں گا۔ کہ اگر انہیں اس خالص تبلیغی ادارے کا وجود عزیز ہے۔ اور وہ اس کی بقا کو مسلمانوں کی ..... حفاظت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ تو لاہور میں اس کے مرکزی دفتر کے لئے صرف پچاس ہزار روپیہ جمع کر دیں۔

یہ ہے ملت اسلامیہ کی طرف سے امت مرزائیہ کے اس چیلنج کا منہ توڑ اور دندان شکن جواب!۔ اگر اسلامیان ہند آج اپنے اس واحد تبلیغی ادارے کے مرکزی دفتر کا سنگ بنیاد لاہور میں رکھ دیں۔ تو کل امت مرزائیہ کی "پیشگوئیاں" مرزا صاحب کی پیشگوئیاں ہو کر رہ جائیں۔ اور انہیں پھر اس قسم کی بات کرنے کی ہمت نہ ہو۔ ان کی زبان پر تالے پڑ جائیں۔

یورپ اور جاپان میں تبلیغ اسلام۔ مرکز کے سامنے دوسرا اہم مسئلہ یورپ اور جاپان میں تبلیغ اسلام کا انتظام کرنا ہے۔ کوئی اسلامی ملک نہیں جہاں یورپ اور امریکہ کے مشن موجود نہ ہوں۔ اور ہزاروں مشنری کروڑوں روپیہ سے مسلمانوں کا ایمان نہ خرید رہے ہوں۔ بخلاف اس کے کسی اسلامی ملک کا ایک مبلغ بھی ایسا نہیں۔ جو یورپ یا امریکہ میں مصروف تبلیغ ہو۔

اس وقت یورپ میں تبلیغ اسلام کی ضرورت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ جب کہ وہاں مرزائی مبلغ مرزائیت کے زہر کو "اسلام" کا لیبل لگا کر پیش کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس سے زیادہ اسلام کی توہین و تذلیل اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ مغربی دنیا ان کی سوائے عالم خرافات کو اسلامی تعلیمات اور ان کے

شرمناک کیرکٹر کو اسلامی اخلاق سمجھ کر اسلام سے بیزار اور متنفر ہو رہی ہے۔ ضرورت ہے۔ کہ اس غلط فہمی کو دور کر کے سچے اسلام کا نورانی چہرہ انہیں دکھایا جائے

جاپان میں شنٹو ازم کا خاتمہ ہونے سے پہلے وہاں پانچ سو عیسائی مشنری پہنچ کر ایک خدا ـــــ شاہ جاپان ـــــ کی جگہ تین خدا پیش کر رہے ہیں۔ اگر ہمارے مبلغ وہاں پہنچ کر اسلام کی دعوت دیں تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ خدائے واحد کی سچی توحید ان کے دلوں میں گھر نہ کرے۔

اس بار گراں سے سبکدوش ہونے کے لئے بھی مرکز کو پچاس ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ اسلامیان ہند سے پرزور اپیل اور درد مندانہ درخواست کروں گا۔ کہ وہ جذبۂ ایثار سے کام لیتے ہوئے ایک لاکھ روپیہ کا انتظام کر دیں۔ تاکہ مرکزی دفتر کا قیام اور بیرون ہند تبلیغ کا انتظام یہ دونوں مبارک کام سرانجام ہو جائیں۔ خدا ہمارے ساتھ ہو! (زمزم ۵ ہجری ۹)

تفسیر ترجمان القرآن مکمل۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی شہرۂ آفاق تفسیر جلد اول بڑی مدت کے بعد چھپ کر تیار ہوئی ہے۔ اس میں فاضل مفسر نے پہلے ایڈیشن کی نسبت تقریباً ڈیڑھ سو صفحات کا اضافہ کر کے اس کی شان کو دوبالا کر دیا ہے۔ ہدیہ غیر مجلد ۱۰؍ مجلد ۱۲؍ جلد اعلیٰ ۱۲؍

جلد دوم مجلد۔ ہدیہ مبلغ دس روپے۔

علمائے ہند کا شاندار ماضی۔ مولانا سید محمد میاں کی شہرۂ آفاق تالیف قیمت مجلد ۶ روپے آٹھ آنے۔

علمائے حق کے مجاہدانہ کارنامے۔ حصہ اول از مولانا موصوف قیمت مجلد ۴؍

پتہ:۔ منیجر مکتبہ اہلسنت شاہ منزل، انور محلہ، لاہور۔

۳۱- مرکزی اپیل کے سلسلہ میں عملی قدم

انجمن تنظیم جام پور زندہ باد!

(۴)

اغیار کا تبلیغی خرچ سیاسی، صنعتی اور تعلیمی اداروں کو جانے دیجیے خالص فرقہ دارانہ مذہبی تبلیغی مراکز کو لیجیئے! آپ کو معلوم بھی ہے۔ ان مراکز پر غیر مسلمین کس قدر شوق اور دلچسپی سے نہیں! عشق اور دیوانگی سے روپیہ خرچ کر رہے ہیں۔ مختصراً ہم سے سن لیجئے! عیسائی ممالک کے متعدد مشن صرف ہندوستان میں ۷۰ کروڑ روپیہ پانی کی طرح بہا رہے ہیں۔ "نیویارک ٹائمز" کی اطلاع ہے۔ کہ چرچ آف انگلینڈ صرف انگلستان ہی میں مسیحیت کے احیا کے لئے ۸ لاکھ ڈالر کے سالانہ خرچ سے ایک مستقل ادارہ قائم کر رہا ہے۔

آریہ سماجیوں کو لیجئے! پنجاب پراونشیک سبھا کے پاس صرف وید پرچار فنڈ میں بارہ لاکھ سے زیادہ روپیہ جمع ہے۔ جس میں ایک لاکھ تو ایک داتی باوا گورکھ سنگھ نے دیا ہے۔ سناتنی عقاید کی سطح پر جتنا نیچے ہوں۔ عمل کی سطح پر اتنا اونچے ہیں۔ اپنے مسلک کے بقا اور حفاظت

کے میدان میں وہ سماجیوں سے بہت ورڈ کہاں! فاروڈ میں۔ ایک ایک آدمی کے لئے لاکھ لاکھ دو دو لاکھ دے دینا کوئی بڑی بات نہیں ..... گوسوامی گنیش دت جی کو پچاس ہزار روپے ایک دانی نے ہر دوار میں بھون کی تعمیر کے سلسلے میں پیش کئے۔ جسے گوسوامی جی اس بنا پر قبول نہیں کرتے۔ کہ اس سے دوسرے بھائیوں کو شرکت اور حصول ثواب کا موقع نہ ملے گا۔ (ویر بھارت ۵۔۳۔۴۴)

اب مرزائیوں کو لیجئے! دونوں پارٹیاں ۲۰ لاکھ روپیہ صرف مسلمانوں کو مرتد کرنے پر خرچ کر رہی ہیں۔ ڈھونگ تو یورپین ممالک میں بھی تبلیغ کا بنا رکھا ہے۔ مگر جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ انگریز بہادر کے ملک میں تبلیغی مشن کا رعب دکھانے سے مقصد صرف "سایۂ رحمت و برکت" کے نیچے بسنے والے اسلامی ممالک کے بدقسمت مسلمانوں کا متاعِ ایمان خریدنا ہے اور بس

مسلمانوں کی بیداری اور حرکت۔ اب ہم پوچھتے ہیں۔ مسلمان ان سب کے مقابلے میں کیا کر رہے ہیں؟ اس کا جواب کل تک نہایت یاس انگیز تھا یعنی کچھ نہیں۔ لیکن آج بفضلہ تعالیٰ تو سایہ اثر ہے۔ یعنی یہ کہ وہ مرکز تنظیم پر منظم ہو رہے ہیں۔ اور تحریک تنظیم کی دعوت پر قربانی کرنا سیکھ رہے ہیں۔

ایک لاکھ کی اپیل پر ایک معمولی قصبہ جام پور کے مسلمانوں نے مرکز کو خاص تبلیغی مقصد کے لئے چھ ہزار روپیہ کی نقد پیشکش کی ہے۔ میرے خیال میں اس کی نظیر مسلمانوں میں نہیں ملتی۔ خدا ان مخلص دوستوں کے اخلاص اور مال میں برکت عطا فرمائے۔ اور ان کی یہ قربانی قبول کر کے! سے ان کی نجات آخرت کا ذریعہ بنا دے۔ آمین!

جہاں تک ایثار کا تعلق ہے۔ آل قربانی کا ذکر کرتے ہوئے گردن شرم

سے جھک جاتی ہے۔ لیکن جہاں تک اپنی قوم کا سوال ہے۔ اس رقم کے تذکرہ پر جام پور کے اشتہار پیشہ نوجوان کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔

مجھے امید کرنی چاہیئے۔ کہ ملک کے طول و عرض میں جام پور کے اس نمونہ پر عمل کیا جائے گا۔ اگر ہر جگہ کے مسلمان اس طرف توجہ دیں تو آج... مرکز تنظیم ہر باطل کا کامیاب مقابلہ کرنے کے لئے مستحکم اور ٹھوس بنیاد دل پر کھڑا ہو سکتا ہے۔

(زمزم ۱۰/۴ ۱۹)

اگر ہمارے تمام دلائل بیکار جائیں

اور ہماری یہ ساری منطق آپ کو متاثر نہ کر سکے۔ تو پھر ہم آپ سے صرف ایک بات عرض کریں گے۔ کہ آپ سنجیدگی سے اغیار کی مذہبی جدوجہد اور تبلیغی سرگرمیوں کو دیکھ لیں۔ آپ یقیناً پکار اٹھیں گے۔ کہ جب سب فرقوں کے تبلیغی مرکز ہیں۔ تو ہمارا تبلیغی پلیٹ فارم کیوں نہ ہو؟ ہو اور ضرور ہو!

۳۲۔ روپیہ جمع کرنے کا طریقہ
نوجوانانِ جام پور کا قابلِ تقلید نمونہ

(۵)

مرکز نے اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں تحریک کے استحکام و استقلال کے لئے ایک لاکھ روپے کی اپیل توکلاً علی اللہ کی۔ اور اسے اپنے حلقہ میں تقسیم کر دیا تاکہ فراہمی کی ذمہ داری میں سب شریک ہو کر اپنا اپنا کام شروع کر دیں۔

اس تقسیم میں تحریک کے بانی محترم المقام سردار احمد خان صاحب پتافی وغیرہ احباب جام پور کے حصہ میں پوری اپیل کا دسواں حصہ یعنی دس ہزار روپیہ آیا۔ جام پور جیسے قصبہ کے لئے دس ہزار روپیہ جمع کرنا مشکل امر تھا۔ لیکن چونکہ مرکز کی طرف سے اعلان کر دیا گیا تھا۔ اس لئے اب احباب جام پور نے اس مشکل کو مشکل کہنے کی بجائے اپنے عمل و حرکت کی برکت سے حل کرنا شروع کر دیا۔ متعلقین تحریک یہ سن کر مسرت محسوس کریں گے۔ کہ صرف دو ماہ کی قلیل مدت میں ان لوگوں نے تقریباً چھ ہزار روپیہ جمع کر لیا۔

اب میں یہ عرض کروں گا۔ کہ جام پور کی حالت جو ہماری اپنی جماعت کی بے بضاعتی کے باوجود اتنی تھوڑی مدت میں اتنی بڑی رقم کس طرح جمع ہو گئی!

سنئیے! جماعت کے دو ذمہ دار افراد برادرم محترم سردار عبدالرحیم خاں صاحب پٹھانی اور برادرم صوفی کریم بخش صاحب نے مل کر سوچا۔ کہ دس ہزار کے بارِ گراں کو اپنے کمزور کندھوں پر کس طرح اٹھایا جائے۔ اپنے ہم خیالوں اور تحریک کے ہمدردوں میں کوئی ایک بھی ایسا آدمی نظر نہیں آتا۔ جو زیادہ سے زیادہ ایک ہزار کی رقم دے دے۔ یہ دوست اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ بجائے بڑی بڑی رقوم کی فکر کرنے کے بڑے حلقہ کی فکر کی جائے۔ اور چھوٹی چھوٹی رقمیں حاصل کی جائیں۔ چنانچہ صوفی صاحب ایسے مفلس اور نادار شخص نے سب سے پہلے خود بیس روپے کی رقم پیش کرتے ہوئے یہ سکیم اپنے خاص احباب کی مجلس میں رکھی۔ جب اس مجلس نے تجویز کی تائید اور حمایت کی۔ تو اسے ذرا بڑے حلقہ اجتماع جمعہ میں پیش کیا گیا۔ دو تین جمعے خود سردار صاحب اسی سلسلہ میں ارشاد فرماتے رہے۔ آپ نے یہ بھی اعلان کر دیا۔ کہ نوجوان جتنی رقم جمع کریں گے۔ اتنی رقم میں اپنی طرف سے پیش کروں گا۔ اب نوجوان قربانی پر آمادہ تھے۔ اللہ کا نام لے کر فراہمی کا کام شروع کر دیا گیا۔ مگر روپیہ کی فراہمی سے پہلے ان نوجوانوں سے اسماء کی فراہمی کی گئی۔ یعنی خاص اجلاس میں بڑے غور و فکر کے بعد ایک طویل فہرست ایسے دوستوں کی مرتب کی گئی جو کم از کم بیس روپے اس سلسلہ میں دے سکیں۔ فہرست مرتب ہو گئی۔ تو روپیہ آنا شروع ہو گیا۔ محرکین نے دوستوں کے گھروں پر جا کر امداد حاصل کی برادرم عبدالرحیم خاں صاحب نے شدید گرمی میں میلوں سفر کیا۔ ان کے اور ان کے رفقاء کے اخلاص کی برکت سے تھوڑے سے دنوں میں ۲۶۲۱ روپے کی قابل قدر رقم جمع ہو گئی۔ ۱۴ شوال کا جمعہ میں نے جام پور میں پڑھا۔ اور ان دوستوں کا شکریہ ادا کیا۔ میری تقریر کے بعد

ہاں پیرانہ سالی جواں ہمت بزرگ قوم سردار احمد خاں صاحب پتانی نے اپنی طرف سے ۲۶۲۱ کی بجائے تین ہزار روپیہ دینے کا اعلان کر دیا جزاھم اللہ تعالیٰ فاحسن الجزاء اس طرح ۵۶۲۱ روپے میرے حوالے کئے گئے یہ سب سے پہلی بڑی رقم ہے جو مرکزی بیت المال کے شعبہ اپیل میں آئی۔

میں ایک دفعہ پھر نوجوانان جام پور خصوصاً برادرم عبدالرحیم خاں صاحب اور صوفی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جن کی سعی سے یہ رقم جمع ہوئی۔ سردار صاحب کی خدمت میں بھی ہدیہ تشکر پیش کرتا ہوں۔ حقیقت میں آپ کے اخلاص ایثار اور قربانی کا نتیجہ ہے۔ کہ تحریک تنظیم اپنی زندگی کے دوسرے سال ہی میں .... ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل گئی ہے۔ اور محترم المقام نوابزادہ ..... محمود خاں صاحب اور سردار حاجی محمد تقی خاں صاحب جیسے جواں سال اور جواں ہمت شرفا اس ناؤ کے کھیون ہار بن گئے ہیں۔

اپیل آخر میں اسلامیان ہند سے پرزور عرض کروں گا۔ کہ سردار احمد خاں صاحب جیسا عام حیثیت کا زمیندار اپنا پیٹ کاٹ کر اپنی ذاتی ضروریات پس پشت ڈال کر اگر دو ہزار روپیہ سالانہ کی مستقل امداد کے علاوہ تین ہزار کی رقم مرکزی اپیل کے سلسلے میں پیش کر سکتا ہے۔ تو کیا سارا ہندوستان ایک لاکھ روپیہ جمع نہیں کر سکتا؟ ضرورت صرف احساس اور توجہ کی ہے۔ اگر ہمارے امراء اس تحریک کی اہمیت اور فریضہ تبلیغ کی ضرورت محسوس کر کے اس نظام کی ایثار اور تقویت پر متوجہ ہو جائیں۔ تو ایک لاکھ روپیہ چشم زدن میں جمع ہو سکتا ہے۔ مجھے امید ہے۔ کہ برادران اسلام اپنا فرض ادا کرنے میں قاصر نہ رہیں گے۔ خدا ہمارے ساتھ ہو۔ (زمزم ۱۰ ۲۹ جنوری)

۳۴۔ چوٹی ضلع ڈیرہ غازیخاں
کے
زندہ مسلمانو! زندہ رہو!!

گو چوٹی نے تادم تحریر مرکزی ایک لاکھ کی اپیل میں کچھ نہیں دیا۔ تاہم وہ اپنی قربانیوں کے پیش نظر اس لائق ہے۔ کہ جام پور کے بعد اسے جگہ دی جائے۔

محترم نواب زادہ محمود خاں صاحب اور مکرم سردار حاجی محمد علی خاں صاحب کی ہزاروں روپیہ سالانہ مستقل امداد کے علاوہ انجمن تنظیم چوٹی اپنی سالانہ آمدنی کے ۱/۴ کی صورت میں مرکزی بیت المال میں ہزاروں روپیہ دے چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ اراکین انجمن خصوصاً سردار صاحبان کو جزائے خیر دے اور خدمت دین کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

ہمیں یقین ہے کہ چوٹی، مرکزی اپیل کے سلسلے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے گی۔ بلکہ آگے نکل جانے کی کوشش کریگی۔ دہتم مرکز جب تحریک تنظیم کی بنیاد خالص اسلامی اصول تابتہ پر قائم ہے۔ تو اس کی فروع وفرعها فی السماء کی مصداق کیوں نہ ہوگی؟ انشاء اللہ یہ مبارک

تحریک پھلے پھولے گی اور ایک دن تمام عالم اسلامی پر اس کا سایہ ہوگا۔ امراء
ورؤساء و والیان ریاست اور سلاطین ملک اس کی آبیاری کرنے میں اپنی سعادت
سمجھیں گے۔ اور فخر محسوس کریں گے۔ اس کا بیت المال بھرپور ہوگا۔ دینے
والے ہزاروں بلکہ لاکھوں دیں گے۔ مگر جانتے ہو۔ کہ حق تعالیٰ کے ہاں کس
کی زیادہ ... قدر ہوگی؟ وہاں کون زیادہ مقبول و منظور ہوگا؟ کیا آج سے
بیس پچیس یا چالیس پچاس سال بعد لاکھوں دینے والے؟ نہیں۔ بلکہ آج
تحریک کو اول قدم پر سنبھالنے، اٹھانے اور بڑھانے والے!

حق تعالیٰ کی بارگاہ میں ان اولین و سابقین کو جو درجہ حاصل ہوگا۔ وہ بعد
میں آنے والوں کو کہاں نصیب! خوش نصیب ہیں راجن پور، کوٹلہ مغلاں،
جام پور اور چوٹی وغیرہ کے مسلمان! جن کی پاک کمائی سے مرکز تنظیم کا وجود
عمل میں آیا۔ اور اس معصوم تحریک اور نبوی مشن کی دعوت دنیا کو دی گئی۔

پھر ان سب مقامات میں "چوٹی" چوٹی پر پہنچ گئی۔ جب کہ یہاں کے غریب
زمینداروں نے قریباً دس ہزار روپیہ کی زرعی اراضی بحق تحریک وقف کر دی۔
انتہائی خوشی کا مقام ہے۔ کہ آج تنظیم چوٹی کا مطبوعہ دستور العمل (مرکزی...
دستور العمل کے مطابق) تحریک کے سرپرست اعلیٰ محترم المقام نواب زادہ محمود خان صاحب
کی اس ہدایت کے ساتھ مرکز میں موصول ہوا۔ کہ انجمن تنظیم چوٹی کو باضابطہ رجسٹرڈ
کرا لیا جائے۔ تاکہ وقف شدہ اراضی کا انتقال انجمن کے نام کرایا جا سکے۔

میں اس سے پہلے بھی پر امید تھا۔ لیکن اس اقدام سے تو تحریک
کے روشن مستقبل کے نقوش اور زیادہ واضح ہو گئے ہیں۔

[illegible] وقف فی سبیل اللہ کی ابتدا کرنے والوں کو جزائے خیر عطا

فرمائے۔ اور ہر جگہ کے مسلمان بھائیوں کو توفیق بخشے۔ کہ وہ تبلیغ اسلام کی تربیت اور تحریک تنظیم کی اہمیت کو کما حقہ محسوس کرتے ہوئے اپنے اپنے ہاں مقامی جماعت کی تشکیل کریں۔ اور جائدادوں کے حصے وقف کر کے ان جماعتوں کو اس قدر طاقت ور بنا دیں۔ کہ یہ کفر و باطل کا کامیاب مقابلہ اور مدافعت کر سکیں

یہ اور اسی ۔ میں اس بنا پر جہاں ان زمیندار صاحبان کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ وہاں تحریک تنظیم کی دوسری شاخوں کے متعلقین سے بھی عرض گذار ہوں۔ کہ وہ بھی ان مخیر حضرات کے اس نیک نمونہ کی تقلید کریں اور اپنی اپنی جماعتوں کے نام جائدادیں وقف کر کے ان کی بنیادیں مضبوط و مستحکم کر دیں۔

سردار صاحبان چوٹی سے درخواست ہے کہ نو زمینداروں کی اس شاندار قربانی کے بعد اعلیٰ زمیندار صاحبان کب تک خاموش رہیں گے۔ لغاری خاندان کے جذبہ ایثار و اخلاص سے امید ہے۔ کہ وہ اس میدان میں اپنے غریب ہمسایوں سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ بلکہ یقیناً آگے بڑھ جائیں گے۔

میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا۔ کہ وہ اس قسم کی قربانی کرتے وقت مرکز کی طرف توجہ فرمائیں۔ کیونکہ ان کی شان کے شایاں مرکز کی امداد و اعانت اور اس کا استحکام و تقویت ہے۔ امید ہے کہ وہ مرکز تنظیم کے نام اپنی ریاست میں ایک معقول وقف قائم کر کے عند اللہ ماجور اور ان تمام فرزندان توحید کے مشکور ہوں گے۔ جن کی متاع ایمان تحریک تنظیم کی سرگرمیوں کے نتیجہ میں موجودہ غارت گران ایمان کے حملوں اور ڈاکوں سے محفوظ رہیگی۔

(زمزم ۲۱ ستمبر ۱۹۳۶)

جام پور کے جن زندہ دل مسلمانوں نے اپیل میں ہزاروں روپے دئیے ان کے اسمائے گرامی کی مکمل فہرست "زمزم" میں شائع ہو چکی ہے۔ لیکن ہزاروں روپے دے کر بھی جام پور تھکا نہیں۔ تازہ دم ہے۔ اور ہمت وقوت سے برابر کام کئے جا رہا ہے۔

راجن پور۔ جام پور کے بعد راجن پور کا نمبر ہے۔ راجن پور کے تہی دست مگر بلند ہمت دوستوں نے بقیادت محترم مولوی مشتاق احمد صاحب تحریک "تنظیم" کو بروبراہ کرنے میں اپنا پیٹ کاٹ کر کافی مدد دی ہے۔

اپیل فنڈ میں ان حضرات کی پانچ سو روپے کی پہلی قسط وصول ہو چکی ہے۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ ان مخلص احباب کا اسپ ہمت ابھی کئی منزلیں طے کر کے دم لے گا۔

شمس آباد۔ شمس آباد کے احباب شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر اس کار خیر میں حصہ لیا۔ اور دوسری چھوٹی موٹی امدادوں کے علاوہ اپیل فنڈ میں مرکز کو تقریباً ساڑھے تین سو روپیہ عنایت فرمایا۔ جزاہم اللہ تعالیٰ۔

میں محترم خان عبدالعزیز خاں صاحب رئیس اعظم، محترم احمد شیر خاں صاحب، محترم مولانا سید ابو البیان صاحب، برادرم فاروق احمد صاحب کا خاص طور پر مکرر شکر گزار ہوں۔ جنہوں نے اپنا قیمتی وقت دے کر فراہمی روپیہ میں ہر ممکن تگ و دو کی۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اور ان کے معاونین کار کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور آئندہ خدمات دین کی مزید توفیق بخشے آمین!

اپیل۔ میں ان تمام معاونین حضرات کا شکر گزار ہوں۔ اور مسلمانان ہند

اپیل کرتا ہوں - کہ وہ اس سلسلہ میں اپنا فرض محسوس کریں - اگر ملک کے طول و عرض میں ان دوستوں کی طرح اس اہم کام کی طرف توجہ کی جائے - تو آج ایک لاکھ کی رقم پوری ہو سکتی ہے - اور مرکز تنظیم کی بنیاد مضبوط اور مستحکم ہو سکتی ہے - جو محض اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اہل باطل کے حملوں کی تردید و مدافعت کے لئے وجود میں آیا ہے -

(مرکزی تبلیغی ٹریکٹ مئی ۱۹۴۶ء)

ضرورت القرآن

دنیائے اسلام میں اپنے موضوع کے لحاظ سے سب سے پہلی اور سب سے ضروری کتاب - جس میں معاملات، اقتصادیات، سیاسیات، معاشیات، تعزیرات، علوم جدیدہ، اخلاق، آداب، حقوق وغیرہ جملہ امور معاش و معاد کو قرآنی تعلیم کی روشنی میں انجیل، وید وغیرہ دیگر کتب و قوانین سے مقابلہ کر کے ثابت کیا گیا ہے - کہ تمام دنیا کو صرف قرآن ہی کی ضرورت ہے - ضخامت قریباً پانچ سو صفحے

قیمت قسم اول کاغذ سفید جلد پارچہ سنہری ۲ روپے

قسم دوم مجلد للعہ (کاغذ رنگین)

ملنے کا پتہ: منیجر مکتبہ اہل سنت، منزل نور محلہ لاہور

۲۳۶ - انجمنوں کے بعد افراد و اشخاص!

درحقیقت صرف مسلمان ہیں۔ جو اپنے دین کی خدمت اسلام کی اشاعت سے
یکسر غافل ہیں۔ علماء ہیں تو ان کا جہاد اکثر پڑھنے پڑھانے یا بیکش میں یا کسی
کالج کا رہنے تک محدود ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ امراء ہیں تو انہیں اسمبلی
کی سیٹ یا لیڈری یا وزارت یا کم از کم پارلیمنٹری سیکرٹری شپ کے حصول کی
فکر ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ ذاتی کاروبار کی ترقی، عزوجاہ کی طلب اور
مال و دولت کی افزونی کی تڑپ ہے اپنے اور اپنے بال بچوں اور آنے والی
نسلوں کے ایمان کی حفاظت کا کسی کو خیال نہیں، الحاد و دہریت اور دین کے
رنگ میں بڑھتی ہوئی بیدینی ——— مرزائیت وغیرہ سے بچنے بچانے
کی کسی کو فکر نہیں۔ ہم میں سیٹھ عبداللہ ہیں نہ بابا گورمکھ سنگھ۔ نہ سر ظفر اللہ ہیں
نہ دیوان بہادر کرشن کشور، گرو سوامی اگنیش دت ہیں، نہ مرزا محمود احمد، مہاشہ
کرشن آف "پرتاپ" ہیں نہ مہاشہ خوشحال چند آف "ملاپ" جن کا اٹھنا
بیٹھنا، سونا، جاگنا، لینا دینا، لکھنا پڑھنا، اوڑھنا بچھونا، مال و دولت، زبان
و قلم، دل اور دماغ سب کچھ دین یا دھرم اور دھرم پرچار کے لئے وقف
ہے۔ یہ حالات حوصلہ فرسا اور پریشان کن ہیں۔ اغیار کی ہر طرفہ یورش
اور دینی گمراہی بلکہ موت کی سرحد سے ملی ہوئی نیند کو دیکھ کر ایک دیکھنے
والے کے دل میں سوال اٹھتا ہے۔ کہ آخر ہمارا کیا بنے گا۔ اگر یہی لیل و نہار
ہے۔ تو سوچتا ہوں کہ مسلمانوں کے مستقبل کا کیا حال ہو گا۔ اگر ہر سال
۲۷ - ۲۸ ہزار مسلمان مرتد ہو کر مرزائی بنتے گئے۔ اور مسلمانوں نے ان میں

سے ایک کو بھی نہ روکا۔ تو چلو ہمارا نہ سہی ہماری آئندہ نسلوں کا کیا حشر ہوگا؟
اس وقت ذات باری تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ اس بھیانک تاریکی میں امید کی ایک شعاع نظر آنے لگی ہے۔ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اجالے کے آثار پیدا ہونے لگے ہیں۔ بعونہ تعالیٰ مرکز تنظیم کا قیام عمل میں آگیا ہے اور اس کی مخلصانہ آواز پر ملک کے گوشے گوشے سے لبیک کہا جا رہا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ اسلامی درد، تبلیغی جذبہ ملی احساس کے محافظ دیکھتی بھالتی آنکھ جلتا جلتا دل اور جیتا جاگتا دماغ رکھنے والے کئی دوست اس کی مالی امداد کی طرف متوجہ ہیں۔

بانیان مرکز۔ ایک لاکھ کی اپیل کا سب سے زیادہ بوجھ ضلع ڈیرہ غازیخان کے احباب پر ہے۔ قریباً تہائی روپیہ کی فراہمی کی ذمہ داری اس ضلع کے لوگوں پر ہے اور باقی دو تہائی کی سارے ملک پر۔ اور مجھے یقین ہے کہ ڈیرہ غازیخان کے اولوالعزم دوست اس بار گراں سے سب سے پہلے سبکدوش ہوں گے۔ کیونکہ تحریک سے جو دلچسپی اور وابستگی انہیں ہے۔ وہ کسی اور کو ہو نہیں سکتی۔ مرکز کے موسس اور اس دعوت حق کے مبلغ یہی حضرات ہیں۔ اور محرکین ہی کی ذات پہ اپنی تحریک کو کامیاب بنانے کی سب سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

سید احمد خاں نے انگریزی تعلیم کی تحریک اٹھائی تب در در در بدر مارے مارے پھرے۔ دوستوں سے مانگا دشمنوں سے مانگا اپنوں سے مانگا غیروں سے مانگا سفر میں مانگا حضر میں مانگا عزت سے مانگا ذلت سے مانگا۔ تب جا کر لاکھوں روپے جمع ہو سکے اور

تحریک کامیاب ہوئی۔

اب سردار احمد خاں کی باری ہے۔ جس نے اسلامی تبلیغ اور دفاع عن الدین کا علم بلند کیا ہے۔ شکر ہے کہ آپ اکیلے نہیں۔ بلکہ آپ کے ساتھ نو ابزادہ محمود خاں صاحب اور سردار محمد علی خاں صاحب اور دوسرے مخلص دوستوں کی ایک جماعت ہے۔ ہر چند کہ ان دوستوں کے امکانات اور وسائل محدود ہیں۔ تاہم ان کے تبلیغی جذبات اور اسلامی جوش و غیرت کی فراوانی سے یقین کامل ہے۔ کہ یہ لوگ ایک معقول رقم فراہم کریں گے۔

محسنین آگرہ۔ ضلع ڈیرہ غازی خاں سے باہر جن لوگوں نے تحریک تنظیم کی مالی امداد کی ہے ان میں سب سے اول نمبر آگرہ کے احباب کا ہے اور اس لحاظ سے تو ان دوستوں کا نمبر ضلع ڈیرہ غازی خاں کے احباب سے بھی آگے ہے۔ کہ یہ لوگ مستقل ماہوار امداد مرکز کو دیتے ہیں۔ اور یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ ٹھوس اور حقیقی امداد وہی ہے جو مستقل ہو۔ خواہ وہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔

حق تعالیٰ ان کی اس قربانی کو قبول فرما کر انہیں آئندہ خدمت دین کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دیگر معاونین کرام۔ ان محسنین کے علاوہ برادر محترم خواجہ سرور احمد صاحب آف کلکتہ، محترم عبدالرحیم صاحب آف امرتسر اور حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب نعمانی، مظاہری مدرس مدرسہ اشاعت العلوم کائیانہ ریاست جیند بھی اس سلسلہ میں کافی امداد کر رہے ہیں۔ میں ان سب حضرات کی مخلصانہ جدوجہد اور صدقہ کرم فرمائی کا سپاس گزار ہوں۔

شکریہ احباب - میں ادائے فرض سے قاصر رہونگا - اگر جام پور کے
احباب محترم سردار صاحب کے نوجوان سعادتمند دست و بازو ول خان
عبدالرحمن خان صاحب و خان عبدالرحیم خان صاحب پتافی اور صوفی کریم بخش
صاحب سید سردار شاہ صاحب بی - اے مولوی محمد عیسیٰ صاحب اور
خان غلام رسول خان صاحب افغان ناظم تعلیمات جل مگسی اور مرزا صاحبان
کوٹلہ مغلاں، میاں صاحبان ریتڑہ، اراکین انجمن راجن پور، دھنگانہ
اور ڈیرہ غازی خان وغیرہم احباب کا شکریہ ادا نہ کروں - جو اس سلسلہ
میں کافی امداد کر رہے ہیں - جزاہم اللہ احسن الجزاء

۲۷- اپیل کے سلسلہ میں بانیٔ تحریک کا ارشادِ گرامی

محترم المقام جناب سردار احمد خان صاحب پتافی اپنے ایک مکتوب میں راقم
منتظم کو تحریر فرماتے ہیں :-

آپ نے بتوکل علی اللہ ایک لاکھ روپیہ کی اپیل تو کردی لیکن فی الحال اس
کی صورت ایک مطالبہ کی ہے - اپیل وہ ہوگی جو مسلمانوں کے دلوں کو اپیل
کرے گی - بار بار دیگر فرقہ جات کی سرگرمیاں ۔ ان کے تبلیغی پروگرام ان کے
عزائم پیش کرکے تحریک تنظیم کی ضرورت و اہمیت پڑے گی - مرکز کی مشکلات
واضح کرکے مسلمانوں کو ان مشکلات کے حل کرنے میں شرکت کی دعوت پر
دعوت دی جائے گی - تب شاید کوئی بہتری کی صورت نمودار ہو -
جیسا کہ عرض ہوا دوسری جماعتوں کے پروگرام اور ارادے مسلمانوں کے
سامنے لائے جائیں - انہیں یہ حقیقت سمجھائی جائے - کہ مرزائی جماعت

کا تختۂ مشق محض مسلمان ہیں۔ کسرِ صلیب تو محض بہانہ ہے۔ اگر صلیب کو کچھ توڑا ہے تو دہریت نے۔ پھر یورپ اور امریکہ کے مشن بھی مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

خرابی کی بنیاد۔ ایک ہے، صرف ایک ہے اور محض ایک ہے۔ وہ یہ کہ مسلمانوں کا کوئی تبلیغی مرکز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرزائی فتوحات پر فتوحات دکھا رہے ہیں۔ الغرض اسلامی دنیا کا انتشار، لامرکزیت، جمود، غفلت، انحطاط اور تنزل پیش کر کے مسلمانوں کو جھنجھوڑا جائے۔ کہ آخر ان حالات میں کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو یا نہ؟ باعمل، حساس، بیدار اور غیور طبائع اِنْ شَاءَ اللہ مرکز کی مخلصانہ دعوت پر لبیک کہتی ہوئی میدانِ عمل میں آ جائیں گی۔

مطالبہ۔ آپ اہل الرائے سے مشورہ، اہلِ دولت سے روپیہ، اور اہلِ علم سے آنریری تبلیغی خدمات طلب کریں۔ "پیغامِ صلح" نے آنریری تبلیغ کا مطالبہ قائم کر رکھا ہے۔ اور قادیان تو ہر مرزائی سے مطالبہ کرتا ہے۔ کہ کم از کم ایک مرزائی پیدا کر دے۔ اور یہ کوئی رسمی مطالبہ نہیں، نہایت تاکیدی اور نہایت سنجیدہ مطالبہ ہے۔ یہ مطالبے برادرانِ اسلام کر دکھائیں۔ پھر اس خستہ حالی میں مرکزِ تنظیم کی خدمات، بایں بے سر و سامانی ملک کے طول و عرض میں ہر جگہ ان اہلِ باطل کی ناطقہ بندی مسلمانوں کے سامنے لائیں۔ اور وسائل و ذرائع مہیا ہونے پر بیرونِ ہند میں اشاعتِ اسلام کا عالمگیر پروگرام ملت کے آگے رکھیں اور پھر اپیل کریں۔

احمد تیمانی از جام پور ۱۸ ۵/۳۶

۲۳۸- مرکزی اپیل موافق و مخالف تبصرے

"زمزم" لاہور کا بحث و مذاکرہ

ملک کے مشہور و مقبول اخبار روزنامہ "زمزم" کے مدیر محترم نے "بحث و مذاکرہ" میں تحریک تنظیم اور مرکز کی ایک لاکھ کی اپیل پر تبصرہ فرمایا ہے۔ جو شکریہ کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔ (مہتمم مرکز)

مرزا صاحب قادیانی کے جانشین مرزا محمود صاحب نے اپنے سالانہ جلسہ پر تقریر کرتے ہوئے جن اہم امور پر روشنی ڈالی اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ قرآن کریم کی انگریزی ترجمہ مکمل ہو چکا ہے قرآن کریم کے مختلف سات زبانوں میں جو ترجمے ہو رہے تھے۔ وہ بھی پایہ تکمیل کو پہنچ گئے ہیں۔ تراجم کے سلسلہ میں قادیانی مرکز کو دو لاکھ چالیس ہزار روپے وصول ہوئے۔ باقی دو لاکھ پانچ ہزار روپیہ بعد حفاظت جمع ہے۔

مرزا صاحب نے اپنے تبلیغی مشنوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ انگلستان میں رسالت تبلیغ کام کر رہے ہیں۔ اسپین میں دو مبلغ فرض تبلیغ ادا کر رہے ہیں۔ فرانس، اٹلی، سوئٹزرلینڈ، شمالی و جنوبی امریکہ، افریقہ، مصر، فلسطین، عراق، ایران، جزائر شرق الہند وغیرہ میں بھی دو دو چار چار مبلغ متعین ہیں۔ سن رہے ہیں ہمارے علمائے کرام! ان کا حریف اتنی دور نکل گیا ہے۔ کہ تعاقب کے لئے بھی ہمت چاہئے۔

مخلصین کی بے بسی:- بلاشبہ ایسے مخلص اور ایثار پیشہ حضرات بھی موجود ہیں۔ جو اشاعت الاسلام کا کام مخصوص بنیاد پر نہیں بلکہ کرنا چاہتے

ہیں۔ مگر مسلمان ان کا ساتھ نہیں دیتے ہیں۔ کیونکہ انہیں آج کل اسلام سے زیادہ اسمبلیوں سے دلچسپی ہے۔ اور یہ دلچسپیاں انہیں آہستہ آہستہ لادینی کی طرف لے جا رہی ہیں۔ اسی لاہور میں کئی سال سے مرکز تنظیم اہلسنت قائم ہے۔ اس کے مخلص بانیوں کا دل چیر کر دیکھا جائے تو ان میں اسلامی حرارت اور اسلامی خدمت کا بے پایاں طوفان اٹھتا نظر آئے گا۔ مگر جب ان کی نظر مسلمانوں کے جمود پر پڑتی ہے اور یہ خیال آتا ہے کہ قوم خودکشی سے باز نہیں آتی۔ تو دل مسوس کر رہ جاتے ہیں۔

مرکز تنظیم کی ابتدائی دعوت یہ ہے۔ کہ ہر سیاسی خیال کا اہل سنت ایک مرکز پر جمع ہو جائے۔ اور پھر ان کی مرکزی طاقت یورپ اور ایشیا کو اسلام کا پیغام سنائے۔ اس کے لئے مرکز نے ایک لاکھ روپے کی اپیل کی جو سیاست کے طوفان میں صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ کام کرنے والے موجود مگر کام لینے والا کوئی نہیں۔ اور پھر کہا جاتا ہے۔ کہ اہل سنت کا کوئی ہی کارنامہ منظر عام پر نہیں آیا۔ مسلمانوں کی یہ حالت شاید اس لئے ہے کہ قدرت قادیانی مسیح کی مسیحائی کو غلط ثابت کرنے کے درپے ہے ؎

نامرادی میں ہو اسے تمنا آنا جانا (زمزم لاہور ۲۱ ئ)

معاندانہ "الفضل" کا اقتباس

"الفضل" غریب مسلمانوں کے غم میں گھلتے گھلتے رقم طراز ہے:۔

اس وقت تک احمدیت کے خلاف کئی لوگ، کئی پارٹیاں اور کئی جتھے کھڑے ہوئے۔ مگر ایک ایک کر کے سب ختم ہو گئے .... افسوس کے

ساتھ کمنا پڑتا ہے۔ کہ مخالفت کا میدان خالی ہونا دیکھ کر ایسے لوگ بھی اس میں داخل ہو رہے ہیں جنہیں (شاید مرزا صاحب کی رسوائے عالم اور شرمناک زبان میں ـــ مرکز) بات کرنے تک کا سلیقہ نہیں (لاہور، کلکتہ، ڈیرہ اسمٰعیل خاں، پاک پتن، ٹوبہ ٹیک سنگھ وغیرہ مقامات میں مناظرہ سے فرار کی جوابدہی میں یہ توجیہ خوب کام دے گی ـــ مرکز) اور جن کی ساری پونجی ایک دو احمدیت سے مرتد افراد کے سوا اور کچھ نہیں۔ (اور آپ کی ساری پونجی بھی تو اسلام سے مرتد افراد کے سوا اور کچھ نہیں ـــ مرکز) مگر ادعا یہ ہے۔ کہ تحریک تنظیم کسی خاص مقامی ضرورت، وقتی مدافعت، ہنگامی ہیجان، وتلاطم اور عارضی جوش و خروش کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ ہم ٹھوس بنیادوں پر وسیع دائرہ میں ثبات و استقلال کے ساتھ کفر و باطل کا مقابلہ و مدافعت کرنے کے لئے اٹھے ہیں، ہمارے کام کا معیار بلند، ہمارے عزائم بلند تر ہماری سکیمیں ہمہ رس اور ہمارا پروگرام ہمہ گیر ہے۔ ہم ان عالمگیر فتنوں کے لئے میدان عمل میں اترے ہیں۔ جن کا سالانہ بجٹ تیرہ لاکھ بن رہا ہے۔ "زمزم" ۱۵ ارمئی ۱۹۳۵ء) .... یہ بڑا لمبا چوڑا دعویٰ (مرزا صاحب کے دعاوی سے بھی بڑا! ـــ مرکز) اخباروں میں شائع کر دیا گیا ہے۔ اور ... مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ خدارا جاگو! اور اس سال اپنے واحد تبلیغی مرکز کے بیت المال میں تیرہ اور آٹھ لاکھ نہ سہی کم از کم ایک لاکھ تو ضرور جمع کر دو۔ اس واحد تبلیغی مرکز نے یہ طول طویل بلا ثبوت اور بلا دلیل ... سے ... (تبلیغی عزائم کا اظہار کر دیا ایک ایسا دعویٰ ہے جس کے لئے ثبوت اور دلیل کی [illegible] [illegible] ... مگر [illegible] ...

لاکھ روپیہ غریب مسلمانوں سے (اجی غریب مسلمانوں سے یا ظالم کافروں سے؟ ——— مرتب) وصول کیا جا سکے۔

یہ وہ لوگ ہیں۔ جو واحد تبلیغی مرکز کے زیر انتظام احمدیت کی مخالفت میں کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ احمدیت کا تو یہ لوگ کیا بگاڑ سکیں گے۔ البتہ کچھ عرصہ ناواقف اور انجان مسلمانوں کا مال اور ہمیشہ کے لئے اپنی عاقبت ضرور برباد کر لیں گے (گویا یہ ساری مخبر کاری اور دیدہ دلیری، یہ ساری پریشانی و سراسیمگی، یہ سارا فکر و تردد اپنی تجارتی کساد بازاری اور کاروبار کے مندہ پڑ جانے کے خطرہ سے پیش نظر نہیں، بلکہ انجان مسلمانوں کے مال اور ہماری عاقبت کی بربادی کے غم و الم اور رنج و افسوس کا معصومانہ مظاہرہ ہے ——— مرتب)

احمدیت کوئی انسانی منصوبہ نہیں کسی پارٹی کی بنائی ہوئی اسکیم نہیں (سرکار انگریزی کا خود کاشتہ پودا ہے ارشاد مرزا صاحب مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ہفتم ——— مرتب) خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم کردہ تحریک ہے۔ جس کی غرض و غایت (دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر ٹھہرا کر ——— مرتب) احیائے اسلام ہے۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ انسانوں کی مخالفت اس کو نقصان پہنچا سکے۔ (پھر یہ فضول شور و غوغا اور بے وجہ آہ و بکا کیوں؟ ——— مرتب) البتہ مخالفین کا بار بار اٹھنا اور پھر کچھ عرصہ شور مچا کر ختم ہوتے جانا... یقیناً احمدیت کی صداقت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ (پھر تو آپ کو حضرت مولانا ظاہر علی و حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب کا ممنون احسان اور مجلس احرار و تحریک ختم نبوت کا اور سیاسی تنظیم کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ الٹی لعنت کرتے ہو۔ یہ کفران نعمت اور ناشکر گزاری کیوں؟ ——— مرتب)

الفضل ۲۶ ... ۱۹۵۳ء

استدعا۔ موافق و مخالف ہر دو تبصرے بغیر کسی مزید تبصرہ کے
ہدیہ قارئین ہیں۔ "اکثریزم" کا نوٹ مرکز کی اپیل کی تائید و حمایت
میں واضح ہے۔ تو "الفضل" کا ایڈیٹوریل واضح تر! ان کے لفظ لفظ سے
میری معروضات کی تصدیق ظاہر اور میری اپیل کی اہمیت عیاں ہے۔

بہرحال میں اس سلسلہ میں کچھ عرض کرنے کی ضرورت اگر سمجھتا ہوں۔ تو
ملت اسلامیہ کے اکابر امت سے عرض کروں گا۔ کہ وہ ان ہر دو بیانات
کو ایک نظر بغور دیکھتے ہوئے اپنے فرائض کا احساس کر لیا۔ اور سوچیں
کہ اس صورت حالات میں ان کی ذمہ داری کہاں تک ہے؟

مجھے برادران اسلام کی غیرت ملی سے توقع ہے کہ وہ ایک لاکھ روپیہ
کی اپیل کو فوراً پورا کرکے تبلیغ اسلام کے اس واحد مرکز اور واقعتاً کفر کے
اس مرکزی ادارے کے استحکام و استقلال کا موجب ہونگے۔ اور فرزندان
اسلام کی حمیت دینی یہ کبھی گوارا نہ کرے گی۔ کہ ان کی غفلت و بے پروائی سے
خدانخواستہ یہ مرکز ختم ہو کر کفر و باطل کی "صداقت" کا ایک اور ثبوت نہ بن
جائے۔ وما علینا الا البلاغ۔

الداعی الی الخیر
مہتمم مرکز تنظیم اہلسنت

۳۹ سردار صاحب کا ایک اور بصیرت افروز مکتوب گرامی

مسلمانوں کو متوجہ کریں۔ کہ مخالفین کے سینکڑوں مبلغ ہر جگہ مسلمانوں کو تنگ کر رہے ہیں۔ دور دراز مقامات سے لوگ امداد کے لئے مرکز کو پکارتے ہیں۔ مگر ہمارے پاس اتنے مبلغ نہیں، دفتر کے لئے مکان تک اپنا... نہیں۔ اخبار اور آرگن اپنا نہیں۔ بایں بے سروسامانی مقابلہ سخت ہے۔ حریف ہر قسم کے سازوسامان سے لیس اور آلات حرب سے مسلح ہے۔

ان حالات میں مسلمانوں کے لئے صرف دو راہیں ہیں۔ یا تو صاف صاف فرمادیں۔ کہ مخالفین اسلام کے بالمقابل یہ محاذ فضول اور غیر ضروری ہے۔ یا پھر اس تبلیغی مرکز کی ہر قسم کی پوری پوری امداد کریں۔ حضرات علماء و مقررین بلامعاوضہ یا بالمعاوضہ اپنی خدمات پیش کریں۔ اہل الرائے مشورہ دیں۔ اور صاحب ثروت مالی امداد دیں۔

ہاں! اگر ہماری شخصیت پر اعتماد نہیں۔ تو صاحب اعتماد آگے بڑھیں ہم یہ کام ان حضرات کے سپرد کرنے کو بخوشی تیار ہیں۔ بلکہ ہماری تو خواہش اور استدعا یہی ہے۔ کہ صاحب اعتماد اور ذی اثر و رسوخ اکابر اس عظیم الشان تحریک کو اپنائیں۔

برادران اسلام کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ آریہ مرزائی عیسائی تبلیغی اداروں کے بالمقابل آپ کا ہندوستان بھر میں کوئی مرکزی تبلیغی ادارہ

نہیں ہے۔ ہمارے ہاں کہ تبلیغی ادارہ کے بغیر اسلام آج تک اعدائے اسلام کے چو طرفہ حملوں کے باوجود کس طرح باقی ہے۔ یقیناً یہ اسلام کی صداقت کا کرشمہ اور اس کے دین فطرت ہونے کا ثبوت ہے۔

ہندوستان اور بیرون ہند میں اسلام اور آنحضرت رسول کریم پر آریوں اور عیسائیوں کے اعتراضات اپنے تبلیغی ادارے کے فقدان کی وجہ سے ہیں۔ مرزائیوں کا عروج و اقبال تو محض ہمارے تبلیغی مرکز کے نہ ہونے کا نتیجہ ہے ان ہی دست درازی سے افریقہ کے مسلمان محفوظ ہیں۔ مسلمانوں میں نہ جاؤ وہاں مرتد ہو گئے۔ یہ جہاں بھی جاتے ہیں مسلمانوں کو انتشار و بدظنی میں مبتلا کرتے ہیں۔ کوئی ان کے سامنے نہیں آتا۔ کہیں بھی مسلمان ان کے سامنے آنے کے قابل نہیں۔ یہ لوگ ہر جگہ میدان صاف پا کر ڈینگیں مارتے ہیں۔

اس گمراہ اور کافر فرقے نے آج تک عیسائی یا سکھ وغیرہ کسی جماعت کو مرزائی نہیں بنایا۔ ان کا کرم اگر کرایا ہے تو ضعیف الاعتقاد پر۔ ان کی تمام ارتدادی تگ و دو مسلمانوں جیسی بے نظم و بے مرکز جماعت ہی تک محدود ہے۔

ان حالات میں ہم برادران اسلام کی خدمت میں دردمندانہ عرض کریں گے۔ کہ یا تو اشاعت و حفاظت کا کام یا ہاتھ میں لیں یا مسلمان کہلانا ہی چھوڑ دیں۔ مسلمان کہلانا اور اسلام کی خبر گیری نہ کرنا۔ اسے اعدائے دین کے حملوں سے نہ بچانا کیسی بے حمیتی کی بات ہے۔

اشاعت اسلام اور مدافعت عن الدین کے سلسلے میں فی الحال ...

۴۔ مرکز تنظیم کی تبلیغی ضروریات کیلئے

دو لاکھ کی اپیل

اور اس سلسلہ میں دس ہزار کی پیش کش

(۱)

(از سردار احمد خاں صاحب پٹھانی ـــــ ناظم مرکز تنظیم)

جماعت اہل سنت کا انتشار۔ اس وقت جماعت اہل سنت اپنا شیرازہ بالکل بکھیر چکی ہے۔ اور ایک بھیڑ کی حیثیت میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ اسے جو بھی بھگانا چاہے۔ بھگا لے۔ یہ ہر مدعی کا ذبا کرنے کے لئے ایک عمدہ چراگاہ اور بنا بنایا ذخیرہ ہے۔ جو بھی دعویدار اٹھے۔ اس کا ایک حصہ نہایت آسانی کے ساتھ اپنی اقتدا اور پیروی کے لئے چھانٹ لے۔ اگر یہی لیل و نہار رہے تو بالآخر اس کا انجام یہ ہو گا کہ جماعت گھٹتی گھٹتی ختم ہو جائے گی۔

مرکز تنظیم کا قیام۔ ان حالات کے پیش نظر توکلاً علی اللہ لاہور میں تبلیغی ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ اس کی قدر و قیمت کا اندازہ اپنوں کی نسبت بیگانے بہتر لگا رہے ہیں۔ اور اپنوں میں سے بھی کچھ وہی قدر دانی کرتے ہیں۔ جو اغیار اور بیگانوں کے پنجے میں گرفتار ہوتے ہیں۔ لیکن ابھی کیا مرکز تنظیم کے امکانات

اور کیا اس کی خدمات! ..... ابھی تو اس ادارہ کے ذریعے مسلمانان ہندوستان کو حفاظت اسلام کی مخلصانہ دعوت دی جارہی ہے۔ جب تک یہ تبلیغی ادارہ قائم نہیں ہوا تھا۔ تب تک تو مسلمانوں کے لیئے کوئی عذر بھی تھا۔ لیکن اگر اب بھی وہ کم از کم حفاظتی اور دفاعی پروگرام میں شامل نہ ہوئے۔ تو بارگاہِ ایزدی میں کیا جواب دیں گے۔

مالی امداد کی اپیل - تھوڑی سے تھوڑی اور بڑی سے بڑی امداد کے امکانات رکھنے والے۔ یعنی ایک پائی، پیسہ سے لے کر لاکھوں کروڑوں روپیہ عطا کرنے والے تاجروں، زمینداروں، ملازمت پیشہ، مزدوری پیشہ اور اہل حرفہ اصحاب کو متوجہ کیا جاتا ہے۔ کہ وہ نہ صرف رواجی امداد پر اکتفا کریں۔ بلکہ پورے ایثار و قربانی سے کام لے کر مرکز کو ہر پہلو سے مضبوط کریں۔

ہاں! اگر آپ اپنے ایثار اور قربانی کا معیار معلوم کرنا چاہیں۔ تو آریوں، عیسائیوں، مرزائیوں وغیرہ تبلیغی مذہبی جماعتوں اور رسائل کے ذریعے ان کے کارنامے، ان کے عزائم، ان کے فنڈز اور سرمائے اور ساز و سامان معلوم کریں۔ تب آپ پر اپنی جماعت کی گراوٹ، اس کی بے سر و سامانی، اس کا اجتماعی جمود و غفلت اور اس کی بے حسی واضح ہو جائے گی۔ اور تبلیغی مرکز کی اہمیت کا اندازہ بھی تب ہی ہو سکے گا۔

اس طرح آپ یہ بھی دیکھ سکیں گے۔ کہ اغیار کی طبائع اور اغیار کے پروگرام کس قدر سلجھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کس قدر سکولوں اور طالبان کے ساتھ کام کی تقسیم کر رکھی ہے۔ جہاں وہ دنیوی ترقی میں مصروف ہیں۔ وہاں اپنے مذہبی امتیاز اور اپنی مذہبی خصوصیات کے لئے کس قدر

دلدادہ ہیں۔

الغرض اندرون و بیرون ملک تبلیغی و حفاظتی انتظام کرنے اور ہر مقام
کے مسلمانوں میں دینی و دنیوی بیداری، خصوصی و عمومی ضروریات میں
امتیاز کا احساس اور ذہنی انقلاب پیدا کرنے کے لئے درحقیقت لاکھوں
روپیہ کی ضرورت ہے۔ اور یہ لاکھوں روپیہ مہیا کر دینا مسلمانوں کے
لئے مشکل بھی نہیں۔

عمومی ضروریات کے لئے اگر چوہدری شہاب الدین صاحب نے
ایک لاکھ روپیہ عطا فرمایا۔ تو ایک رنگونی سیٹھ نے اکیلے ایک کروڑ روپیہ
دے ڈالا۔ اگر یہ دونوں حضرات اسی مقدار میں مزید امداد یا ان عطیات کا
ایک حصہ مرکز تبلیغ میں بھی دے دیتے۔ تو مرکز تنظیم و تبلیغ کس قدر مضبوط
و پائدار ہو کر عالم اسلام کی ایمانی حفاظت اور رہنمائی کا کفیل ہو سکتا۔
اور ان معطی حضرات کا دین و دنیا اور عاقبت بھی سنور جاتی۔

مگر ضرورت یہ ہے۔ کہ جس قدر نمایاں صنعتی ادارہ کو ایک ضرورت
سمجھا گیا ہے۔ جس طرح سماجی ہمدردی کی اپیل کو ایک ضرورت سمجھا گیا
اسی طرح حفاظت دین اور اشاعت اسلام کے مرکزی ادارہ کو بھی ایک
ضرورت سمجھا جائے۔ تو لاکھوں روپیہ کیا چیز ہے۔

مرکز کی ایک لاکھ کی اپیل۔ اس وقت مرکز تنظیم نے ایک لاکھ روپیہ
کی اپیل کر رکھی ہے۔ جس میں ...... لاکھ روپیہ کا ذمہ کے لئے خصوصی اپیل ہے۔
مگر توقع ہے مسلمانوں کا تعاون حاصل ہوگا۔ دیگر ضروریات شائع ہوں گی انشاء اللہ
تعاون ہیں اور نام بھی جن کے دینے والے احباب مشتہر کئے جائیں گے۔ کہ جس کر کے

کا بھی کام ہے

اب جن حضرات کو تبلیغی اور حفاظتی ضروریات دین کا احساس اور اعتراف ہو وہ اس اپیل کو ضرور بہ ضرور عمل میں لائیں۔ اور جہاں جہاں موجودہ و مروجہ فتنوں نے سر اٹھایا ہے۔ وہاں مرکز کی خدمات سے ضرور فائدہ اٹھائیں۔

واضح رہے کہ ایسے اخراجات اور ایسی امدادوں سے کبھی مالیت کم نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ اللہ کے فضل سے ایسے مصارف مزید کشائش اور مزید فراخی کا موجب ہوتے ہیں۔ مجھے مرکز سے یہ شکایت ضرور ہے کہ اپیل کم از کم دو لاکھ کی ضرور ہونی چاہئے تھی۔ لیکن اب حالات اور ضروریات حاضرہ پر عبور رکھنے والے مسلمان اگر ایک لاکھ کی بجائے کئی لاکھ جمع کر دیں۔ تو یہ کاوش کیا ہے۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ پچھلے دنوں آریہ سماج کی اتنی لاکھ کی اپیل پر ایک ماہ میں آٹھ لاکھ روپیہ جمع کر دیا گیا۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ اس دینی ضرورت کو بھی ضرورت کا درجہ حاصل ہو۔

دس ہزار کی پیشکش

میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو لاکھ کا ۱/۲۰ حصہ یعنی پانچ ہزار روپیہ اپنی طرف سے اور ۱/۲۰ حصہ یعنی مزید پانچ ہزار روپیہ احباب جامپور کی طرف سے پیش کرتا ہوں۔ اپنے پانچ ہزار میں سے تین ہزار روپیہ پیشگی ادا کر چکا ہوں اور بقیہ دو ہزار اس [illegible] کے دیتا ہوں۔ مسلمانان جامپور کی طرف سے بھی تین ہزار روپیہ پیشگی ادا ہو چکا ہے۔ اور باقی دو ہزار روپیہ کی فراہمی میں بڑی سرگرمی سے مصروف ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی بہت جلد ادا ہو جائے گا۔ اس طرح سے صرف اہالیان جامپور نے دو لاکھ کا ۱/۲۰ یعنی دس ہزار روپیہ اپنے ذمہ

سلہ تادم تحریر ایک ہزار مزید جمع ہو چکا ہے۔ اور اب صرف ایک ہزار باقی ہے۔ (مؤلف)

لیا ہے۔ جس میں سے آٹھ ہزار روپیہ وصول بھی ہو چکا ہے۔ باقی دس دس ہزار کے انیس حصے یا پانچ پانچ ہزار کے ۴۰ حصے ان مقامات اور ان اصحاب کے ذمہ پڑتے ہیں۔ جو اسلام کی حفاظت و مدافعت کے متعلق کچھ بھی احساس اور دلچسپی رکھتے ہیں۔ اگر ہمت سے کام لیا جائے۔ تو چھوٹی چھوٹی رقوم بھی جمع کر کے بڑی بنائی جا سکتی ہیں۔ مثلاً کئی اصحاب مل کر اپنی توقعات اور اندازہ کے مطابق اپنے ہم خیال حلقہ احباب کی فہرست پہلے ہی تیار کر لیں پھر فہرست میں درج شدہ اصحاب کو اغراض و مقاصد پر متوجہ کریں۔ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ کہ مذہب رکھنے والا شخص اپنے مذہب کی حفاظت و مدافعت پر متوجہ نہ ہو۔ یہی طرز عمل اختیار کر کے اہالیان جام پور نے پانچ ہزار جمع کر لیا ہے۔

الغرض ہمیں چاہیئے۔ کہ پچھلی غفلت سے توبہ کریں۔ اور آئندہ کے لئے اسلام کی حفاظت و مدافعت کا کم از کم اس معیار اور اس زینہ پر اہتمام کریں جس پر آریہ یا عیسائی اور مرزائی وغیرہ نے رکھ رکھا ہے۔

کاش! کہ تحریک تنظیم کے حال پر کوئی سیٹھ یا کوئی شہاب الدین ہی متوجہ ہو جائے۔ ورنہ آپ خود ہی سیٹھ نہیں اور خود ہی شہاب الدین!

آپ حضرات میں کوئی صاحب ادارہ تنظیم کی یہ اپیل اور یہ پکار کسی اہل دل اور کسی صاحب ثروت بزرگ تک پہنچا دے ...... تو متعلقہ حضرات کے ساتھ وہ بھی ثواب اعانت کا حقدار ہوگا۔

آخر میں دست بدعا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے سینے کھول دے تاکہ وہ دینی ضروریات کو بھی محسوس کریں۔ اور پھر دینی ضروریات کو باقی جملہ ضروریات پر ترجیح دیں۔ آمین!

ہم اور وہ!

آخر یہ بعد المشرقین کیوں؟

میدانِ زیست اور کشمکشِ حیات

میں

اپنا اور اغیار کا مقابلہ

۱۴۰۔ اعجاز تیز گام کا جارحانہ اقدام!
یہاں مدافعت تک سے غفلت!

قادیانی مرزائی

الفضل لکھتا ہے:۔

۲۷ دسمبر ۱۹۴۴ء کو سالانہ جلسہ کے موقع پر حضور (مرزا محمود احمد) سرگرم نے فرمایا۔ اس سال دو نئے کام شروع کئے گئے ہیں۔ ایک تعلیم الاسلام کالج اور ایک فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ۔ کالج کے ذریعے اسلام کا ڈیفنس مضبوط کیا جانا مقصود ہے۔ اور ریسرچ انسٹی ٹیوٹ سے دیگر مذاہب کے عقائد کے خلاف جارحانہ کارروائی کا سامان مہیا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ کالج کے لئے میں نے پندرہ لاکھ کی تحریک کی تھی۔ مگر ابھی تک ایک لاکھ چھتیس ہزار کے وعدے آئے ہیں۔

جماعت کی تجارتی تنظیم نہایت ضروری بات ہے۔ میں نے اس کے متعلق ایک ادارہ قائم کر کے ایک اسسٹنٹ سیکرٹری مقرر کر دیا ہے۔ جماعت کے تاجر پیشہ (الفضل میں تاجر پیشہ ہی لکھا ہے۔ کیا علوم ظاہری یا باطنی سے بے بہرہ مصلح موعود نے واقعی بھرے جلسہ میں تاجر پیشہ ہی کہا ہوگا؟ یا کاتب کی غلطی ہوگی) ہر حال احباب اس طرف فوراً توجہ کریں۔

الاتقی ۔۔۔ اس سال تین سو مربع تقریباً ۱۲ ہزار ایکڑ زمین آزاد ہو چکی

ہے ۔ دو ہزار ایکڑ کے قریب باقی ہے ۔ جس میں سے ہزار ڈیڑھ ہزار ایکڑ کے قریب خریدی جا چکی ہے ۔ اور باقی کی خرید کے معاہدے ہو چکے ہیں ۔
بعض نئے مشن ۔ بمبئی ، کلکتہ اور کراچی میں باقاعدہ مشن قائم ہو چکے ہیں ۔ کلکتہ میں بالخصوص کامیابی ہوئی ہے ۔ ایک درجن کے قریب اچھے کام کرنے والے آدمی داخل سلسلہ ہو گئے ہیں ۔ اور بہت سے تیار ہو رہے ہیں ۔ (کیا مسلمانان کلکتہ کا فرض نہیں ۔ کہ وہ ارتداد کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکیں ؟ ۔ مرتب) مدراس ، پشاور اور کوئٹہ میں بھی ایسے مشن قائم کرنے کی تجویز ہے ۔
تحریک مساجد ۔ پشاور ، لاہور ، کراچی ، دہلی ، بمبئی ، مدراس اور کلکتہ میں مساجد قائم کرنے کی تحریک کامیاب ہو رہی ہے ۔ دہلی کی جماعت نے ۳۰ ہزار کے وعدے پیش کئے ہیں ۔ کلکتہ کی جماعت نے ۲۲ ہزار روپیہ جمع کیا ہے ۔ بمبئی میں بھی سامان ہو رہا ہے ۔ کراچی میں ۴ کنال کے قریب زمین خرید چکا ہوں ۔ لاہور میں بھی زمین خریدی ہوئی ہے ۔ اگر ان مقامات پر مساجد قائم ہو جائیں ۔ تو تبلیغ کا کام بہت وسیع ہو سکتا ہے ۔
دیہاتی مبلغین ۔ پندرہ تیار ہو چکے ہیں ۔ انہیں مختلف علاقوں میں لگا دیا گیا ہے ۔ کم سے کم دو سو مزید دیہاتی مبلغ تیار کرنے چاہئیں ۔
الفضل ۱۵/۱ ۴

لاہوری مرزائی

"پیغام صلح" میں ہے :-
حضرت امیر (محمد علی) نے فرمایا ۔ گذشتہ سال ہم نے دو لاکھ روپیہ

کی اپیل کی تھی - وہ روپیہ قریباً قریباً پورا ہو گیا ہے - اب دس لاکھ کی
اپیل ہے - اور اس پر جماعت نے لبیک کہا ہے - وصیت کے متعلق
تحریک کی گئی - ساٹھ سے اوپر آدمیوں نے وصیت کر دی - وقت
تھوڑا تھا ورنہ اور لوگ بھی نکل آتے - وہ تین اور تحریکات ہیں۔ اخبار الفضل
کی تحریک ہوئی - اس پر لوگوں نے لبیک کہا - ایک اپیل ہوئی، دوسری
ہوئی - تیسری ہوئی - چوتھی ہوئی - اور یہ جماعت لبیک کہتی چلی
گئی - اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اور اپیلیں ہوتی چلی جائیں - تو یہ جماعت...
لبیک ہی کہتی چلی جاتی - ص۲

صفحہ ۳ پر ایڈیٹوریل میں ہے :- جلسہ سالانہ کے موقع پر جتنی تحریکات
جماعت کے سامنے پیش کی گئیں - جماعت نے ان میں دل کھول کر حصہ
لیا - اپیلیں ہوتی چلی گئیں - اور جماعت لبیک کہتے ہوئے نہیں تھکی - یوں
معلوم دیتا تھا - کہ حضرت امیر جماعت کو ارشاد فرماتے - کہ مجھے اس وقت
تمہاری جانوں کی ضرورت ہے - تو ساری جماعت کہ دیتی - حضور ہم حاضر
ہیں - حضرت نے پیغام صلح کی توسیع اشاعت کے لئے تحریک فرمائی -
اور جماعت نے چند منٹوں کے اندر سینکڑوں خریدار دے دیئے -

"پیغام صلح" (۴ جنوری ۱۹۵۷ء)

نئے سال کے پہلے ہفتے کی یہ خوشنما خبریں پڑھیئے! اور اندازہ کیجئے - کہ
دنیا کس سرعت و برق رفتاری کے ساتھ مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے
دوڑ رہی ہے - یہ تو ایک امت مرزائیہ کے مختصر کوائف آپ کے سامنے
لائے گئے - ورنہ عیسائی ہوں کہ موسائی یا آریہ ہوں، یا نیچری سب

نے متاعِ ایمان پر حملہ بول رکھا ہے۔

دنیا کے ہر گوشے میں ہر دشمنِ ایمان نے اودھم مچا رکھا ہے۔ ادھر ایک مسلمان ہے۔ کہ لمبی تانے پڑا ہے۔ دنیا دوڑ رہی ہے۔ اور یہ بادۂ غفلت میں سرشار و بدمست ہے۔ اسے اپنے ایمان کی خبر ہے نہ بیوی بچوں کے دین کی فکر۔ یہ نیند سے تب بیدا ہوگا۔ جب اس کا بھائی عیسائی ہوگا اور بچہ مرزائی۔ بہن شیعہ ہوگی اور بیٹی آریہ۔ مگر اس وقت کی بیداری سے کیا فائدہ؟ جاگنے کا وقت آج ہے۔ ابھی وقت باقی ہے اگر اب بھی مسلمان جاگ اٹھے۔ تو بگڑی بن سکتی ہے

انتباہ اور اپیل۔ نیند کے متوالے مسلمان! دیکھ آنکھیں کھول۔ دیکھ! سن! اور کان۔۔۔ کھول کر سن!! عقائدِ اسلام کے خلاف جارحانہ کارروائی کے لئے قادیان میں ایک مستقل ادارہ کھڑا کر دیا گیا ہے۔ گویا اب تک بڑے مرزا صاحب، یا "مصلح موعود" نے کوئی جارحانہ اقدام کیا ہی نہیں تھا ابھی دیگر مذاہب (جن میں سے اول نمبر پر اسلام ہے) سرکزی کے عقائد (جن میں سے اول ناموسِ رسالت اور ختمِ نبوت ہے۔ مرکز) سے خلاف جارحانہ کارروائی کا سامان مہیا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

مسلمانو! اب تک تم نے کتنی چوٹیں کھائی ہیں یا کتنے صدمے سہے ہیں۔ کتاب اللہ پر کتنا ظلم ہوا ہے۔ اور ذاتِ پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنے حملے ہوئے ہیں۔ وہ نیے سرو سامانی کی صورت میں ہوئے ہیں ورنہ دنیا کھیل کا نشے سے تو اب لیس ہو رہی ہے۔ تمہارے اسلام کو "محفوظ" کرنے کے لیے "انوتعلیم الاسلام کا تیج" ابھی کھلا ہے۔ تمہارے

ہیں۔ اگر ملت کی امداد انہیں حاصل ہو۔ تو یہ ناچیز ذرے طوفان کے آگے سدراہ ہو سکتے ہیں۔ ضرورت ہے۔ کہ ہر قسم کی حمایت اور ہر نوع کے تعاون سے مرکز تنظیم اہل سنت کی دستگیری کی جائے۔ جہاں ہم ملک کے ارباب دولت سے اپیل کریں گے۔ کہ وہ ہمارے بیت المال کو اپنے روپیہ، اپنی زکوٰۃ، اپنے صدقات سے مضبوط کر دیں۔ وہاں ملت کے سربرآوردہ اہل علم سے درخواست کریں گے۔ کہ وہ ساحل عافیت چھوڑ کر دریائے حوادث میں کود پڑیں۔ اور کفر کی تیز و تند لہروں کا مقابلہ کر کے مسلمانوں کے ایمان کا بچاؤ کریں۔ خدا وہ دن ہمیں دکھلائے۔ کہ ہم...

حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب یا حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی یا حضرت علامہ سید سلیمان صاحب ندوی یا حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری یا اس پایہ کے کسی دوسرے بزرگ کو مرکز تنظیم اہلسنت کے دفتر میں بیٹھ کر محمود اور محمد علی کے مقابلہ پر تمام دنیا میں کام کرتا دیکھیں

ہمارے بزرگ ہمیں اس تلخ نوائی پر معاف فرمائیں گے۔ کہ قادیان میں بیٹھ کر مصلح موعود" ایشیا، افریقہ، یورپ، امریکہ اور تمام دنیا پر اپنی روحانی حکومت اور دینی خلافت کا دعویٰ کرتا ہے۔ مگر اس کے مقابلہ میں بہر لحاظ اعلیٰ وارفع پوزیشن کے مالک سید عطاء اللہ شاہ صاحب ایک امرتسر کو بھی پورے طور پر نہیں سنبھال سکتے۔ برانڈرتھ روڈ پر بیٹھ کر محمد علی تو یورپ تک کو سنبھال سکتا ہے۔ مگر شیرانوالہ میں بیٹھ کر مولانا احمد علی صاحب، جو علم و تقویٰ اور روحانیت میں اس سے ہزار درجہ بلند و بالاتر ہیں۔ شیرانوالہ دروازہ کے مسلمانوں کو بھی منتظم نہیں کر سکتے

اسے ہم مسلمانوں کی بدقسمتی سے تعبیر نہ کریں۔ تو اور کیا کہیں۔ ہم میں افراد و رجال ہیں۔ استعداد و قابلیت ہے۔ تقویٰ ہے۔ روحانیت ہے۔ اثر و رسوخ ہے۔ سب کچھ ہے۔ اگر نہیں۔ تو جرأت نہیں۔ بلندی و علو اور نظر میں وسعت و عالمگیری نہیں۔ ہم اپنے محدود حلقہ اور تنگ دائرہ سے باہر دیکھنا اور جانا نہیں چاہتے ہیں۔ ادھر دشمن ڈاکو ہے مگر بہادر چور ہے مگر دلیر!! وہ اپنی صلاحیت و استعداد سے بڑھ بڑھ کر چھاپے لگاتا چلا جا رہا ہے۔ نتیجہ یہ ہے۔ کہ ہمارا بے صبر اور نادان نوجوان چور کی بے خوفی، بے باکی، طراری و بہر کاری دیکھ کر اور ہماری پریشانی، افسردگی و پژمردگی پر نظر کر کے ہمیں چور سمجھتا ہے۔ اور سادگی و غلط فہمی سے اپنے آپ کو چور کی گود میں ڈال دیتا ہے۔ مجھے یہ عرض کرنے کی اجازت دیجئے۔ اس بے خبر نوجوان کے ایمان کی غارت گری میں ہماری خاموشی اور ہمارے جمود کا کچھ کم حصہ نہیں ہے۔

عامی مسلمان ملک کے ہر اہل علم و نظر اور ہر صاحب دولت و ثروت سے دردمندانہ درخواست کرتا ہے

بلبم رسیدہ جانم، تو بیا کہ زندہ مانم
پس از آں کہ من نہ مانم بچہ کار خواہی آمد

"زمزم" ۱۸ اگست ۱۹۳۶ء

مذہب رکھتے ہو تو مذہب کی

حفاظت اور اشاعت سے بھی پوری پوری دلچسپی لو!

۲۴۔ ہم فرقہ وار ہیں، اور اغیار؟
صحیح اور غلط معیار کے منافع و مضار!

"الفضل" لکھتا ہے:-

"قادیان ۲۵ دسمبر۔ آج مجلس انصار مرکزیہ کا پہلا سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ آنریبل چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب نے تنظیم کے متعلق تقریر کرتے ہوئے فرمایا ...... (الفضل ۲۸/۱۲/۳۴)

"الفضل" کی تین سطروں میں "چشم بینا" کے لیے صد ہزار سامان تذکیر و موعظت اور سبق و عبرت موجود ہے۔ مرزائی دنیا کا سب سے بڑا آدمی اپنے فرقہ کے ہر سالانہ جلسہ میں بہر حال شامل ہوتا ہے۔ نہ صرف اپنے روپیہ اور دماغ سے اپنی قوم کی خاطر خدمت کرتا ہے۔ بلکہ اپنی زبان سے بھی اپنے فرقہ کی اشاعت کرتا ہے۔ مگر اس پایہ کا ہمارا کوئی مسلمان اس قسم کی سرگرمیوں میں حصہ لینا اپنے لئے باعث ننگ و عار اور موجب کسر شان سمجھتا ہے۔ ہمارا ہر بڑا آدمی بجز اپنے پنشن کا طالب اپنی عبادت کا حوالہ اور خدمت ملت سے بطور فرض تغافل و برگراں اور بیزار و برکنار رہتا ہے۔ بلکہ اسے فرقہ واری سے تعبیر کر کے اس میں شرکت کو روا داری، اولوالعزمی، بلند نظری، اور فراخ حوصلگی اور وسیع ظرفی کے منافی اور اپنی بلند و بالا پوزیشن کے خلاف سمجھتا ہے۔ اور ملت کی اصلاح و تعمیر میں اپنی فرعونی شخصیت کی توہین و تذلیل خیال کرتا ہے۔

صرف "احمدی" نہیں، دوسری تمام اقوام کا یہی حال ہے کہ ان میں کا ہر بڑا آدمی خاص اپنے فرقہ کی خدمت و تعمیر میں سرگرم اور نادر روزگار نظر آتا ہے۔ اس کی شخصیت سے صرف اس کے فرقہ کو ہر ممکن فائدہ پہنچ رہا ہے۔ نہ صرف اس کا بیش قیمت وقت، بے بہا دماغ، غیر محدود اثر و رسوخ بلکہ اس کا بے شمار روپیہ بھی خالص اپنے فرقہ کی تعمیر و ترقی، اٹھان، ابھار، بقا و تحفظ اور استقرار و استحکام کے لئے وقف ہے۔ وہ اپنی بہترین صلاحیتوں اور اپنے بہترین وسائل کا بہترین مصرف اپنے فرقہ کو سمجھتا ہے۔ ان معروضات کو تصورات و تخیلات پر محمول نہ کیا جائے حالات و واقعات کی روشنی میں دیکھ لیا جائے کہ

۱۔ عیسائی۔ "ڈیوک آف کناٹ، لارڈ ولنگڈن (سابق وائسرائے ہند) اور مسٹر بالڈون (سابق وزیر اعظم دولت برطانیہ) جیسے آدمی برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی کے رکن ہیں اور یسوع مسیح کے پیغام کی اشاعت کے لئے جان و مال و وقت کسی چیز کا دریغ نہیں کرتے (ضمیمہ اخبار ایمان ۳۰ دسمبر ۱۹۳۵ء)

"مسٹر راک فیلر دنیا کا مشہور تیل کا بادشاہ اور اول نمبر کا امیر تھا۔ وہ اپنے فرقہ کے تبلیغی کاموں کو بڑی مدد دیتا تھا۔ ۱۹۱۵ء میں "الکھ پتی کا گرجا" بمقام نیویارک میں تبلیغ کے لئے اپیل کی گئی۔ ۸ سہنٹ کے اندر ۴۰۰۰۰ پونڈ کی رقم مل گئی۔ راک فیلر نے ۴۳۳۰۰ کی رقم اپنی جیب سے دے دی۔" (تیج دہلی ۶/۳ ۱۵ء)

۲۔ ہندو اور سکھ — ۲۷ اپریل ۱۹۳۳ء کو سناتن دھرم کالج لاہور کی سلور جوبلی منائی گئی۔ مہاراجہ دربھنگہ، مہاراجہ دھولپور، سیٹھ جگل کشور برلا، سیٹھ رام کشن ڈالمیا جیسے لوگ شامل اجلاس تھے" (ایمان ۵/۴ ۱۵ء) "اس جوبلی پر ۳ لاکھ ۲۷ ہزار روپیہ جمع ہوا جس میں سے ایک لاکھ ۲۵ ہزار سیٹھ برلا نے ۱۷ ہزار سیٹھ ڈالمیا نے ۳۶ ہزار مہاراجہ دربھنگہ نے دیا۔" (دیر بھارت ۳/۴ ۴)

سیٹھ برلا ہندوؤں کی اُنتی کے لئے ۱ کروڑ ۴۰ لاکھ روپیہ دان کر چکے ہیں!"

(پرتاپ ۳۰ ۳/۴۴)

آریہ پرادیشک سبھا لاہور کے صدر نے اپنی تقریر میں بتایا۔ کہ آج سبھا کے وید پرچار فنڈ میں ۸ لاکھ ۸۵ ہزار روپیہ موجود ہے۔ بابو اگوبند سنگھ کی امداد سے جو ۲ لاکھ روپیہ حال میں جمع ہوا ہے۔ وہ اس سے علاوہ ہے۔ بابو اگور مکھ سنگھ نے قحط بنگال میں ۱۲ ۱/۲ ہزار من غلہ دیا جس سے اب تک ۲ ۱/۲ لاکھ روپیہ وصول ہو چکا ہے
(ایمان ۵ ۱۱/۴۴)

پنڈت صاحب لدھیانہ میں ۲۴ مارچ کو آل انڈیا ہندو سکھ ملاپ کانفرنس منعقد ہوئی۔ بابو اگور مکھ صاحب نے ایک لاکھ روپیہ یک مشت اور ۲ ۱/۲ ہزار روپیہ ماہوار کا دان ۵ برس کے لئے دیا۔ سیٹھ جگل کشور برلا نے ۱۰ ہزار روپیہ دیا (ایمان ۲۵ ۴/۴۴)

پنجاب میں ہندو حقوق کی نگہداشت کیلئے ڈیفینس کمیٹی کا تقرر۔ لاہور ۱۴ جنوری ڈاکٹر سر گوکل چند نارنگ کی کوٹھی میں سرکردہ ہندوؤں کی ایک میٹنگ ہوئی جسٹس سر ٹیک چند، رائے بہادر رام سرن داس، رائے بہادر گوپال داس، دیوان بہادر کرشن کشور، دیوان بہادر پنڈی داس، رائے صاحب لالہ رام جوایا کپور، سیٹھ لچھمن داس، کیپٹن کشیپ چند اور کچھ دوسرے اصحاب شامل ہوئے۔ میٹنگ میں اس امر پر غور ہوا۔ کہ پنجاب میں ہندو قوم کی نگہداشت کے لئے ڈیفینس کمیٹی بنے۔ اس کمیٹی کے چیئرمین جسٹس سر ٹیک چند ہوں گے۔ تجویز یہ ہے۔ کہ ایک لاکھ روپیہ کا فنڈ ہو۔ فنڈ کے لئے ڈاکٹر نارنگ نے ۲۰ ہزار۔ رائے بہادر رام سرن داس۔ دیوان بہادر کرشن کشور سیٹھ لچھمن داس نے ۱۰-۱۰ ہزار اور دیوان بہادر پنڈی داس نے ۵ ہزار روپیہ دینا منظور کیا ہے۔" (پرتاپ ۲۴ ۱/۴۴)

"لاہور ۳ جولائی سناتن دھرم پرتی ندھی سبھا کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ گوسوامی گنیش دت جی نے اعلان کیا۔ کہ کرشن نگر میں اپدیشک ودیالہ کھولنے

کے لئے ۵۰ ہزار روپیہ کی زمین خرید کرلی گئی۔ آپ کی اپیل پر ایک لاکھ دس ہزار روپیہ پوتی ندھی سبھا کو دینے کا اعلان ہوا۔ اگلے سال کا انتخاب حسب ذیل ہوا۔ سرپرست پوجیہ مالوی جی۔ مہاراجہ پٹیالہ۔ مہاراجہ ٹیڑھی۔ مہاراجہ کشمیر۔ سیٹھ جگل کشور برلا سیٹھ ڈالمیا۔ پریذیڈنٹ مہاراجہ دھولپور۔ لئے بہادر لالہ رام سرن داس سینیئر وائس پریذیڈنٹ۔ دیوان بہادر کشن کشور۔ وائس پریذیڈنٹ۔ لالہ بہاری لال چانند۔ لئے بہادر لالہ الیشر داس۔ دیوان بہادر پنڈی داس۔ لئے بہادر لالہ کلیسر چند۔ لئے بہادر لالہ لچھمن رائے بہادر لالہ جودھامل۔ جنرل سکرٹری گوسوامی گنیش دت۔ سکرٹری۔ لئے بہادر رتن چند لہانگ داس۔" (پرچار ۵)

گوسوامی جی نے مہاراجہ پٹیالہ کو سرپرست منتخب ہونے کا تار دیا۔ تو مہاراجہ صاحب کا گوسوامی جی کو تار موصول ہوا۔ "آپ کے تار کا بہت بہت شکریہ۔ سناتن دھرم پرتی ندھی سبھا کی سرپرستی بڑی خوشی سے منظور کرتا ہوں۔" (پرچار ۱۴)

۱۹۳۸ء — راجہ صاحب سلیم پور۔ سید علی ظہیر۔ سید مہدی بیرسٹر وغیرہ نے بیانات شائع کئے۔ کہ حکومت نے مدح صحابہؓ کی اجازت دے کر شیعوں پر سخت ظلم کیا ہے۔ (مدینہ)

سر سلطان احمد ایک وفد لے کر وزیر اعظم یو۔پی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کہ اگر سنیوں کو مدح صحابہ کی اجازت دی گئی ہے۔ تو ہمیں بھی تبرے کی اجازت ملنی چاہیئے۔ (مدینہ ۱)

سر وزیر حسن اپنی چہار دیچوں سمیت جواہر لال جی کے پاس اپنی رام کہانی سنانے گئے (مدینہ ۱۷)

آپ نے ۲۷ اپریل کو پٹنہ سے ایک بیان دیا جس میں حکومت یو۔پی کو دھمکی دی کہ اگر چار دن کے اندر تم نے اپنا فیصلہ (اجازت مدح صحابہؓ) واپس نہ لیا۔ تو نہ چلنے

کیا سے کیا ہو جائے گا۔ شیعہ عورتوں نے تہیہ کر لیا ہے۔ کہ اگر ۲۱ ربیع الاول کو اعلانیہ مدح صحابہ پڑھی گئی۔ تو وہ گھروں سے تبرا پڑھتی ہوئی نکل پڑیں گی۔ (مدینہ مدح صحابہ نمبر)

ہز ہائینس کا ایک صنعتی کالج۔ ہز ہائینس والئے رام پور اپنی قوم کے واسطے ایک عظیم الشان صنعتی ادارہ کھولنے کی تجویز فرما رہے ہیں۔ آپ نے چندہ کی تحریک فرمائی۔ اور تھوڑی مدت میں تقریباً ۶ لاکھ روپیہ چندہ جمع کر لیا۔ اور یہ چندہ دس لاکھ روپیہ تک پہنچ جائے گا۔ کیا تعجب ہے کہ یہ صنعتی ادارہ جو سرکار رامپور کی سرپرستی میں کھولا جا رہا ہے۔ ہندوستان کی شیعی دنیا کو مالا مال کر دے۔" (رضاکار ۲۴/۲-۱)

۴۔ **"احمدی"۔** حضرت امیر المومنین (میاں بشیر الدین محمود) نے فرمایا اللہ تعالےٰ احمدیت کی اشاعت کے لئے ہم سے نئی قربانیوں کا مطالبہ کرنے والا ہے۔ میں سب سے پہلے اس غرض کے لئے اپنی جائیداد وقف کرتا ہوں۔ دوسرے چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی جائیداد میری اس تحریک پر وقف کر دی ہے (الفضل ۳/۱۴/۴۴)

ہم نے تمہید میں جو کچھ عرض کیا۔ آپ نے واقعات کی دنیا میں دیکھ لیا۔ ہم نے اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ اخبارات کی فائلیں آپ کے سامنے رکھ دیں بطور نمونہ ہم نے بتلائی۔ ہندو، شیعہ اور مرزائی چاروں فرقوں کے چوٹی کے آدمیوں کو یہ کر ثابت کیا ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک کی نہ صرف دولت بلکہ پوری شخصیت اپنے فرقہ کی خدمت کے لئے وقف ہے۔ ان کا اثر و رسوخ ان کا قیمتی وقت جماعتی ترقی کے لئے وقف ہے۔ ان کا دل، ان کا دماغ۔ ان کی زبان قومی کاموں کے لئے وقف ہے مگر یہاں ہم نہ تو نہیں کوئی فرقہ دار کہتا ہے۔ نہ ان کی پوزیشن خراب ہوتی ہے۔ نہ ان کی رواداری اور روشن خیالی پر حرف آتا ہے۔

تصویر کا دوسرا رُخ

ادھر مسلمانوں کا یہ حال ہے۔ کہ تبلیغی مرکز تو ساری دنیا میں تھا ہی نہیں دوسرے ایسے خالص اسلامی اداروں میں بھی کوئی بڑا آدمی نہیں۔ کوئی والئے ریاست نہیں۔ کوئی نواب نہیں کوئی سیٹھ نہیں کوئی سر نہیں۔ کوئی خان بہادر نہیں نتیجہ یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا محمد طیب صاحب سفر افغانستان کی صبر آزما صعوبتیں برداشت کر کے مشاہرات و واجبات سے سبکدوش ہوتے ہیں۔ تو فدائے ملت چوہدری افضل حق مرحوم گھر سے زیور بیچکر دفتر کا کرایہ ادا کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے۔ کہ آخر راجہ اور نواب۔ رائے بہادر۔ خان بہادر۔ رائے صاحب اور خان صاحب کے نقطۂ نظر اور کیرکٹر میں یہ فرق کیوں ہے؟ اس کا جواب کسی کے نزدیک کوئی ہو۔ اور ممکن ہے وہ بھی صحیح ہو۔ لیکن میں تو یہی عرض کروں گا۔

صحیح اور غلط معیار شرافت۔ آج دوسری اقوام اور ملت اسلام میں یہ چیز امتیازی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ کہ ان میں معیار شرافت و کرامت "قومی خدمت اور ایثار و قربانی" ہے۔ اور ہم میں وجہ سیادت و سدارت "فرعونیت اور نفس پرستی و خود غرضی"۔ دوسری ہر قوم کا بڑا آدمی "خدمت قوم" میں اپنی بڑائی سمجھتا ہے۔ مگر ہمارا مسلمان سمجھتا ہے کہ اگر یہ تخت فرعونیت سے اتر کر قوم کی خدمت کرنے لگا تو خیال کرتا ہے۔ میری سرداری گئی۔ خان بہادری چلی۔ نوابی اور تعلقداری رخصت۔ اور پیری مرشدی ختم! یہاں قوم کا سب سے بڑا بزرگ، مخدوم، مطاع، سردار، رہنما اور پیشوا وہی ہے جو دینی خدمت کے تصور سے نا آشنا۔ ایثار و قربانی کے تخیل سے بے بہرہ اور ملی سروس سے کوسوں دور اپنے پیٹ کا بندہ اپنے نفس کا پجاری، اپنی ذات کا خادم۔ اپنے حرام کا سانپ اور اپنے اقتدار کا محافظ ہے۔ بلکہ جو جتنا ملت فروش اور قوم کا خائن

غدار، دشمن اور خونخوار ہے۔ اسی قدر مسلمانوں میں اس کا زیادہ عزووقار، اثرو اقتدار اور اعتماد و اعتبار ہے۔

میرے نزدیک ہماری ذلت و رسوائی اور میدان کشاکش میں شکست و پسپائی کا ایک بہت بڑا سبب یہی غلط "معیار شرافت" ہے۔ دوسری قوموں نے یہ معیار درست کر کے ہم پہ فتح پائی ہے۔ ان میں جو بھی قوم کا خادم نہیں۔ وہ سوسائٹی کا مخدوم نہیں بن سکتا۔ ان کی نظر میں اس کی کوئی عزت، وقعت اور قدر و منزلت نہیں۔ وہ کبھی بھی اعزاز و اکرام، تمجید و توقیر اور احترام و تکریم کا مستحق نہیں۔ وہ مردود ہے، ملعون ہے کسی بھی قوم پہ نظر کرو۔ جب تک اس کا کوئی فرد خدمت قوم کے لئے وقف نہ ہو وہ قوم کی نظر میں معزز و محترم اور مکرم و معظم نہیں بن سکتا۔ مگر ہمارے ہاں معیار و میزان ہی دوسرا ہے۔ جب مجلس "چوری" کھا کر لیا ہے سیادت و کرامت سے ہم آغوش اور محبوبہ قیادت و صدارت سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔ تو اسے کیا جنون ہوا ہے۔ کہ وہ "قوم" دیسے؟

آپ نے دیکھ لیا۔ کہ اس تفاوت معیار اور امتیاز میزان سے عملی دنیا میں کیا اثرات و نتائج مرتب ہوئے۔ صحیح معیار کا دوسری قوموں کو کیا فائدہ پہنچا۔ اور غلط معیار کا ہمیں کیا نقصان؟ خدا ہماری قوم کو عقل دے۔ کہ وہ غلط معیار کو درست کرے۔ اور خدا قوم کے بڑوں کے پہلو میں دل دے۔ تاکہ وہ قوم کے حال زار پہ رحم کر سکیں ؎

دو باتوں کی فریاد ہے درگاہِ خدا میں
رحم آئے ترے دل میں اثر میری دعا میں

زمزم ۲۳ ؍ ۵ ؍ ۴۴

۳۱

آریہ سماج کی زندگی اور مرزائیت کی موت

ملّتِ اسلامیہ کے لئے لمحہ فکریہ

۱۹ سے ۲۲ اپریل تک چار روز لاہور میں مرکزِ تنظیم سے ڈیڑھ دو میل دور کے فاصلے پر آریہ پرتی ندھی سبھا کی ساٹھ سالہ جوبلی بڑی دھوم دھام سے منائی گئی ہے۔ جیسے حاضری، پروگرام اور فنڈ کے اعتبار سے کامیاب کہا جا سکتا ہے حاضری۔ پنجاب کے ہر گوشہ سے لوگ آئے۔ برٹش گورنمنٹ کی برکت سے بھو کا نو خیر سارا ملک ہے۔ لیکن ضلع ڈیرہ غازی خاں کے پیاسے قدمیہ آیل تک سے ایک نہیں بیس پچیس آریہ سماجی اس اجلاس میں شرکت کے لئے آئے پنجاب کے علاوہ دہلی۔ یو۔ پی۔ بمبئی۔ بڑودہ اور حیدرآباد دکن تک سے سینکڑوں نہیں ہزاروں نر و ناری شدت کی گرمی میں سفر کی صعوبتیں اور تکلیف برداشت کر کے اپنے اس دھارمک اجلاس میں شریک ہوئے۔ چند برس عوام نہیں خواص بھی شریک ہوئے۔ اگر لاہور کے رائے بہادر بابا رکی داس بریانی کرشن آف "پرتاپ" مہاشہ خوشحال چند آف "ملاپ"، ڈاکٹر گوکل چند نارنگ بیرسٹر تھا کر دت امرت دھارا آپ کی دھرم پتنی، اور چوہدری لہری سنگھ وزیر پولیٹیکل سیلف گورنمنٹ شریک ہوئے۔ تو دہلی کے لالہ دیش بندھو گپتا۔ ایم ایل۔ اے۔ بنارس کے پنڈت رام نارائن اور بڑودہ کی شریمتی سشیلا دیوی ایم۔ ایل سی شریک ہوئیں۔ اور رانچی کے ڈاکٹر راجندر پرشاد۔ ممبر کانگریس

ورکنگ کمیٹی تو بذریعہ ہوائی جہاز دہلی سے اڑ کر آئے۔

پروگرام۔ بلحاظ پروگرام یہ جوبلی حاضری کی نسبت زیادہ کامیاب
کہی جا سکتی ہے۔ صبح سات بجے سے رات کے بارہ بجے تک لیکچروں کا
تانتا بندھا رہتا تھا۔ پھر سماجی زندگی کی کون سی ضرورت اور آریہ سوسائٹی کا
کونسا عنوان ہے جس پر سیر حاصل بحث نہ کی گئی ہو۔ برٹش گورنمنٹ سے
ہندستان کی کامل آزادی کے تہدید آمیز مطالبہ کانگریس کی غیر مشروط حمایت
اور پاکستان کی شدید مخالفت کے پولیٹیکل مسائل سے لے کر ویدک پرچار
ستیارتھ پرکاش کی حفاظت و اشاعت، اصلاح رسوم، دیہات سدھار
زبان، گئو رکھشا اور صحت و ورزش کے مسئلہ پر گھنٹوں سوچ بچار کیا گیا۔
بھاشا سمیلن۔ گرام سدھار و گئو سمیلن، آریہ سمیلن۔ پولیٹیکل سمیلن و استری
سمیلن کے نام سے مستقل اجلاس لگے۔ گئو سمیلن کی صدارت چودھری
لہری سنگھ اور پولیٹیکل کانفرنس کی صدارت لالہ دیش بندھو گپتا اور
استری سمیلن کی شریمتی سوشیلا دیوی ایم ایل اے نے کی۔ گورو کل کانگڑی کے
طلبہ کو ڈگریاں دینے کے اجلاس کی صدارت نے فرائض ڈاکٹر راجندر پرشاد
نے سر انجام دئے۔ اور جوبلی ٹورنمنٹ کے متعلق جلسہ تقسیم انعامات کی صدارت
پنڈت یشپال نے کی۔ جس میں تیس آریہ سکولوں نے حصہ لیا۔

فنڈ۔ فنڈ کے اعتبار سے تو یہ جوبلی بہت ہی زیادہ کامیاب بلکہ اپنی
نظیر آپ رہی۔ سبھا نے اس موقعے پر ۲½ لاکھ کی اپیل کی سبھا کے سکرٹری مہاشہ
کرشن پانچ لاکھ چاہتے تھے۔ لیکن قوم نے آٹھ لاکھ سے بھی زیادہ دیا

میں نے مانگا جام اس نے خم دیا

ایک لاکھ تو اکیلے پنڈت ٹھاکر دت امرت دھارا نے دے دیا اور

۵۵ - ۵۵ ہزار لالہ نرائن دت (نئی دہلی) اور ڈاکٹر متھرا داس (موگا) نے دس ہزار لالہ دیوی دیال چند ڈھوک نے پیش کیا۔ اور لالہ دولت رام اگروالیا نے ایک ہزار بذریعہ تار بھیجا۔

مرزائیت کی موت ہی ہے آریہ سماج کی زندگی! اور اسی میں ہے مرزائیت کی موت! آپ پوچھیں گے وہ کیسے؟ سنئیے:-

(۱) مرزا صاحب کے دعوے نبوت کی بنیاد ہی کسر صلیب اور صداقت مسیح کی اساس ہی عیسائیت کفر پر ہے۔ وہ کھلے لفظوں میں اپنی بعثت کا مقصد اور نتیجہ اسلام کی اشاعت اور عیسائیت اور آریہ سماج کا خاتمہ قرار دیتے ہیں اگر مرزا صاحب کی نبوت اور سچی زندگی کا ثبوت عیسائیت اور آریہ سماج کی موت ہے۔ تو آریہ سماج کی زندگی کا یہ مظاہرہ مرزائیت کی موت کا ثبوت کیوں نہ ہو؟

(۲) بڑے میاں کے بعد چھوٹے میاں صاحب کا ارشاد اپنے باوا کی نبوت کے ثبوت میں کسے معلوم نہیں۔ اپنی جماعت کے چندوں پر آپ شب و روز اپنے ابا جی کی صداقت کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں چنانچہ پچھلے دنوں اسی بنا پر مرزائیت کی صداقت میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے گئے۔ اور اسی دام "زرین" میں بے تحاشہ سادہ لوح مسلمانوں کو مرتد ایمان کو پھانسنے کی کوشش کی گئی۔ اگر ہزاروں روپے کے چندے مرزائیت کی صداقت اور حقانیت کی دلیل ہیں۔ تو یہ آٹھ لاکھ نقد مرزائیت کی اخلاقی موت کا ثبوت کیوں نہ ہو۔ اگر مالی قربانی کسی سچائی کا ثبوت ہو سکتی ہے۔ تو میاں محمود صاحب کو مہاشہ کرشن کی بیعت میں اب مزید دیر نہ کرنی چاہیئے۔

تصویر کا دوسرا رخ

ملت اسلامیہ سے ایک سوال۔ یہ ساری رام کہانی سنانے کا مقصد

وشنشا برادران اسلام سے صرف اتنا دریافت کرنا ہے۔ کہ جہاں ایک جلسہ پر مہاشہ کرشن آٹھ لاکھ اور مرزا محمود لاکھ سوا لاکھ اپنے اپنے دھرم کی اشاعت کے لئے جمع کر لیتے ہیں۔ وہاں ہم نے کبھی خالص تبلیغی مقاصد کے لئے لاکھوں نہیں ہزاروں، ہزاروں نہیں سینکڑوں بھی جمع کئے۔ کیا تمہارے کسی تبلیغی ادارہ نے ساٹھ سالہ نہیں پچاس سالہ، پچاس سالہ نہیں پچیس سالہ جوبلی منائی؟ جس طرح یہاں ڈاکٹر گوکل چند نارنگ جیسے آنریبل بھائی کے شانہ بشانہ ڈاکٹر راجندر پرشاد جیسے چوٹی کے کانگرسی نظر آتے ہیں۔ کیا چشم فلک نے کبھی یہ نظارہ بھی دیکھا۔ کہ تمہارے کسی سولہ آنے تبلیغی اجتماع میں ہر ایسی نقطہ نظر کے اکابر ملت اور ہر حیثیت کے لوگ جمع ہوئے ہوں؟ یہاں جس طرح کاشی کے پنڈت رام نارائن کے ساتھ ساتھ پنجاب گورنمنٹ کے وزیر چوہدری لہری سنگھ گئو سمیلن کی صدارت کر رہے ہیں۔ کیا آپ کے کسی تبلیغی جلسہ کی صدارت حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کے ساتھ ساتھ ملک خضر حیات خان یا مسٹر سہروردی نے کی؟ کیا رائے بہادر بدری داس کی طرح تمہارے کسی تبلیغی مرکز کے صدر کوئی خان بہادر ہیں۔ کیا تمہاری کسی خالص تبلیغی اسلامی جماعت اور جلسے کے سیکرٹری اور روح رواں مہاشہ کرشن آف "پرتاپ" اور خوشحال چند آف "ملاپ" کی طرح "زمیندار" "شہباز" "احسان" "انقلاب" یا "نئے وقت" کے مالک یا ایڈیٹر ہیں؟

ان سب سوالوں کا جواب آپ یقیناً ایک ہی دیں گے "نہیں"! یہ جواب بجائے خود کس قدر افسوسناک، حیرت انگیز، عبرت خیز اور حسرت آمیز ہے۔ لیکن اس سے کہیں زیادہ اندوہگین، زیادہ حیرت ناک، زیادہ عبرت آموز اور بدرجہا زیادہ حسرت انگیز ہے یہ حقیقت کہ آج سے دس سال پیشتر ہمارا کوئی اسلامی مرکز اور کوئی تبلیغی ادارہ تھا ہی نہیں جب سرے سے ادارہ اور مرکز کا بانس ہی نہ ہو۔ تو اجلاسوں، اجتماعوں، جوبلیوں اور چندوں وغیرہ کی بانسری خاک بجے!

مرکز تنظیم اہل سنت۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ سوئی ہوئی امت جاگی۔

خوابیدہ ملت بیدار ہوئی۔ اور لاہور میں "مرکز تنظیم" کے نام سے ایک اسلامی تنظیمی و تبلیغی ادارہ کا وجود عمل میں آیا۔ ضرورت ہے کہ ہر سیاسی خیال کے زندہ اور غیور مسلمان اس کی ہر طرح امداد و اعانت اور توجہ و دستگیری سے اسے آریہ، ہندو، شدھی سبھا، سناتن دھرم سبھا، احمدیہ انجمن لاہور، قادیان اور برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کی ٹکر کا ادارہ بنا دیں۔ و ما علینا الا البلاغ

(ہمدم ۳۰ و ۱۹۲۵ء)

اِدھر تبلیغ! اُدھر جمود!

انچارج شعبہ تبلیغ تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت امیر کی نئی تحریک پر لبیک کہنے کے لئے جو آنریری مبلغین جن دوستوں نے اب تک لبیک کہا ہے ان کی تعداد ۲۲ تک پہنچ چکی ہے۔ یہ ہے حال (مسلمانوں) کا

یہ اس جماعت کا حال ہے جس کے گنتی کے چند افراد گذشتہ سے پیوستہ مسلمانوں کا متاع ایمان لوٹ رہے ہیں۔ اب ان غدارانِ ایمان میں ۲۲ کا مزید اضافہ ہو گیا۔

یہ بھی ... ہم کیا ہیں؟ سنیے! اسی قسم کی اپیل جو ... ہوا۔ ہم نے علماء اہلِ سنت سے کی تھی۔ ہماری آواز پر جو دوست تبلیغ کے لئے اپنا وقت دینے کو تیار ہوئے ان کی تعداد زیادہ سے زیادہ دس تک جا پہنچی۔ ... ۲۲ - ۱۰ اور دس ... دس

آخر حق میں اس قدر غفلت، جمود اور باطل میں اس درجہ حرکت و بیداری کیوں ہے؟ سچ پوچھو تو باطل کا وجود ہی اس روش کا رہینِ منت ہے۔ اگر حق میں گرمی، حرارت اور باطل میں سردی اور برودت پیدا ہو جائے تو باطل کا وجود چشم زدن میں مٹ جائے۔ یہ حق کا اعجاز ہے کہ باوجود اس خوابِ گراں اور باطل کے علی الرغم ... ابھی تک زندہ ہے، اور قیامت تک زندہ رہے گا۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

برادرانِ اسلام سے عرض کروں گا اب وقت آ گیا ہے کہ اس چراغ کو تند ہواؤں سے محفوظ رکھنے پر قناعت نہ کی جائے۔ بلکہ اسے شعلہ بنا کر اس شعلہ سے خس و خاشاکِ باطل کو پھونک دیا جائے۔ خدا ہمارے ساتھ ہو۔ ("زمزم" ۵ ۔ ۳۶ء)

۵۸۔ مدیر مسئول اور چیف ایڈیٹر

۲۸ ستمبر ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے۔ انفنسٹن ہوٹل میں صدر مرکزی تنظیم محترم المقام نوابزادہ محمود خاں صاحب لغاری کی دعوت پر لاہور کے تمام مسلم جرنلسٹ جمع ہیں۔ تحریک تنظیم پر بات چیت ہو رہی ہے،

"بلاشبہ تحریک اچھی ہے، مسلمانوں کو اس کی طرف متوجہ ہونا چاہیے آپ نے ایک اہم دینی ضرورت کو پورا کر دیا۔ مگر ہم ایک لفظ بھی اس کی حمایت میں نہ لکھیں گے۔ کیونکہ یہ تحریک فرقہ وارانہ ہے" اور ہمارے اخبار "نیشنل" ایک مشہور روزنامے کے معروف مدیر مسئول نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے اور قریباً ساری مجلس نے انکی اس رائے سے اتفاق کیا۔"

تصویر کا دوسرا رخ۔ اس واقعہ کے کوئی ڈیڑھ سال بعد لاہور میں آریہ سماج کی ساٹھ سالہ جوبلی منائی جاتی ہے، کاشی کے پنڈت، کانگریس ورکنگ کمیٹی کے ممبر اور پنجاب گورنمنٹ کے وزیر سبھی موجود ہیں۔ مگر اس جوبلی کے افتتاح کا فخر و شرف، جانتے ہو کسے نصیب ہوا؟ اسی لاہور کے ایک مشہور جرنلسٹ، چوٹی کے اخبار "پرتاپ" کے مالک اور ایڈیٹر مہاشہ کرشن کو! ارے! یہ اعزاز آپ کو کیوں ملا؟ اجی! آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کے سیکرٹری اور کرتا دھرتا آپ ہیں۔ اس جوبلی کی شاندار کامیابی کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔ آپ کی شبانہ روز تگ و دو سے اس سبھا کو لاکھوں روپے ملے ہیں،

اسی جوبلی میں ایک اور صاحب بھی نمایاں پوزیشن میں نظر آتے ہیں، یہ آریہ سماج کی دوسری پارٹی کے پریذیڈنٹ ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ بھی اسی لاہور کے

دوسرے مشہور روزنامہ "ملاپ" کے مالک وایڈیٹر لالہ خوشحال چند خورسند ہیں۔ اسی پنجاب میں کٹر سے کٹر مہاسبھائی موجود، بڑے سے بڑے پنڈت اور ودوان موجود، مگر آریہ سماج کی ایک پارٹی کی کشتی کے کھیون ہار "پرتاپ" کے مہاشہ کرشن ہیں تو دوسری کے "ملاپ" کے لالہ خوشحال چند! شاید آریہ سماج فرقہ وارانہ ادارہ نہ ہوگا! یا "پرتاپ" اور "ملاپ" "زمیندار" "شہباز" "احسان" "انقلاب" "نوائے وقت" اور اسیٹرن ٹائمز سے کم نیشنلسٹ ہوں گے؟ (۶/۴۴ ، "زمزم")

۱۷۸۔ حجرہ نشین صوفی اور سجادہ نشین قسیس

ہندوستان میں ایک دو نہیں، ہزاروں حجرہ نشین صوفی اور سینکڑوں سجادہ نشین پیر ہیں، جو انگریز کے زیر سایہ گوشوں کونوں میں سکون قلب اور اطمینان خاطر کے ساتھ "مجاہدانہ" زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی دینی حالت کس قدر خستہ وخراب اور مسلمانوں کی ملی صورت کتنی ہی خوار وزبوں کیوں نہ ہو کیا مجال کہ یہ حضرات پبلک کے سامنے آکر اصلاح احوال کی کوئی فکر کریں۔

مرکزیہ تنظیم تبلیغ اسلام، اصلاح مسلمین اور مدافعت عن الدین کا علم بلند کیے برابر ڈھائی سال سے ان اکابر کو یہ مقام سنبھالنے اور یہ منصب اپنانے کی دعوت دے رہا ہے۔ مگر آج تک کسی "مجاہد" کو اس کی فرصت نہ ملی۔ سانپ اور بچھو تو گرمی کے موسم میں اپنے بلوں سے باہر آجاتے ہیں مگر یہ حضرات سردی گرمی، برسات، بہار کسی موسم میں بھی سوائے الیکشن کی مہم کے، اپنے حجروں سے نکل کر آوارہ وپریشان مسلمان کی رہنمائی اور اغیار کے حملوں کے شکار "مرید" کی حفاظت نہیں کرتے۔

تصویر کا دوسرا رخ: وہ جو کل تک بن باسی اور بادیہ نشین، صحرا نورد اور دکھ کے مارے تھے، آج سماج کے جلسہ میں صدر نشین اور سبھا کی کشتی کے کھیون ہار ہیں ویر بھارت پڑھیئے:

ہمالیہ کے پرم پوجیہ سوامی سناتن دھرم کالج کا سنگ بنیاد رکھیں گے

شری ۱۰۰۸ سوامی شری پرمانند جی کاشی گنگوتری اور رشی کیش میں تپ کیا کرتے ہیں۔ ایکانت بن رہتے ہیں۔ تن پہ کوئی بستر نہیں پہنتے، پھاگن ماس تک برفان میں رہتے ہیں، لوگوں سے بہت کم ملتے ہیں، بڑے بڑے رئیس ان کے درشنوں کے خواہشمند رہتے ہیں آپ کبھی گنگا کا کنارا چھوڑ کر نیچے نہیں اترتے گو سوامی جی گزشتہ سال بھی کی پرنا پر کہ دیش کی دھارمک اور راجنیتک حالت بہت خراب ہے۔ آپ اپنی تپسیا کا پھل دیش کی اتنی بھینٹ دیں! تب سے اور ہونے بھی دیش دھارمک کاریہ میں سہیوگ دینے لگے ہیں، آپ نے لاہور آنا منظور کر لیا ۱۹ ارمئی ۱۹۴۶ء کو سناتن دھرم ــ کالج لوئر مال لاہور میں ہال کی شلا بنیاس شری اوہ جی کے پوتر ہاتھوں سے رکھی جائے گی۔ ویر بھارت ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء (زمزم ۲۲ ... ۴۶ء)

۷۴ دیوان بہادر اور خان بہادر

کیا سب مسلمان غریب اور نادار ہیں! کون کہتا ہے؟ مسلمانوں کے گھروں میں دولت کے دریا بہہ رہے ہیں۔ ہمارے سر اور خان بہادر ہمارے نواب اور جاگیردار! تمہیں خبر بھی ہے کہ ان میں سے ایک ایک نے کتنا روپیہ الیکشن پر اڑا دیا؟ اگر ہم کہہ دیں تو شاید آپ یقین نہ کریں۔ سینکڑوں؟ نہیں! ہزاروں؟ نہیں! لاکھوں روپیہ پانی کی طرح بہا دیا۔ ہمارے ان اکابر نے وار فنڈ میں کروڑوں روپیہ دیا۔ ذاتی حیثیت

نفسی خواہشات اور گندی رسومات پر لاکھوں روپیہ اڑا دیا گیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں اور آپ خدا لگتی کہیں، ہندوستان کے کسی نواب، سر، کسی خان بہادر، کسی خان صاحب، کسی جاگیردار کسی تمن دار، کسی زمیندار نے تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کے سلسلہ میں کوئی معقول رقم دی؟! ہرگز نہیں! کسی بڑے آدمی نے اہلسنت کے مخصوص مفاد پر ایک پائی خرچ کی؟! بالکل نہیں!

تصویر کا دوسرا رخ

اب ذرا اس پہلو کی طرف دیکھئے جس کی کمائی شادی بیاہ کے لئے مخصوص اور بیٹی بیٹے کیلئے محفوظ تھی، آج اس کی دولت کے دریا کا رخ بدل گیا ہے۔ اس کا دشمن ذاتی ضروریات کی بجائے سماج اور سبھا پر چڑھاوے چڑھا رہا ہے۔ اس کی عمر بھر کی کمائی خاص اس کے فرقہ کے مخصوص مفاد پر صرف ہو رہی ہے۔ ملاپ ۱۶ نومبر کے اشتہار کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔ دیوان بہادر کرشن کشور لاہور جو لاکھوں روپے سناتن دھرم کو عطیہ کر چکے ہیں، جنہوں نے سناتن دھرم پرتی ندھی سبھا اور کالج کا بوجھ زیر دھیان پن کر اٹھا رکھا ہے، ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ سناتن دھرم کالج لاہور ہال بنانے کے لئے ۔۔ دان کیا تھا۔

کاش اگر ہم نے اپنے اسلاف کرام کی سیرت طیبہ کو بھلا دیا تھا تو ان اغیار کے عمل سے کوئی سبق لیتے، شب و روز کے واقعات اور گرد و نواح کے حالات سے عبرت حاصل کرتے! برادران اسلام جاگو! فرزندان ملت اٹھو! اب تک تمہارا کوئی پلیٹ فارم ہی نہ تھا .... اب تو تحریک تنظیم کے پلیٹ فارم پر ان ہمسایوں کی طرح ملت کی خدمت سرانجام دو اور اس وقت سے ڈرو کہ سر پر آ پہنچے! قدرت ہم میں سے کسی کو کرشن، خود سر، اور بہت ... اس اور کرشن کشور کا کام نہ دیکھنا چاہے کہیں ان کی جگہ خدانخواستہ ہم نہ ہوں ......

اور انہیں ہماری جگہ اعوکہ ہم نے انقلاب چرخ گردوں بھی دیکھے ہیں

۴۸ اسلامیان ہند اور لبھو رام جی کی غفلت اور ہمت

فرزندانِ توحید کے دل میں اشاعت اسلام کا کس قدر جذبہ اور تبلیغ دین کیلئے کسقدر قربانی کا مادہ موجود ہے۔ اسکا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک لاکھ روپیہ کی مرکزی اپیل پر اس وقت تک دس ہزار روپیہ بھی جمع نہیں ہوا۔ مرکز نے ایک لاکھ کی تقسیم کرتے ہوئے پچیس ۲۵ ہزار کی رقم ان اہل ہمت کیلئے چھوڑ دی تھی۔ جو اپنے حلقہ اثر و رسوخ میں سے پانچ پانچ یا اڑھائی اڑھائی یا کم از کم ایک ہزار روپیہ جمع کر کے مرکز کے حوالہ کریں۔ مگر افسوس کہ اسوقت تک ایک بھی دوست اس دعوت پہ میدانِ عمل میں نہ نکلا۔ حالانکہ اگر ایک صاحب عزم مسلمان کمر ہمت باندھ کر کام شروع کردے تو سال بھر میں ایک ہزار روپیہ جمع کر لینا کونسی بڑی بات ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ اب ذرا اپنی ہمسایہ قوم کے ایک اولوالعزم فرد لالہ لبھو رام جی کی بلند ہمتی ملاحظہ ہو آپ گھر سے یہ عہد کر کے نکلتے ہیں کہ جب تک گوروکل کانگڑی کیلئے ایک لاکھ روپیہ جمع نہ کر لونگا واپس گھر نہیں آؤں گا۔ اب آپ کا کیا خیال ہے اکیلا لبھو رام ایک لاکھ روپیہ جمع کر لے گا؟ ہرگز نہیں!! جی اکیلا آدمی نہ اس کی پشت پر کوئی مرکز، تنظیم نہ اس کی حمایت میں زمزم نہ ساتھ کوئی مجلس عاملہ کارکن نہ مبلغ۔ صرف لبھو رام تن تنہا لبھو رام! کسطرح ایک لاکھ کی گراں قدر رقم جمع کر سکتا ہے۔

اب سنیئے اور چشم عبرت وا کر کے ۱۹ رمئی کا "پرتاپ" پڑھیے!

"لدھیانہ - ۱۸ مئی: شری لبھو رام نے اس سال بھی اب تک گوروکل کانگڑی کیلئے ۱۱۱۷۲ روپیہ چندہ آپ نے جمع کیا ہے اس سے پہلے آپ دو لاکھ روپے جمع کر چکے ہیں۔"

برادرانِ اسلام سے عرض کرونگا۔ کہ اگر ایک لبھو رام آریہ دھرم کیلئے دو لاکھ بارہ ہزار روپے جمع کر سکتا ہے تو آپ اسلام کی اشاعت اور ایمان کی حفاظت کیلئے مل کر ایک لاکھ بھی جمع نہیں کر سکتے؟ کر سکتے ہیں بشرطیکہ آپ کے دل میں اسلام کیلئے وہ درد پیدا ہو جائے جو لبھو رام کے دل میں سماج کیلئے ہے۔

تحریک تنظیم اہل سنت

(حصہ اول)

اہل حق کی تنظیم [illegible]

مرتبہ
سید نور الحسن

مکتبہ اہل سنت
شاہ منزل - نور محلہ - لاہور

قیمت ساڑھے تین روپے 3/8